يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

تلخیص ادلہ

تلخیص حدیث اور اہلحدیث

بطرز جدید

- کیا فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ہے؟
- کیا احناف رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں؟
- غیر مقلدین کس حد تک احادیث پر عمل کرتے ہیں؟
- کیا غیر مقلدین واقعی اہلحدیث ہیں؟
- اسکے علاوہ فقہی مسائل کا ثبوت احادیث مبارکہ سے آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

تلخیص و تسہیل
عبدالوحید معاویہ
فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی
متخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ دارالعلوم کراچی
ایم اے عربی، اردو یونیورسٹی کراچی

پسند فرمودہ
حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب
نائب مفتی واستاد جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر
عرفان اللہ معاویہ

تلخیص ادلّہ

(تلخیص)

حدیث اور اہل حدیث

عبدالوحید معاویہ

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

متخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ دارالعلوم کراچی

کتاب	:	تلخیص ادلہ
تلخیص وتسہیل	:	عبدالوحید معاویہ
تاریخ طباعت	:	۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)
طبع	:	اول
پرنٹنگ	:	الہدیٰ پرنٹرز محلہ جنگی پشاور
ناشر	:	از مؤلف

ابن ابی وقاص معاویہ کے نام

میدان امتحاں سے گھبرا کر تھک نہ جانا
تکمیل زندگی ہے چوٹ پہ چوٹ کھانا
جہاں چوٹ کھانا وہاں ۔۔۔ مسکرانا
ایسا مسکرانا کہ رو دے ۔۔۔ زمانہ

آئینہ عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا عمل	
☆	غیر مقلد عالم میاں نذیر حسین صاحب کا عمل	236
☆	تراویح اور تہجد کے درمیان فرق	237
☆	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا قول	238
☆	مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کا قول	239
55	قضا نمازوں کا ادا کرنا ضروری ہے	241
56	سجدۂ سہو کا وجوب اور اس کا طریقہ	245
57	مقتدی کے لیے سجدہ سہو نہیں ہے	248
58	سجدۂ تلاوت کے لیے وضو کرنا شرط ہے	250
59	قصر کی نماز کی مسافت	251
60	قصر کی مدت کتنی ہے؟	254
61	دوران سفر نماز میں قصر کرنا واجب ہے	255
62	نماز قصر کے ساتھ سنتیں بھی پڑھنی چاہیے	259
63	گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں	263
64	نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط	269
65	جمعہ اور ظہر دونوں نمازوں کا وقت ایک ہی ہے	277
66	اذان جمعہ منبر کے قریب اور خطبہ عربی زبان میں دینا ضروری ہے	279
67	دوران خطبہ کلام کرنا یا نماز پڑھنا مکروہ ہے	286
68	جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں	292
69	نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں پڑھنی ضروری ہیں	293

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

تقاریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صاحب صدیقی مدظلہم

رئیس التخصص فی الدعوۃ والارشاد و جامعہ دارالعلوم کراچی

الحمد للہ و کفی و الصلوٰۃ و السلام علی محمد المصطفی!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم" (تمام زمانوں میں سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہے اور پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہیں)۔ قرون ثلٰثہ کو بہترین زمانہ قرار دینے کی اس کی وجہ ان تینوں ادوار میں رسول کریم ﷺ کی مکمل اور اعلیٰ درجے کی اتباع اور آپ کے لائے ہوئے دین کی مکمل پیروی کرنا ہے۔ صحابہ کرام نے ایمان و عمل کے ہر پہلو میں رسول کریم ﷺ کی پیروی اور اتباع کی، تابعین نے صحابہ کرام کی بہت ہی اعلیٰ درجے کی اتباع کی اور ان کے نقش قدم پر چلے، اور اسی طرح اتباع تابعین نے تابعین کی اتباع و تقلید کی۔ تقلید و اتباع، اور آنے والوں کی پچھلوں کی پیروی کرنا غلط بات ہوتی تو رسول کریم ﷺ خیر القرون کی فضیلت نہ بیان فرماتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فتوحات کے دائرے کے ساتھ ساتھ مختلف امصار و دیار میں پھیل گئے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تعلیم و تدریس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں بھیجا تھا، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی علمی خدمات کے صلہ میں فقہ عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک عظیم مکتب فکر وجود میں آ گیا جس کو ان کے بعد ان کے شاگرد حماد بن ابی سلیمان نے سنبھالا۔ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ حماد بن ابی سلیمان کے شاگرد تھے، حماد بن ابی سلیمان نے جو فقہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سیکھا تھا وہ امام ابوحنیفہؒ کو منتقل ہو گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جملہ علوم نبوت چھ صحابہ میں جمع ہو گئے تھے اور ان چھ کے علوم تین میں مجتمع ہو گئے تھے اور ان تینوں کے علوم ابوحنیفہؒ کی شخصیت میں جامع ہو گئے اس لیے امام ابوحنیفہؒ امام

اعظم کہلائے ،فقہ کو جس جامعیت ،دقت نظر اور توسع کے ساتھ آپ نے تدوین فرمائی اس لیے آپ امام اعظم کہلائے ،اور چونکہ آپ فقہ کے بڑے بڑے ائمہ کے استاذ تھے اس لیے آپ امام اعظم کہلائے ۔(امام شافعیؒ اور امام محمدؒ آپ کے شاگرد تھے اور امام احمد بن حنبلؒ امام محمدؒ کے شاگرد تھے ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور آخری صحابی جو اس دنیا سے رخصت ہوئے عامر بن واثلہ ابوطفیل ہیں جن کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ ہر سال حج کے لیے تشریف لے جاتے تھے ،ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اس وقت موجود صحابہ سے آپ نے استفادہ کیا۔ کیا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تقلید اور ان کی وسعت علمی کی اتباع و پیروی کوئی غلط بات ہوسکتی ہے؟ سبحانک ھذا بھتان عظیم

فقہ حنفی الحمد للہ تمام کا تمام فہم قرآن اور حدیث نبوی اور فہم کلام نبوت پر استوار ،علوم نبوت اور علوم صحابہ کا جامع اور تقلید و پیروی میں صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ کا شاہکار ہے۔ اگر فقہ حنفی کی ضیاء پاشیوں سے چند نگاہیں خیرہ ہوجائیں اور ان کو آفتاب جہاں تاب کی طرف دیکھنے کا یارانہ رہے تو سوائے کلمہ استعجاب کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

الحمد للہ! جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد کے ایک ذی استعداد و صالح طالب علم عبدالوحید معاویہ کو اللہ سبحانہ کی طرف سے توفیق اور ہمت عطا ہوئی اور انہوں نے حضرت مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہم کی کتاب ’’حدیث اور اہل حدیث‘‘ کا اختصار کیا اور اس کتاب کے مضامین کو عام کرنے کے لیے اس کی تسہیل کا فریضہ انجام دیا، یہ ایک وقیع علمی خدمت ہے۔ اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے اور انہیں بیش از بیش دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی صاحب مدظلہم
رئیس التخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی

حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب دامت برکاتہم

نائب مفتی واستاذ جامعہ دار العلوم کراچی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد، اور فقہ حنفی کے مدون و مرتب حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: "لا یستقیم الرای الا بالحدیث ولا یستقیم الحدیث الا بالرای"۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات فقہ حنفی کے فہم کے لیے بنیادی کلید ہے، بلاشبہ قرآن وحدیث تمام فقہی احکام کے اولین ماخذ ہیں، لیکن قرآن کریم کی تاویل وتفسیر، حدیث نبوی کی تشریح وتوضیح، اوران سے استنباط احکام درایت کے بغیر نہیں ہوسکتا، اوراس درایت کی ضرورت کو آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے "اجتہد برأیی" کے الفاظ سے واضح فرمایا تھا، اسی تناظر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس درایت کو اپنے اس قول میں "رائے" سے تعبیر فرمایا ہے۔

اس بات سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کی نصوص سے بالاتر ہوکر "محض رائے" کو حجت سمجھنا درست نہیں، وہیں یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن وحدیث کی نصوص کے ظاہر پر جم جانا، اوران میں پنہاں معانی کو عقل ودرایت سے بالکل ماوراء سمجھنا بھی تفریط کے زمرے میں آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ میں افراط وتفریط کا شکار دونوں گروہ جادۂ مستقیم پر گامزن نہ رہ سکے، ان کے بالمقابل جن حضرات فقہاء کرام نے ہر دلیل کو اس کا حق دیا، اور ہر بات کو اس کے موقع پر رکھا، ان کے پائے استقامت میں کوئی جنبش نہ آئی، جن میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اجمعین بالعموم اور سرخیل فقہاء ومحدثین امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے اصحاب رحمہم اللہ سرفہرست ہیں۔

مذکورہ بالا قول کی پاسداری میں فقہی احکام کو قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں بیان کرنے کی مثالیں ہمارے اکابر فقہاء حنفیہ کی کتب میں کم نہیں ہیں، اس کے باوجود ایک عرصہ سے یہ بات بڑے زور وشور سے کہی جارہی ہے کہ فقہ حنفی میں قرآن وحدیث کے مقابلے میں قیاس اور رائے کو

ترجیح حاصل ہے، لیکن اہل علم پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس بات کی کوئی حقیقت نہیں، چنانچہ اس کی تردید میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن سے مذہب حنفی کا قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین ہونا اجاگر ہو گیا ہے، وللہ الحمد۔

معروف ومشہور کتاب "حدیث اور اہل حدیث" بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، جو بہت ہی کم عرصے میں علمی حلقوں میں اپنی اہمیت کا لوہا منوا چکی ہے، چنانچہ کسی کتاب کی مقبولیت ہی دیگر اہل علم حضرات کو تلخیص، تسہیل یا توضیح وتشریح وغیرہ عناوین سے اس کی خدمت کی طرف متوجہ کرتی ہے، جس سے اس کتاب کی افادیت دوچند ہو جاتی ہے، چنانچہ ہمارے عزیز مولوی عبدالوحید معاویہ صاحب حفظہ اللہ جو کہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل ومتخصص فی الدعوۃ والارشاد ہیں، نے اس کتاب "حدیث اور اہل حدیث" کی تلخیص کا بیڑہ اٹھایا، اور نہایت محنت اور عرق ریزی سے اس کی تلخیص کی ہے، جس میں اپنی حد تک وہ کامیاب بھی ہیں، ان کی اس تلخیص سے یہ فائدہ ہوگا کہ جو حضرات اختصار کے ساتھ فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنا چاہیں تو ان کے لیے سہولت وآسانی رہے گی، باقی جو حضرات تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

موصوف نے دوران تلخیص جن باتوں کا اہتمام کیا ہے ان میں ہر بحث کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت متعلقہ احادیث درج کرنا، مکرر احادیث کے ترجمہ پر اکتفاء اور حوالہ جات کا اہتمام وغیرہ شامل ہے، نیز ہر بحث کے اختتام پر فریقین کے دلائل کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا ہے، جو اس تلخیص کا قابل قدر حصہ ہے۔ کام کے دوران وقتاً فوقتاً بندہ سے مشورہ بھی کرتے رہے ہیں، امید ہے کہ قارئین کرام اس سے خوب خوب فائدہ اٹھائیں گے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے اور اس طرح کے علمی کاموں کی مزید توفیق عطاء فرمائے، آمین وباللہ المستعان۔

حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہم

نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

مناظر اسلام حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک دور وہ تھا جب فتنہ غیر مقلدیت نیا نیا سر اٹھا رہا تھا، چنانچہ اس کی سرکوبی کے لیے علماء حق کمر بستہ ہوئے اور ادلہ اربعہ قرآن وسنت، اجماع وقیاس کی روشنی میں ان کا بھرپور تعاقب کیا اور اس فتنے کی سرکوبی کے لیے ان کے مفاسد کو عوام الناس کے سامنے آشکارا کیا، لیکن پھر بھی بعض مسلمان اپنی سادہ لوحی، جہالت اور غیر مقلدیت کے دجل وتلبیس کی بنا پر اس فتنے کا شکار ہوگئے، لیکن آج الحمدللہ، اللہ کے فضل واحسان اور علماء اہلسنت کی کوششوں اور کاوشوں کے نتیجے میں نہ صرف اہل علم حضرات بلکہ عوام الناس بھی اس فتنے سے اچھی طرح باخبر ہو چکے ہیں۔ غیر مقلدین کی عیاری اور فتنہ پردازی یہ ہے کہ وہ چند متنازع فیہا مسائل سے متعلق گنی چنی احادیث کی آڑ لے کر یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ علماء احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے، اور صحیح احادیث کو چھوڑ کر فقہ حنفی کی پیروی میں لگے رہتے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی ایسی کتاب منظر عام پر لائی جائے جس میں وہ تمام احادیث جمع کر دی جائیں جن سے غیر مقلدین باوجود ان کی کثرت اور قابل استدلال ہونے کے روگردانی کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اس کام کے لیے مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہم کو منتخب فرمایا اور انہوں نے مختلف عنا دین سے متعلق احادیث مبارکہ کو جمع کیا اور ہزار صفحات کے قریب ایک ضخیم اور طویل کتاب تصنیف فرمائی، جو غیر مقلدین کے اس بے بنیاد دعویٰ کا منہ توڑ جواب ثابت ہوئی، اور الحمدللہ اب تک سینکڑوں طلباء وعلماء حضرات اس کتاب سے استفادہ کر چکے ہیں۔

لیکن چونکہ عجلت پسندی کا دور ہے اور طویل وضخیم کتب کے مطالعے سے لوگ جی چرانے لگے ہیں، اور بعض حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو باوجود ایسی کتب کے مطالعے کے ان کی طوالت کی وجہ

سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے، لہٰذا ضروری تھا کہ اس کتاب کو مختصر کر کے عام فہم انداز میں پیش کیا جائے، اللہ جزائے خیر دے مولانا عبدالوحید معاویہ صاحب حفظہ اللہ کو کہ وہ اس بارِ گراں کو اٹھانے کے لیے کمربستہ ہوئے اور دن رات ایک کر کے اسے عام فہم انداز میں امت کے سامنے پیش کیا، اب یہ کتاب عوام وخواص سب کے لیے یکساں مفید ہے۔ پے در پے مشاغل اور گوناگوں مصروفیات کے باعث کتاب کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ کا موقع ملا، الحمدللہ حسن ترتیب اور جامعیت دیکھ کر خوشی ہوئی اور مولانا موصوف کے لیے بے ساختہ دل دعا گو ہوا کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو علم وتقویٰ سے نوازے اور علمی ذوق وشوق میں مزید ترقی نصیب فرمائے اور اس کتاب کو امت کے لیے نافع بنا کر مولانا موصوف کے لیے دارین میں فلاح وکامیابی کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

ڈاکٹر مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہم

استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی صاحب دامت برکاتہم

سرپرست اتحاد اہل سنت پاکستان واستاذ خیر المدارس ملتان

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد!

قارئین کرام! دین اسلام ایک مکمل دین ہے جس کے اصول "الیوم اکملت لکم دینکم" سے کامل ہو گئے، اور فروعی مسائل بعض حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے واضح کر دیئے اور باقی وقتاً فوقتاً صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین نے حسب موقع اپنے اپنے اجتہاد سے امت کے سامنے واضح کئے۔ بہرحال یہ دین ادلہ اربعہ سے مرکب ہم تک کچھ تو تواتر سے اور کچھ شہرت سے اور کچھ اخبار آحاد کے ذریعہ سے پہنچا۔

فرقہ نام نہاد اہل حدیث نے انگریز کے منحوس دور سے دین کے متواتر مسائل مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ میں شکوک شبہات پیدا کرنے شروع کئے، حتی کہ وہ متواتر نماز جس کو پڑھ کر بہت سے لوگ مقام ولایت تک پہنچے ان میں بھی تشکیک کا بازار گرم کیا، اور عوام کو یہ کہنا شروع کیا کہ حنفیوں کی نماز قرآن وحدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ نماز قرآن وحدیث کے مخالف ہے۔ مگر یہ بات بدیہی تھی کہ تقریباً ساڑھے بارہ سو سال تک جو نماز بڑے بڑے محدثین، فقہاء، اور صوفیاء نے پڑھی، تو وہ نماز کیسے غلط ہو سکتی ہے۔ مگر شیطانی جادو اثر محنت کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ننگا ہو کر خدائی کا دعوی کر دے تو کچھ لوگ اس کے پجاری بھی بن جاتے ہیں، اسی شیطانی محنت کا یہ اثر ہوا کہ کچھ لوگ سرعام یہ مطالبہ کرنے لگے کہ اپنی نماز حنفی حضرات قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔

مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہ نے وقت کے تقاضا کے مطابق قرآن وحدیث کے دلائل سے نماز احناف کو ثابت کیا کہ غلط پروپیگنڈہ کرنے والوں کے منہ بند ہو گئے بہت سے غیر متعصب لوگوں کی ہدایت اور عوام احناف بلکہ خواص کی بھی ثابت قدمی کا یہ کتاب ذریعہ بنی۔ کتاب لمبی اور آٹھ

کل ہمتیں پست ہیں، اس لیے عزیزی مولوی عبدالوحید معاویہ نے اس کی طوالت کو اختصار سے بدل کر کم ہمتوں کو بھی ہمت دلانے کی کوشش کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزی مولوی عبدالوحید معاویہ صاحب کی اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرما کر گم کردہ راہ لوگوں کی ہدایت اور اہل حق کے اطمینان کا ذریعہ بنائیں۔ آمین یا اللہ العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔

حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی صاحب دامت برکاتہم

سرپرست اتحاد اہل سنت پاکستان واستاذ خیر المدارس ملتان

متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

اگر اہل حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انگریزوں سے اپنی رجسٹریشن کرائی جائے، اور منت سماجت کر کے ان کو یہ کہا جائے کہ ہمارا نام اہلحدیث تجویز کرو، تو اس طرح کے اہلحدیثوں سے اللہ کی پناہ!

پھر اپنے آپ کو اہلحدیث کہلوا کر احادیث سے روگردانی کرنا اور عمل بالحدیث کا ڈھونگ رچا کر در پردہ احادیث کا انکار کرنا اور کتب احادیث کی تحقیر کرنا کسی مخبوط الحواس کا کام ہو سکتا ہے اصلی ''اہل حدیث'' کا نہیں۔

کتنے مسائل ایسے ہیں کہ جہاں یہ حضرات حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں طہارت، وضو، نماز کے متعلقہ احکام میں ان کو اپنے دعویٰ پر کتنے دلائل آتے ہیں، اس کا اندازہ کتاب ہذا پڑھنے سے ہوگا۔

ہمارے بہت سے سادہ لوح مسلمان بھائی کہتے ہیں کہ جی وہ حدیث کی بات کرتے ہیں، وہ بخاری اور مسلم کی بات کرتے ہیں۔ ان بھائیوں کو میں بطور خیر خواہی مشورہ دوں گا کہ وہ بنظر انصاف اس کتاب کو پڑھیں اور پھر نام نہاد ''اہل حدیث'' حضرات سے سوال کریں کہ فلاں مقام پر آپ نے حدیث کو کیوں چھوڑا؟ فلاں جگہ حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ اور اب تو خیر یہ لوگ مجبوراً اجماع امت اور اجتہاد شرعی کو بھی ماننے چلے آرہے ہیں، ضرب حق بابت ماہ جون، جولائی ۲۰۱۰ء کے بیک ٹائٹل پر اغراض و مقاصد کے تحت لکھا ہے کہ:

''قرآن وحدیث، اجماع امت اور اجتہاد شرعی کی ترویج۔''

یہ ضرب حق رسالہ سرگودھا سے جناب سلطین شاہ غیر مقلد کی زیر ادارت نکلتا ہے، اہل حق کے ترجمان رسالہ ''قافلہ حق'' کے مقابل اس رسالے کو لایا گیا ہے لیکن۔۔۔!

خیر! مولانا عبدالوحید معاویہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے مولانا انور خورشید

صاحب کی معرکۃ الآرا کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' کی تلخیص کی۔ حدیث اور اہلحدیث کم وبیش ۹۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ عدیم الفرصت حضرات کے لیے اس قدر ضخیم کتاب سے استفادہ قدرے دشوار تھا۔ مولانا موصوف نے اس طرز پر تلخیص کی ہے کہ پوری کتاب کا لب لباب اس میں آگیا ہے، طرز تلخیص بہت ہی نرالا ہے، احادیث ذکر کرنے کے بعد مسلک احناف کا عنوان قائم کر کے فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''ہدایہ شریف'' سے اس مسئلہ کو ذکر فرمایا جو احادیث میں مذکور ہے۔ بعد ازاں ''مسلک اہلحدیث'' کا عنوان ذکر کر کے مخالفت بالحدیث کا نمونہ ذکر کیا، جو واقعتاً ان کے جھوٹے دعوی کی قلعی کھول دیتا ہے۔ آخر میں جائزہ کا عنوان قائم کر کے ایک دعوت فکر دیتے ہیں کہ احادیث کو ماننے والے کون ہیں اور مخالفت کرنے والے کون؟

موصوف مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے عرق ریزی سے اس کام کو انجام دیا، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور عوام وخواص کے لیے کتاب کو ذریعہ ہدایت بنائے۔

حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہم

امیر اتحاد اہلسنت پاکستان

مناظر احناف حضرت مولانا نور اللہ رشیدی صاحب مدظلہم

مدیر مدرسہ عقیدۃ الاسلام کراچی

کتاب "حدیث اور اہل حدیث" احناف پر غیر مقلدین کے طعن زنی کا منہ توڑ جواب ہے، جس میں فقہی مسائل کو احادیث سے مدلل ومبرہن کیے گئے ہیں، اس کتاب کے مضامین کو عوام الناس میں زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت تھی، تاکہ سادہ لوح مسلمان غیر مقلدین کے پرفریب نعروں سے محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ عدیم الفرصت حضرات کے لیے مولانا عبدالوحید معاویہ صاحب نے اس کتاب کا خلاصہ "تلخیص ادلہ" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ مولانا موصوف جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل و متخصص ہیں، انہوں نے اپنے مزاج کے مطابق تلخیص کی ہے، اور کتاب کا اسلوب اور طریقہ کار بھی اس طرح اختیار کیا ہے کہ کسی بھی ایک بحث پر صرف طائرانہ نظر ڈالنے سے نتیجہ تک پہنچ جانا ممکن بنایا ہے۔

قارئین سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کے مضامین پھیلانے میں حتی الوسع تعاون کریں، اور خصوصاً نوجوان علماء اہل قلم حضرت سے کہ وہ مولانا موصوف کی تقلید کرتے ہوئے میدان تحقیق میں اتر جائیں، اور اکابر علماء امت کی کتب کے مطالعہ کی روشنی میں ہر باطل فرقے کا تعاقب کریں تاکہ تمام گمراہ فرقوں کے دجل وفریب کی حقیقی واصلی صورت عوام کے سامنے کھل کے آ جائے، اور مسلک اہل سنت والجماعت کی حقانیت عوام الناس پر روز روشن کی طرح واضح ہو، دلیل وبرہان سے مزین قلم اور زبان کے سامنے باطل، بدعقیدہ اور فرقہ واریت پھیلانے والے عناصر ہمیشہ پسپا ہوتے رہے ہیں۔

عوام غیر مقلدین سے بھی ہماری گزارش ہے کہ وہ اپنے علماء کی تقلید چھوڑ کر ان لوگوں کی تقلید کریں جن کی تقلید پر پوری امت مسلمہ متفق ہے، اگر وہ حقیقی معنی میں قرآن وسنت پر عمل کرنا

چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اپنے مولویوں کے فریب پر مبنی دعووں سے بیزاری اختیار کریں، اور بنظر انصاف اس کتاب کا مطالعہ کریں، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ راہ ہدایت سے روشناس ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ

حضرت مولانا نور اللہ رشیدی صاحب مدظلہم

مدیر مدرسہ عقیدۃ الاسلام سہراب گوٹھ کراچی

پیش گفتار

باسمہ الکریم، حامداً و مصلیاً

یہ تھوڑی سی کوشش ہے جو ”حدیث اور اہلحدیث“ کی تلخیص کے سلسلے میں کی گئی ہے، مذکورہ کتاب کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، اس نے جہاں عوام میں مقبولیت حاصل کی ہے وہاں علمی حلقوں سے بھی خراج تحسین وصول کر چکی ہے، عوام اور خواص برابر اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ یہ کتاب اس تناظر میں لکھی گئی تھی کہ غیر مقلدین نے یہ نعرہ بلند کیا ہوا تھا کہ احناف احادیث پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس احادیث ہیں بلکہ صرف فقہاء کے اقوال اور آراء پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات حقیقت کے سراسر خلاف ہے بلکہ احناف ہی حقیقی معنی میں احادیث پر عمل کرتے ہیں، یہ بات صرف زبانی دعویٰ تک محدود نہیں ہے، چنانچہ حضرت مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہم نے کم وبیش نوسو صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب تصنیف فرمائی جس میں غیر مقلدین کے اٹھائے گئے سوالات کے مؤثر اور مدلل جوابات دیے گئے، اور یہ حقیقت آشکارہ ہوئی کہ غیر مقلدین کی یہ سب باتیں مغالطات کا مجموعہ ہیں جن سے فقہ حنفی کا دامن پاک ہے۔

کافی عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اس ضخیم کتاب کو مختصر کر کے مصروف و عدیم الفرصت حضرات کی خدمت میں پیش کیا جائے، بعض بزرگوں نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ احقر کو بھی اس وقت شوق پیدا ہوا جس وقت التخصص فی الدعوۃ والارشاد میں مقالہ کے لیے انتخاب موضوع جیسے معرکۃ الآرا مسئلے کا شکار تھا۔ التخصص فی الدعوۃ والارشاد، جامعہ دار العلوم کراچی کا ایک علمی و دعوتی شعبہ ہے جس کا مقصد ایسے داعی تیار کرنا ہے جو عصر حاضر کی زبان، اسلوب بیان، مزاج اور طرز فکر کو سمجھ کر اسلام اور اس کی بنیادی تعلیمات کی صحیح ترجمانی کریں، جدید

مغربی سوچ اور لادینی افکار کو اچھی طرح سمجھ کر ان کے مقابلہ کے اسباب مہیا کریں اور دین اسلام کے سچے داعی، محافظ اور پر خلوص خدمت گار ثابت ہوں۔

اس شعبہ میں جو مختلف موضوعات زیر تدریس رکھے گئے ہیں ان میں سے ایک مضمون "فرق باطلہ" بھی ہے نیز تخصص کے آخری سال میں طلباء سے مقالہ جات لکھوائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے احقر نے فرق باطلہ کے ضمن میں اس کتاب کی تلخیص کا ارادہ کیا، اور شفیق استاد، التخصص فی الدعوۃ والارشاد کے نگران حضرات مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی صاحب مدظلہم نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی۔ شروع کرنے سے قبل مناظر اہلسنت حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہم کی وساطت سے کتاب کے مصنف مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہم کے ساتھ رابطہ کر کے ان سے اجازت طلب کرلی، انہوں نے خوش دلی سے اجازت عنایت فرما کر ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور یوں محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔

تلخیص کے لیے درج ذیل طریقہ کار اپنایا گیا:۔

☆......سب سے پہلے بحث کا عنوان (HEADING) قائم کیا۔

☆......عنوان کے نیچے اس کے متعلق احادیث لکھیں۔

☆......احادیث لکھتے وقت مکررات کو چھوڑ کر صحیح اور قوی احادیث کا انتخاب کیا۔

☆......احادیث کے عربی الفاظ نقل کرنے کے بجائے صرف ان کا ترجمہ لکھنے پر اکتفاء کیا۔

☆......عام طور پر تلخیصات میں حوالہ جات لکھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا، ہم نے یہاں پڑھنے والوں کے اطمینان قلب کی خاطر اس کا اہتمام کیا ہے۔

☆......احادیث لکھنے کے بعد "مسلک احناف" کا ذیلی عنوان (SUB HEADING) لگا کر اپنا نقطہ نظر پیش کیا، اور ان میں سے اکثر مسائل کی تخریج احناف کی معتبر کتاب "ہدایہ" سے کی۔

☆......مسلک احناف کے نیچے "مسلک اہلحدیث" کا ذیلی عنوان لگا کر مذکورہ مسئلہ میں غیر

مقلدین کا نقطۂ نظر بھی حوالہ جات کے ساتھ ذکر کیا۔

☆... قرآن پاک کی آیات کو عربی الفاظ کے ساتھ نقل کر دیا، اور آیات کے ترجمہ کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے ''آسان ترجمہ قرآن'' کو سامنے رکھا۔

☆......آخر میں ''جائزہ'' کے ذیلی عنوان کے تحت، ذکر کی گئی احادیث مبارکہ سے ثابت ہونے والے مسلک کی نشاندہی کر کے یہ وضاحت کر دی کہ کونسا مسلک ان احادیث کے مطابق ہے اور کونسا ان کے مخالف ہے۔

اس طریقہ کار کے اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کم سے کم وقت میں پوری بحث کا مطالعہ کر سکیں۔ اس میں ان حضرات کا بھی خیال رکھا گیا ہے جو مطلب کی بات (TO THE POINT) مطالعہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس تلخیص کا طریقہ کار مروجہ تلخیصات کے طریقہ کار سے مختلف ہے اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اصل کتاب کی روح باقی رکھا گیا ہے جو مقصد اصل کتاب سے حاصل ہوتا تھا وہ اس سے بھی حاصل ہو جائے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کی کاوش کو قبول اور مقبول فرمائے اور جن جن خدا ترسوں نے کسی بھی قسم کا تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب (نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی) کا شکر گزار ہوں کہ جن کی حوصلہ افزائی اور بھرپور رہنمائی نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا، اور ان جیسے مختلف فیہ مسائل میں راہ اعتدال پر گامزن رہنا سکھایا، یقیناً ان کا یہ احسان خامہ فرسائی کے ہر موڑ پر مشعل راہ ہو گا۔

عبدالوحید معاویہ

۱۷ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

☆.....☆.....☆

تقدیم

علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے (جامع ترمذی ۴۴/۲)۔ چنانچہ آج کے اس پرفتن دور میں جہاں قیامت کی دوسری علامات کا ظہور ہو رہا ہے وہیں اس علامت کا بھی پوری طرح ظہور ہو رہا ہے کہ انبیاء کرام، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور اولیاء کرام میں سے کوئی بھی تنقید سے بچا ہوا نہیں ہے۔ اگر یہ طرز عمل دشمنان دین اختیار کریں تو ان سے کیا گلہ و شکوہ کہ وہ اسے اپنا حق سمجھتے ہیں، لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ آج بازار تنقید میں وہ لوگ دکانیں سجائے بیٹھے ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو دیندار بلکہ اشاعت دین کا بلاشرکت غیرے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

وہ محترم شخصیات جو آج نشانہ تنقید بنی ہوئی ہیں ان میں سے ایک حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں جو کہ غیر مقلدین کے اقوال و تحریرات میں زیر عتاب رہے ہیں۔ پہلے ہم حضرت امام صاحب کا مقام و مرتبہ سمجھانے کیلئے اکابر علماء امت کے اقوال و آراء پیش کریں گے اور اس کے بعد غیر مقلدین کی کتابوں سے حضرت امام صاحب کے متعلق تنقیص پر مشتمل دو چار عبارتیں بطور نمونہ پیش کریں گے جن سے غیر مقلدین کے طرز عمل کا اندازہ ہو سکے گا۔

امام ابوحنیفہؒ اکابر علماء امت کی نظر میں

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستی ہیں جن کی جلالت شان، امامت و فقاہت اور فضل و کمال کو بڑے بڑے اساطین علم و فضل اور کبار فقہاء و محدثین نے تسلیم کیا ہے۔ ہم تبرکاً چند اکابر ائمہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ اکابر علماء امت جس ہستی کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں اس ہستی کے ساتھ حضرات غیر مقلدین کا کیا رویہ ہے۔

☆......حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ آئے، جب وہ اُٹھ کر چلے گئے تو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ نہیں (اور میں انہیں پہچان چکا تھا) فرمانے لگے:

''یہ ابوحنیفہؒ ہیں عراق کے رہنے والے، اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ویسا ہی نکل آئے، انہیں فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا مشقت نہیں ہوتی۔'' (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ صہ ۷۳)

☆......حضرت امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں دیکھا ہے، وہ ایسے شخص تھے کہ اگر تم سے اس ستون کے سونا ثابت کرنے کے دلائل بیان کریں تو وہ ضرور اپنی حجت میں کامیاب رہیں۔'' (تاریخ بغداد ۱۳/۳۳۷)

☆......حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین ہیں۔'' (تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۶)

☆......حضرت امام شافعیؒ یہ بھی فرماتے ہیں:

''میں نے ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔'' (مناقب ابی حنیفہ صہ ۹۹)

☆..... حضرت ابوبکر مروزیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، وہ فرما رہے تھے:

''ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ ابوحنیفہؒ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔''

تو میں نے عرض کیا کہ الحمد للہ اے ابوعبداللہ (یہ امام احمدؒ کی کنیت ہے)! ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے، فرمانے لگے:

''سبحان اللہ وہ تو علم، ورع، زہد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں ہے۔'' (مناقب الامام ابی حنیفہؒ صہ ۲۷، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ)

☆......حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میری آنکھ نے ابو حنیفہ کی مثل نہیں دیکھی۔'' (مناقب الامام ابی حنیفہؒ صہ ۱۹ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ)

آپ یہ بھی فرماتے تھے:

''علماء تو یہ تھے ابن عباسؓ اپنے زمانے میں، امام شعبیؒ اپنے زمانے میں اور ابو حنیفہؒ اپنے زمانے میں اور سفیان ثوریؒ اپنے زمانے میں۔'' (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ صہ ۷۶)

☆......شیخ الاسلام والمسلمین حضرت یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں:

''ابو حنیفہؒ پرہیزگار، پاکیزہ صفات، زاہد، عالم، زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے، میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو بھی پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ اس نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔'' (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ صہ ۳۶)

☆......امام الجرح والتعدیل حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''واللہ! ابو حنیفہؒ اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔'' (مقدمہ کتاب التعلیم صہ ۱۳۲)

☆......امام اہل بلخ حضرت خلف بن ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ سے علم حضرت محمد ﷺ کو پہنچا، آپ کے بعد آپ کے صحابہ کو، صحابہ کے بعد تابعین کو، پھر تابعین سے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو ملا۔ اس پر چاہے کوئی خوش ہو یا ناراض۔'' (تاریخ بغداد ۱۳/۳۳۶)

☆ محدث عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ فرماتے ہیں:

''حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عیب گوئی دو آدمیوں میں سے ایک کے سوا کوئی نہیں کرتا۔ یا تو جاہل شخص جو آپ کے قول کا درجہ نہیں جانتا، یا حاسد جو آپ کے علم سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے حسد کرتا ہے۔'' (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۷۹)

نیز وہ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہؒ کیلئے دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے حدیث وفقہ کو ان کیلئے محفوظ کیا ہے۔'' (تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۴)

☆ ..... حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

''اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا۔'' (مناقب امام ابی حنیفہؒ ص ۱۸)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق مذکورہ چند اکابر اعلام کے چیدہ چیدہ اقوال نقل کیے گئے ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سے بزرگوں کے اقوال کتب تاریخ میں موجود ہیں جن سے حضرت امام صاحب کی فضیلت اور عظمت وبزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امام صاحب کے بارے میں ان اقوال کے موجود ہوتے ہوئے غیر مقلدین کا ان پر طعن وتشنیع کرنے کے کیا معنی ہیں؟ سو اس کا جواب ظاہر ہے۔

﴿غیر مقلدین اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ﴾

اکابر علماء امت کے خلاف غیر مقلدین حضرات آئے دن کوئی نہ کوئی کتاب، رسالہ اور پمفلٹ شائع کرتے رہتے ہیں، اور ان میں وہ انتہائی دل آزار عبارات پیش کرتے ہیں جن کو یہاں صرف اس لیے نقل کرتے ہیں کہ اتنی مقتدر شخصیت کے ساتھ غیر مقلدین کے برتاؤ کا تھوڑا سا اندازہ ہو سکے۔ چنانچہ حکیم فیض عالم صاحب لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ مائمہ سے

بھی کئی گنا زیادہ ہیں مگر اس باب کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس ناگفتہ بہ پلندہ میں بار بار ان الفاظ کی جو تکرار کی گئی ہے عند ابی حنیفۃ،قال ابی حنیفۃ،ھذا مذھب ابی حنیفۃ وغیرہ، وہ کون سے ابوحنیفہ ہیں۔

ا:۔ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کے ہاں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے ، مجوسی النسل تھے، کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں، آپ کے باپ دادا مسلمان ہوئے تھے، چہ عجب کہ باقی مجوسی النسل نو مسلموں کی طرح نسلی عصبیت ورثہ میں پائی ہو اور ''آل عمر کینہ قدیم است عجم را'' کے زمرہ میں شمار ہوتے ہوں۔'' (اختلاف امت کا المیہ ص ۳۷،۳۶۔ حکیم فیض عالم صاحب)

اس عبارت میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا کس قدر برے نداز میں تذکرہ کیا گیا ہے اور آپ کے مجوسی النسل ہونے کو بطور طعن ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان ہو اس کیلئے اس کے باپ دادا کا غیر مسلم ہونا کوئی عیب کی بات نہیں۔ چہ جائیکہ جس کے باپ دادا بھی مسلمان ہوں، ورنہ تو یہ طعن اسلاف میں سے کسی ایک پر نہیں سینکڑوں پر ہو سکے گا اور بات آگے صحابہ کرام تک جا پہنچے گی۔ مثلاً دیکھ لیجئے کہ خود حضرت امام بخاریؒ بھی مجوسی النسل تھے کیونکہ آپ کے جد اعلیٰ ''بردزبہ'' فارس کے رہنے والے مذہباً مجوسی تھے لیکن آپ کا مقام و مرتبہ مسلم ہے۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ بھی مجوسی النسل تھے لیکن آپ کے مجوسی النسل ہونے سے آپ کے مرتبہ و مقام میں ذرا بھی فرق نہیں پڑا، بلکہ آپ کبار صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے کراچی سے غیر مقلدین نے حضرت امام صاحب ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے خلاف ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب میں ائمہ حدیث کی طرف منسوب کر کے موضوع و من گھڑت روایات ذکر کی گئی ہیں۔ کتاب کی زبان اور انداز کو سمجھنے کے لیے اس کے چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

☆۔۔۔ ''ابوحنیفہ کے مثالب (زخم جو انہوں نے امت کو دیے)۔'' (امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر

میں، ص ۲۳ محمد بن عبداللہ الظاہری السندی)

☆ ...... ''ابوحنیفہؒ کے فضول اور قبیح اقوال کے بیان میں۔'' (ایضاً ص ۳۸)

☆ ...... ''ابوحنیفہؒ کی رائے کی مذمت اور اس سے بچنے کے بیان میں۔'' (ایضاً ص ۴۵)

☆ ...... ''ابوحنیفہ اور ہوس جاہ۔'' (ایضاً ص ۵۵)

☆ ...... ''ابوحنیفہؒ اور اس کا نسب۔'' (ایضاً ص ۵۸)

ان عنوانات کے تحت جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس کے نقل کرنے کا ہماری زبان وقلم کو یارا نہیں ہے۔

غیر مقلدین کو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے جو بغض وعناد ہے اس کے صرف چند حوالے بطور مشتے نمونہ از خروارے ذکر کئے گئے ہیں، تمام کا تذکرہ نہ مقصود ہے اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ ہے۔

غیر مقلدین اور احناف

☆ ... مولانا عبدالقادر حصاروی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ امر روشن ہو چکا کہ حق مذہب اہل حدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ تمام گمراہ فرقوں سے بچیں اور ان سے خلا ملا اختلاط میل جول دینی تعلقات نہ رکھیں یعنی باطل مذہب والوں کے پیچھے نمازیں نہ پڑھیں اور ان کے جنازہ میں شامل نہ ہوں، ان سے سلام نہ لیں، ان سے مناکحت نہ کریں نہ ان کو اپنی لڑکیاں دیں اور نہ ان سے لیں۔'' (سیاحۃ الجنان ص ۴، مولانا عبدالقادر حصاروی صاحب)

آگے لکھتے ہیں:

''مقلدین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ اور اہلحدیثوں جیسے مسلمان نہیں ہیں۔'' (ایضاً ص ۵)

مزید لکھتے ہیں:

''خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین موجودہ دس

وجوں سے گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت جائز نہیں ہے، وجہ اول یہ کہ موجودہ حنفیوں میں تقلید شخصی پائی جاتی ہے جو سراسر حرام اور ناجائز ہے۔''

(ایضا)

مزید لکھتے ہیں:

''مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے رسالہ فرقہ ناجیہ میں یہ لکھا ہے کہ ناجیہ فرقہ اہلحدیث ہے اور باقی فرقے بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔۔۔ اسی طرح مولوی محمد صاحب جوناگڑھی نے اپنی تصنیفات میں حنفیوں کو گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج قرار دیا ہے۔'' (ایضاص ۱۱)

آخر میں یوں اپنے قلب کو تسکین دیتے ہیں:

''سچا فرقہ اور ناجیہ اہل حدیث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں لہذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیے اہل بدعت سے نہ ہوتا کہ مخالطت لازم نہ آئے۔''

(ایضاص ۳۳)

غیر مقلدین اور فقہ حنفی

جس طرح غیر مقلدین حضرت امام ابوحنیفہؒ اور احناف کے خلاف تند وتیز قلم وزبان استعمال کرتے ہیں ایسے ہی فقہ حنفی بھی ان کے عتاب سے نہیں بچ سکی ہے، ان کے چھوٹے بڑے وقتاً فوقتاً فقہ حنفی کے خلاف لکھتے رہتے ہیں اور یہ تو ان کے ہر فرد کی زبان پر ہے کہ ''فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔''

فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی چند تحریرات نذر قارئین کی جاتی ہیں:

☆..... حکیم فیض عالم صاحب لکھتے ہیں:

''مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آج فقہ حنفی کی آڑ میں جو مجموعہ اسفار لہو الحدیث (دل بہلانے والی باطل باتوں، ناقل) ہمارے ہاں مروج اور شائع ہے

اس میں ایک حرف بھی سیدنا امام ابوحنیفہؒ سے ثابت نہیں کیا جا سکتا اور نہ آج تک کوئی ثابت کرنے کی جرأت کر سکا ہے، اس مقام پر بے اختیار سبائیت کی اس ڈاکہ زنی اور رفض کی اس نقب زنی کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔" (اختلاف امت کا المیہ صہ ۲۱۲۔ جناب حکیم فیض عالم)

حکیم صاحب کی طرح ان کی جماعت کے اور بہت سے حضرات بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کی تردید کیلئے حضرت امام صاحب کی مسانید اور کتاب الآثار، نیز آپ کے تلامذہ حضرت امام محمد و قاضی ابو یوسف رحمہما اللہ کی کتب کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ سب کتب بحمد اللہ شائع ہو چکی ہیں ان کا مطالعہ کرکے دیکھ لیا جائے کہ فقہ حنفی کے مسائل ان کتب میں بروایت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پائے جاتے ہیں یا نہیں۔

☆ غیر مقلدین کے مشہور مناظر مولانا طالب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

"فقہ حنفی (جسے آپ کے علماء اس ملک میں بطور قانون نافذ کرنے کی سرتوڑ کوشش میں مصروف ہیں) اتنے گندے مسائل سے بھری پڑی ہے کہ قلم کی نوک اور ہماری زبان اس بات کی متحمل نہیں کہ انہیں ضبط تحریر یا نوک زبان پر لایا جا سکے، کیونکہ یہ تو وہ فقہ ہے کہ جب یہ مصطفیٰ کمال پاشا کے ملک میں رائج تھی تو اس کی گمراہی کا سبب بنی اور اس کے مسائل سن سن کر اسے اسلام سے نفرت ہوئی اور پنجاب یونیورسٹی کی ایم۔ اے اسلامیات کی طالبات نے اس فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ کے متعلق کچھ یوں اظہار خیال کیا کہ اگر یہ اسلام ہے تو ہمیں سوشلزم منظور ہے۔"

(اصلی حنفی نماز صہ ۴، شائع کردہ شبان اہل سنت ملتان)

مولانا طالب الرحمٰن نے اس کتاب میں فقہ و اہل فقہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارے لئے ضبط تحریر سے باہر ہے اس لئے ان کی ایک ہی حوالے پر اکتفاء کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک اور مناظر مولانا ابوالکلیم اشرف سلیم صاحب نے فقہ حنفی کے خلاف اپنی

ایک کتاب کے ٹائٹل پر یہ عبارت درج کی ہے ''کتاب ہذا میں محمد رسول اللہ کی احادیث مبارکہ اور فقہ حنفیہ کو فیہ کے بے بنیاد عقائد اور شرمناک مسائل کا علمی و تحقیقی موازنہ کیا گیا ہے۔''

☆ ...مولانا صاحب اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کے آخری حصے میں خالص فقہ حنفیہ کے یک صد گمراہ کن، شرمناک، انسانیت سوز، موجب لعنت، خود ساختہ، غیر معتبر، غیر مستند، مخرب اخلاق، عقائد باطلہ کا بیان کیا گیا ہے جسے پڑھ کر آپ پکار اٹھیں گے کہ واقعی مقلدین احناف کی فقہ حنفیہ کے پرخچے اڑ گئے اور قرآن و حدیث کا پرچم لہرا رہا ہے۔'' (مولانا اشرف سلیم۔ احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۲)

اس کتاب میں مولانا صاحب نے جو بیہودہ عنوانات قائم کر کے ان پر حاشیہ آرائی کی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ ہم نے فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی تحریرات کے صرف دو چار حوالے بطور نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ ان کی اکثر کتب اسی قسم کی عبارات سے بھری پڑی ہیں، فقہ حنفی کے خلاف لکھنا ان کا محبوب مشغلہ ہے، پہلے بھی ان کے بڑوں نے فقہ حنفی کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی تھیں اور آج بھی یہ کام زور و شور سے جاری ہے۔

امام صاحب اور فقہ حنفی کے خلاف پاک و ہند میں پہلی کتاب ''استقصاء الافحام'' لکھی گئی ہے اس کے مصنف ایک غالی قسم کے شیعہ حامد حسین کنتوری (متوفی ۱۳۰۶ھ) تھے، ان کا مشغلہ ہی ائمہ اہل سنت اور ان کی کتب کی تردید کرنا تھا، بعد میں فقہ حنفی کے خلاف جو کتابیں لکھی گئیں، اس کتاب کو ان کا ماخذ مان لیں۔

﴿غیر مقلدین اور امام بخاری رحمہ اللہ﴾

☆ ...نواب وحید الزمان صاحب امام بخاریؒ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کریں مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی

روایت میں شبہ کرتے ہیں۔" (لغات الحدیث ۶۱/۱۔ نواب وحید الزماں صاحب)

☆...... موصوف ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

"اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق سے روایت نہیں کی اور مروان وغیرہ سے روایت کی جو اعداء اہل بیت علیہم السلام تھے۔"

(ایضاً ۳۹/۲)

☆...... امام بخاریؒ نے واقعہ افک سے متعلق جو احادیث بخاری شریف میں ذکر کی ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے حکیم فیض عالم صاحب لکھتے ہیں:

"ان محدثین، ان شارحین حدیث، ان سیرت نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ یا تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے، لیکن اس ذہنی و تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کئے اور پیدا ہوتے رہیں گے، جو رہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو پچھ درج فرما دیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں، کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جامد نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔" (صدیقہ کائنات ص ۹۰۔ حکیم فیض عالم)

آگے لکھتے ہیں:

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم ہیں، داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری کی دھری رہ گئی۔" (ایضاً ص ۱۰۶)

ہم غیر مقلدین کی خدمت میں عرض کرنا چاہیں گے کہ جب امام بخاری کی اس عظیم واقعہ کے

متعلق احادیث کی چھان بین دھری کی دھری رہ گئی، تو دیگر احادیث کے متعلق ان کی چھان بین کا اعتبار کیونکر ہوگا؟

﴿غیر مقلدین اور بخاری شریف﴾

غیر مقلدین بظاہر بخاری شریف کے بڑے متوالے اور عقیدت مند نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین کی بخاری شریف سے عقیدت صرف زبانی دعووں تک محدود ہے۔ ذیل میں ان کی کتابوں سے چند سطور نقل کئے جاتے ہیں جن سے غیر مقلدین کا بخاری شریف کے متعلق طرز عمل واضح ہو جائے گا۔

☆......چنانچہ مشہور صحافی اختر کاشمیری اپنے سفر نامے ایران میں لکھتے ہیں:

"اس سیشن کے آخری مقرر گوجرانوالہ کے اہل حدیث عالم مولانا بشیر الرحمن مستحسن تھے مولانا مستحسن بڑی مستحب قسم کی چیز ہیں علم محیط (اپنے موضوع پر۔ناقل) جسم بسیط کے مالک، ان کا انداز تکلم جدت آلود اور گفتگو رف ہوتی ہے۔ فرمانے لگے: "اب تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ قابل قدر ضرور ہے قابل عمل نہیں، اختلاف ختم کرنا ضروری ہے مگر اختلاف ختم کرنے کیلئے اسباب اختلاف کو مٹانا ہوگا، فریقین کی جو کتب قابل اعتراض ہیں ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز تر کر رہی ہے کیوں نہ ہم ان اسباب کو ہی ختم کر دیں؟ اگر آپ صدق دل سے اتحاد چاہتے ہیں تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں، آپ اصول کافی کو نذر آتش کریں آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی فقہ (محمدی۔ناقل) صاف کر دیں گے۔" (آتشکدہ ایران ص ۹۰ از اختر کاشمیری)

غیر مقلدین اور امام ترمذی رحمہ اللہ

☆ حکیم فیض عالم صاحب ترمذی شریف کی دو روایتوں پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام مسلم سے تقریباً ۲۱ برس بعد ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی ٹکسال میں انہیں گھڑا گیا ہے۔'' (خلافت راشدہ ص ۱۱۸۔ حکیم فیض عالم صاحب)

﴿غیر مقلدین اور مسند امام احمد بن حنبلؒ﴾

☆......حکیم فیض عالم صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مسند احمد بن حنبلؒ کا جامع اول ابو بکر شافعی کے نام سے معروف ہے حقیقت میں یہ شخص رافضی تھا اور بظاہر شافعی بنا ہوا تھا۔۔۔ مسند کا جامع دوم ابو بکر قطیعی متوفی ۳۸۰ھ ہے یہ بھی شیعہ تھا، ان دونوں شیعوں نے امام احمد اور ان کے بیٹے عبداللہ سے کچھ حدیثیں لے کر ان میں جا بجا اپنے مسلک کے مطابق کچھ اثبات کر کے شیعی روایات کے الفاظ کو بدل کر اپنی خود ساختہ حدیثوں کے مناسب اسناد جوڑ کر چھ جلدوں میں ایک ضخیم مجموعہ احادیث مدون کر ڈالا۔'' (ایضاً ص ۸۴۔۸۵)

غیر مقلدین کی یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ مسند احمد میں ۳۰ ہزار (اور ایک قول کے مطابق ۴۰ ہزار) احادیث ہیں جنہیں محدث کبیر امام احمد بن حنبلؒ نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے ان کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی مسند میں جمع کیا ہے اور محدثین نے اس مسند کو دوسرے درجہ کی کتب حدیث میں شمار کیا ہے اور امہات الکتب میں سے قرار دیا ہے۔ لیکن غیر مقلدین اس قدر احادیث کو شیعوں کی کارستانی قرار دیتے ہیں اور پھر بھی خود کو اہلحدیث کہلواتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

﴿غیر مقلدین اور عمل بالحدیث﴾

غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ لوگ واقعتاً زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن و حدیث ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں یا یہ صرف زبانی دعویٰ تک محدود ہے؟ اس کو

جاننے کیلئے غیر مقلدین کے بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں جن سے بخوبی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کا عمل بالحدیث فقط دعاوی کی حد تک ہے۔ چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب رقمطراز ہیں:

''غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہلحدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہیں کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعضے عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہلحدیث ہونے کیلئے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت، جھوٹ، افتراء سے باک نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔'' (لغات الحدیث ج ۲ ص ۹۱ ۔ نواب وحید الزمان صاحب)

☆..... نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریا کار طبقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے، حالانکہ اہل علم وعمل اور اہل عرفان سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔۔۔ اس لئے تم ان لوگوں کو دیکھوں گے کہ یہ محض الفاظ حدیث کی نقل پر اکتفاء کرتے ہیں اور حدیث شریف کے فہم اور اس کے معانی ومفاہیم میں غور وخوض کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ یہ خیال حقیقت سے دور ہے۔۔۔۔ رہے یہ جاہل (غیر مقلدین۔ ناقل) تو ان کا حدیث کی ساتھ بڑے سے بڑا سلوک فقط یہ ہے کہ یہ

لوگ چند ایسے مسائل کو اختیار کر لیتے ہیں جو عبادات کے اندر مجتہدین اور محدثین کے مابین اختلافی ہیں معاملات سے متعلق مسائل جو کہ روزمرہ پیش آتے ہیں ان سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ اوران کا سارے کا سارا اتباع حدیث فقط یہ ہے کہ یہ اس خلاف کو نقل کرتے رہتے ہیں جو ائمہ مجتہدین اور محدثین کے درمیان عبادات کے اندر واقع ہوا ہے۔۔۔ اور (یہ لوگ حدیث کی کسی کتاب سے) کسی ایک مسئلہ کے استخراج اور کسی ایک حکم کے استنباط پر بھی قادر نہیں ہیں اور انہیں اس کی توفیق بھی کیسے ہو کہ یہ حدیث پر عمل کرنے کے بجائے زبانی جمع خرچ پر اور سنت کی اتباع کے بجائے شیطانی تسویلات پر اکتفا کرتے ہیں اور پھر اس کے سچا دین ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ اس بات پر خوش ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور یہ ان میں سے ہر ایک کی عادت ہے امیر ہو یا غریب تندرست ہو یا بیمار۔ میں نے ان کو بار ہا آزمایا لیکن میں نے ان میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا کہ جسے صالحین کے طریقے پر چلنے کی کوئی رغبت ہو یا وہ اس ایمان کی سیرت کے مطابق چلتا ہو، بلکہ میں نے تو ان میں سے ہر ایک کو کھیتی دنیا میں منہمک اور اس کے ردی سازوسامان میں مستغرق، جاہ و مال کو جمع کرنے والا، حلال و حرام کی تمیز کے بغیر مال کی لالچ کرنے والا پایا۔ اسلام کی منہاج سے خالی الذہن اور عام مسلمانوں کی نسبت شریر قسم کے لوگوں کی طرح بہت تنگدل پایا۔" (الحطۃ فی ذکر الصحاح الستہ صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۴۔ نواب صدیق حسن خان)

☆ . . نواب صاحب چند سطروں بعد تحریر فرماتے ہیں:

"مجھے یہ امر انتہائی تعجب و تحیر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے ہیں اور اپنے ماسوا سب مسلمانوں کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں۔۔۔۔ مقصود یہ

بے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا دیکھنا آنکھوں کی چبھن اور گلوں کی گھٹن، جانوں کے کرب اور دکھ، روحوں کے بخار، سینوں کا غم اور دلوں کی بیماری کا باعث ہیں اگر تم ان سے انصاف کی بات کرو تو ان کی طبیعتیں انصاف قبول نہیں کریں گی۔ الخ''

(ایضاً)

یہ نواب صاحب کے زمانہ میں پیدا ہونے والے غیر مقلدین کا حال تھا جن سے تنگ آ کر نواب صاحب نے لوگوں کے سامنے ان کا کچا چٹھا کھول دیا اور اپنے انتہائی کرب و بے چینی کا اظہار کر دیا، اس سے اندازہ کیجئے کہ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا کیا حال ہوگا۔؟

☆......مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی ارشاد فرماتے ہیں:

''ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور در حقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے ہیں۔۔۔۔ اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو شریعت نبویہ (کی حدبندی) کے نشان کو گراتے ہیں اور ملت حنفیہ کی بنیادوں کو کہنہ کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں اور احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسناد آثار کو پھینک دیا ہے اور ان کے دفع کرنے کے لیے وہ حیلے بناتے ہیں کہ جن کے لیے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ کسی مومن کا سر اٹھتا ہے۔'' (فتاویٰ علماء حدیث، ۸۰/۷۔

مولانا عبدالجبار غزنوی)

یہ غیر مقلدین کے اپنے اکابر علماء کے حوالہ جات تھے جن سے ظاہر ہے کہ وہ غیر مقلدین کے رویہ سے کس قدر نالاں ہیں اور اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کو حدیث سے سوائے متنازعہ مسائل کے کوئی مس نہیں۔ یہ لوگ صرف اپنے آپ کو مسلمان اور موحد سمجھتے ہیں اور اپنے ماسوا باقی سب کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔

کیا واقعی غیر مقلدین کا مقصد احیاء سنت ہے؟

جس شخص کے دل میں بھی احیاء سنت کا جذبہ ہوتا ہے وہ حضور ﷺ کی چھوٹی سی چھوٹی سنت پر بھی عمل کرتا ہے، اور اس کے چھوڑنے کو برا سمجھتا ہے اور اس میں کسی مصلحت کی پرواہ نہیں کرتا، جیسا کہ اس پر اسلاف کے واقعات شاہد ہیں۔ لیکن غیر مقلدین ایسا نہیں کرتے ان کے ہاں فقط ان اعمال پر زور ہے جو مختلف فیہ ہیں اور ان لوگوں کو حضور سرکار دو عالم ﷺ کی دوسری سینکڑوں سنتوں سے جو معاشرت و معاملات وغیرہ سے متعلق ہیں بظاہر کوئی دلچسپی معلوم نہیں ہو رہی ہے۔

اور جن اعمال پر ان کا زور ہے ان میں بھی یہ حال ہے کہ مصلحت کی جگہ میں ان کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔ مثلاً رفع یدین کو لیجئے، ان لوگوں کے ہاں رفع یدین سنت مؤکدہ، سنت دائمہ، سنت متواترہ، بلکہ فرض و واجب تک کے درجے میں ہے، جس کے اثبات کیلئے انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں، جس پر ہر وقت مناظرہ و مجادلہ بلکہ مقاتلہ تک کیلئے تیار ہو جاتے ہیں، اس عمل کو بھی یہ لوگ ذاتی اغراض کیلئے ترک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمایئے:

☆..... مولانا عنایت اللہ اثری صاحب لکھتے ہیں:

> ''انہیں ایام کا ذکر ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی جب فلاں جگہ جاتے ہیں تو وہاں کے احناف کی خاطر رفع الیدین چھوڑ دیتے ہیں۔'' (الکسر المبلغ صہ ۲۳۔ مولانا عنایت اللہ اثری)

☆..... خواجہ عطاء الرحمٰن صاحب رقمطراز ہیں:

> ''مولانا خالد صاحب (گرجاکھی) نے بتایا ہے کہ والد صاحب (مولانا نور حسین گرجاکھی) نے ایک دن تہجد کی نماز اپنے استاد مولانا علاؤ الدینؒ صاحب کے ساتھ باجماعت ادا کی تو مولانا علاؤ الدین صاحب کو تہجد میں رفع الیدین کرکے نماز پڑھتے دیکھا، حالانکہ مولانا دن کی نمازوں میں رفع یدین نہ کرتے تھے، میں نے پوچھا تو فرمانے لگے بیٹا یہ سنت سے ثابت ہے لیکن میں دن کو اس لیے نہیں

کرتا تھا کہ لوگ بدک نہ جائیں۔ کہنے لگے میں ایک دن اپنے استاد حضرت مولانا غلام رسولؒ صاحب قلعوی کے ساتھ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے بھی رفع الیدین کیا میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا بیٹا یہ سنت رسول ہے ہم لوگ صرف اس لیے نہیں کرتے کہ لوگ بدک نہ جائیں اور ہماری تبلیغ میں رکاوٹ نہ ہو۔''

(سوانح مولانا نور حسین گرجاکھی ص۱۲۔ خواجہ عطاء الرحمٰن)

اس سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کا سنت سے پیار اور عمل بالحدیث کا انحصار مصلحت پر ہے بلکہ ان کے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ سنت کی خلاف ورزی جائز اور اس کے ترک پر کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

''کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ترک کردے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہوگا؟''

مولانا صاحب نے جواب دیا کہ

''سنتوں کی وضع رفع درجات کیلئے ہے ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا انشاء اللہ۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ۱؍۶۷۴۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری)

☆...... جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی عبدالستار صاحب کے فتاویٰ ملاحظہ ہو:

''سوال:۔ کیا قبلہ رخ پاؤں کر کے سونا جائز ہے؟

جواب:۔ لیٹنے والے کی نیت اگر توہین کعبہ نہ ہو تو درست ہے اگر ہو تو نادرست ہے۔'' (فتاویٰ ستاریہ ۱؍۱۴۰۔ مفتی عبدالستار)

''سوال:۔ نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں؟ نوافل و سنت کے ترک پر گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نوافل و سنن صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں۔'' (ایضاً ۴؍۳۵)

نماز سے ہٹ کر دیگر سنتوں کے متعلق غیر مقلدین کا طرز عمل بھی ملاحظہ فرمایئے:

☆.....مولانا انوار خورشید صاحب اپنے ایک دوست کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں:

''ڈسکہ کے ایک مولانا .... نے راقم کو بتلایا کہ میں غیر مقلدین کے ایک مکتبہ پر گیا تو وہ زمین پر جگہ ہونے کے باوجود بنچ پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ مولانا حدیث میں تو آیا ہے کہ اللہ کے نبی زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور آپ کسی مجبوری کے بغیر جگہ ہوتے ہوئے بھی بنچ پر بیٹھ کر کھا رہے ہیں۔ تو انہوں نے بلا تکلف فوراً یہ کہا مولوی صاحب پہلے اپنی نماز صحیح کریں، آپ لوگ نماز تو صحیح پڑھتے نہیں (یعنی رفع یدین تو کرتے نہیں) اور ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔'' (حدیث اور اہل حدیث ص۱۱۸ مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہم)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین متفق علیہ اور مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی کو ضروری نہیں سمجھتے اور نہ ان کے چھوڑنے کو گناہ سمجھتے ہیں اور سنت سے ہٹے ہوئے عمل کو بلا کراہت صحیح قرار دیتے ہیں۔ جبکہ آمین بالجہر، رفع یدین وغیرہ جن کے مستحب ہونے میں بھی امت کا اختلاف ہے ان کے یہاں اس قدر ضروری ہیں کہ ان پر عمل درآمد کیے بغیر نہ کسی کی نماز صحیح ہے اور نہ کوئی ان کے بغیر محمدی مسلمان بن سکتا ہے۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ احیاء سنت میں مخلص نہیں بلکہ ان کا مطمح نظر فقط اختلافی اور متنازعہ مسائل کو چھیڑنا ہے جس کا نتیجہ ''تنازعہ'' ہوتا ہے۔ اس بات کی صداقت ان کے بعض علماء کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

☆......پروفیسر محمد مبارک صاحب غیر مقلدین کی ایک ذیلی جماعت، جماعت غرباء اہل حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا۔'' (علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص۲۰۸۔ پروفیسر محمد مبارک صاحب)

☆ میر محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"جماعت اہل حدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکا نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محقق اور پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق نمک ادا کرنے کے لیے ایک نہایت گہری زہین دوز تجویز کے تحت انگریز پالیسی "تفرقہ ڈالوں اور فتح کرو" مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں خصوصاً اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔"

(احیاء المیت ص ۲۶، بحوالہ تحقیق مسئلہ تراویح ص ۳۵۔ محمد ابراہیم سیالکوٹی)

☆---☆---☆

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ
ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي
شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ
تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ
وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴿٥٩﴾

﴿پانی میں وقوع نجاست کا حکم﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث،صفحہ نمبر ۱۳۷......تا......۱۴۱ طبع عشرین﴾

پہلے وہ احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن سے پانی میں وقوع نجاست کے احکام ثابت ہورہے ہیں۔یہاں ان احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جائے گا عربی الفاظ کیلئے اصل کتاب کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔

(۱)..... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھولے۔(مسلم،۱ر۱۳۷)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے برتن کی پاکی جبکہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی بار مٹی سے مانجھیں۔(مسلم،۱ر۱۳۷۔ابوداؤد،۱ر۱۰)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے جو کہ بہہ نہیں رہا ہو کہ پھر اسی میں غسل کرے۔(بخاری،۱ر۳۷)

(۴)..... حضرت ابو ہریرہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو سوکر اٹھے تو جب تک ہاتھوں پر دو یا تین دفعہ پانی نہ بہالے اس وقت تک (پانی کے) برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔(ترمذی،۱ر۱۳)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک جب تھوڑے (یعنی دہ در دہ سے کم) پانی میں نجاست گر جائے ،نجاست چاہے کم ہو یا زیادہ ،تو پانی ناپاک ہو جائے گا ،چاہے پانی کے تینوں اوصاف رنگ ،بو اور مزہ میں

سے کوئی بھی وصف نہ بدلے۔ (ہدایہ ۱/۳۵۔ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پانی کم ہو یا زیادہ نجاست گرنے سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ، بو اور مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدلے۔ چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''بارش، دریا اور کنویں کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ جو اس کے رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے۔'' (عرف الجادی ص ۹)

☆ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''کنویں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ کنواں چھوٹا ہو، اس میں پانی تھوڑا ہو کسی نجاست کے گرنے سے یا (اس میں) خونی یا غیر خونی جانور کے مرنے سے اگرچہ وہ جانور (مرکر) پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو یا اس کے بال وپر گر گئے ہو بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے۔'' (نزل الابرار ص ۳۰)

جائزہ:

اوپر ذکر کردہ پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے کتے کے جھوٹے پانی کو بہا دینے کا حکم دیا ہے اور بہا دینے کی وجہ یہ ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے حالانکہ کتے کے منہ ڈالنے سے پانی کے تین اوصاف میں سے کسی وصف کا بدلنا ضروری نہیں۔

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی سے، جس میں پیشاب کیے گئے ہو غسل کرنے کو منع فرمایا ہے۔ ممانعت کی وجہ پانی کا ناپاک ہو جانا ہی ہے حالانکہ پانی میں پیشاب کرنے سے تینوں اوصاف میں سے کسی وصف کا بدلنا ضروری نہیں۔ جبکہ چوتھی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نیند سے بیدار ہو کر احتیاطاً ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ نہ ڈالے کہ کیا معلوم ہاتھ ناپاک ہو جس کی وجہ سے پانی ناپاک ہو جائے، حالانکہ پانی میں ناپاک ہاتھ ڈالنے سے پانی کا کوئی بھی وصف نہیں بدلتا۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اگر تھوڑے پانی میں نجاست گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کے تینوں اوصاف (رنگ، بو اور مزہ) میں سے کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے۔ لیکن غیر مقلدین قلیل وکثیر میں تفریق کیے بغیر کہہ رہے ہیں کہ جب تک رنگ، بو اور مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدلے اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوگا جبکہ ان کا یہ مسلک مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

نوٹ: غیر مقلدین کے اس نظریہ کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا کسی ایک چھوٹے برتن میں پیشاب کے قطرے پڑ جائیں تو وہ پانی پاک ہونا چاہیے کیونکہ پیشاب کے قطروں سے پانی کے رنگ، بو اور مزہ میں سے کوئی چیز بھی نہیں بدلتی۔

﴿کیا منی پاک ہے؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۱۴۲ ..... تا ..... طبع ۱۴۹ عشرین﴾

(۱)..... حضرت ابن وہبؒ بروایت نافع بن جبیر، حضرت جبیرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے (ایک دفعہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مقام ابواء میں رات گزاری۔ ہم نے جب فجر کی نماز پڑھ لی تو وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ دن چڑھ گیا۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ جس کپڑے میں، میں نے نماز پڑھی ہے اس میں منی لگی ہوئی تھی اور میں اسے دھو نہیں سکا تھا۔ آپ میری وجہ سے رک گئے اور فرمایا کہ اتر کر کپڑے بدلو اور دو رکعت سنت پڑھ کر نماز کی اقامت کہو اور فجر کی نماز پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱/۲۲)

(۲)..... حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا میں ان کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہوں جو میں نے بیوی سے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن اگر تمہیں ان میں منی لگی ہوئی نظر آئے تو پھر انہیں دھو لو۔ (موارد الظمآن ۱/۸۲)

(۳)..... حضرت خالد بن ابی عزۃؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ سے ایک شخص نے پوچھا

کہ مجھے کپڑوں میں احتلام ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو منی تر ہے تو اسے دھو لے اور اگر خشک ہے تو اسے کھرچ دے اور اگر منی کا پتہ ہی نہ چلے تو اسے ہلکا سا دھو ڈالے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۸۵)

(۴)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس منی کے متعلق جو کپڑے کو لگ گئی ہو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہیں دکھائی دے تو اسے دھو لو ورنہ سارے کپڑے کو دھو ڈالو۔ (طحاوی ۱/۳۳)

(۵)..... حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ اور حضور ﷺ کی اہلیہ حضرت ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ نے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اس وقت جب کہ آپ ان میں کوئی گندگی (منی) نہ دیکھتے۔ (ابوداؤد ۱/۵۳)

(۶)..... عبدالکریم بن رشید فرماتے ہیں کہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی چادر کے متعلق سوال کیا گیا جس کو منی لگ گئی تھی لیکن یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کہاں لگی ہے، آپ نے فرمایا کہ (ساری) چادر کو دھو ڈالوں۔ (طحاوی ۱/۴۴)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک منی ناپاک ہے، اس کے ساتھ اگر کپڑے ملوث ہو جائیں تو کپڑوں کو دھونا ضروری ہے، اور اگر ان کپڑوں میں نماز پڑھی گئی تو اس نماز کی قضا کرنا واجب ہے۔ منی سے آلودہ کپڑے کو پہلے دھو کر پھر نماز پڑھنی چاہیے۔ (ہدایہ ۱/۳۷۔ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ منی پاک ہے خواہ خشک ہو یا تر، اور اس کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"منی کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی"۔ (بدور الاہلہ صفحہ ۱۵)

☆..... نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"منی پاک ہے چاہے تر ہو یا خشک گاڑھی ہو یا گاڑھی کے علاوہ" (کنز الحقائق ص ۱۳۔ نزل الابرار ۱/۴۹)

☆ ۔ نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

"منی ہر صورت میں پاک ہے"۔ (عرف الجادی ص۱۰)

جائزہ:

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام منی سے آلودہ کپڑوں کو دھوتے اور دھونے کا حکم بھی فرماتے۔ ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں حتیٰ کہ جس سے ثابت ہو رہا ہو کہ آپ نے منی سے آلودہ کپڑوں میں نماز پڑھی ہے، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ منی بالکل پاک ہے اور اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے، ظاہر ہے ان کا یہ موقف مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿کیا شراب پاک ہے؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۰، طبع عشرین﴾

☆ ۔ یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ (القرآن، ۵:۹۰)

ترجمہ: "اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر، یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔" (آسان ترجمہ قرآن (۱/۳۹۵) مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

(۱)۔ حضرت عثمانؓ (بن عفان) نے فرمایا کہ شراب سے بچو کیونکہ رسول ﷺ نے اس کا نام ام الخبائث (یعنی تمام ناپاک چیزوں کی ماں) رکھا ہے۔ (المقاصد الحسنہ للسخاوی، ص۲۰۲)

(۲)۔ حضرت طارق بن سوید جعفیؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شراب کے متعلق سوال کیا آپ نے انہیں روک دیا اور دوا کیلئے شراب بنانے کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے یہ تو بیماری ہے۔ (مسلم، ۲/۱۶۳)

(۳)۔ ابو عثمان ورنیع سے یا ابو حارثہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ

خالد بن ولید حمام میں داخل ہوئے اور انہوں نے نورہ کے بعد کوئی خوشبو مل جو شراب سے خمیر کی گئی تھی۔۔۔۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو لکھا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے شراب کی مالش کی ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بلاشبہ شراب کے ظاہر و باطن کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اور شراب کے پینے کی طرح اس کے چھونے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، شراب اپنے جسموں پر مت لگاؤ کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ (کنز العمال ۹/۳۷۷۵)

(۴)۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے کپڑوں پر شراب لگ جائے تو اس کو دھوؤ، یہ خون سے زیادہ شدید ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۹۳)

☆.... محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''شراب کے ناپاک ہونے پر تمام ائمہ کرام کا اجماع ہے البتہ داؤد ظاہری سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ شراب کو حرام سمجھتے ہوئے پاک کہتے ہیں۔ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ص۷)

مسلک احناف:

شراب کے بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ یہ ناپاک ہے بلکہ ام الخبائث (یعنی تمام ناپاک چیزوں کی اصل اور جڑ) ہے۔ اس کا پینا، اس کو بطور دوا کے استعمال کرنا، اس کی خرید و فروخت سب حرام ہے۔ (ہدایہ ۲/۴۹۷، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شراب پاک ہے اور اس کو ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''گدھوں اور شراب کے حرام ہونے سے کہ جس پر قرآن و حدیث دلالت کرتے ہیں ان کا ناپاک ہونا لازم نہیں آتا ان کے ناپاک ہونے کی دوسری دلیل ہونی ضروری ہے ورنہ متفق علیہ اصول جن کی طہارت پر باقی رہیں گے۔'' (الروضۃ الندیہ ۱/۲۰)

☆ نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

''شراب کو حرام ہونے کی وجہ سے (اسے) ناپاک کہنا بے دلیل ہے''۔ (عرف الجادی صفحہ ۲۳۷)

☆ ...نواب وحیدالزمان صاحب لکھتے ہیں:

''منی پاک ہے اور ایسے ہی شراب بھی پاک ہے''۔ (نزل الابرار ۱/۴۹)

جائزہ:

مذکورہ بالا آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت سے واضح ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے اور ام الخبائث یعنی تمام ناپاک چیزوں کی اصل اور جڑ ہے۔ حضرت مجاہدؒ کے فتوے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شراب خون سے بھی زیادہ ناپاک ہے۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کو چھوڑ کر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ شراب پاک ہے اور حرام ہونے کی وجہ سے اس کو ناپاک قرار دینا بے دلیل ہے حالانکہ مذکورہ احادیث شراب کے ناپاک ہونے پر صراحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہیں لہٰذا غیر مقلدین کا مسلک مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

کیا مردار، خون اور خنزیر سب پاک ہیں؟

حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۱۵۶ ... تا ... ۱۲۳، طبع عشرین

☆ ...قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس "(القرآن ۶/۱۴۵)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: ''جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لیے حرام ہو، الا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو، کیونکہ وہ ناپاک ہے۔'' (آسان ترجمہ قرآن ۱/۳۳۳) مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

(۱) ...حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک میت سے

وضو فرمانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ تو مردار (کی کھال کی بنی ہوئی) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی دباغت اس کی ناپاکی کو دور کر دیتی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱؍۱۰۱)

(۲)۔ ... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس کھال کو دباغت دے دی گئی وہ پاک ہوگئی۔ (ترمذی ۱؍۳۰۳)

(۳)۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے کپڑے میں خون لگا ہوا دیکھا تو اسے دھو دیا لیکن سیاہ نشان باقی رہا، آپ نے قینچی منگوائی اور اسے کاٹ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱؍۹۸)

(۴)... حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ قے، شراب اور خون سب ایک ہی طرح کے ہیں یعنی یہ اگر کپڑے پر لگ جائیں تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ (مصنف ابن شیبہ ۱؍۱۹۳)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیشؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز (پڑھنی) چھوڑ دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رگ (سے نکلنے والا خون) ہے حیض نہیں ہے اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھو لے اور نماز پڑھ لے۔ (بخاری ۱؍۳۳)

(۶)... حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے رسول ﷺ سے سوال کیا اور عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، یہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں، رسول ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھاؤ اور اگر نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھو کر ان میں کھاؤ پیو۔ (ابوداؤد ۲؍۸۱)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک مردار، خون اور خنزیر تینوں نجس وناپاک ہیں جیسا کہ مذکورہ آیت کریمہ میں "انہ رجس" کے الفاظ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (ہدایہ ۱؍۲۲، ۲۵، ۳۰، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مردار، خون اور خنزیر سب پاک ہیں ان کو ناپاک قرار دینا صحیح نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''اسی طرح آیت میتہ میں مردار حرام ہوگا ناپاک نہیں۔۔۔اور ایسے ہی خنزیر کے نا پاک ہونے پر لفظ رجس سے استدلال کرنا مناسب نہیں ہے۔۔۔اور اسی طرح ہر خون کے پاک ہونے میں کوئی صحیح سنت ثابت نہیں ہوئی۔ (بدور الاہلہ ص ۱۵، ۱۶، ۱۹)

۲۔ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''کتے اور خنزیر کے نجس العین ہونے کا، شراب، بہنے والے خون اور مردار جانور کے پلید ہونے کا دعویٰ ناتمام ہے۔'' (عرف الجادی ص ۱۰)

جائزہ:

مذکورہ بالا آیت کریمہ، احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردار، خون اور خنزیر سب نجس و ناپاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردار، خون، خنزیر تینوں کو یکجا کر کے فرمایا ''انہ رجس'' یہ ناپاک ہیں۔ احادیث میں مردار کی کھال کی دباغت کا بھی ذکر ہے یہ پاک نہیں تھی اسلئے تو دباغت کے بعد پاک قرار دی گئی اور ناپاکی کی بنا پر ہی ان سب کی خرید و فروخت سے منع کیا گیا۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے خون سے آلودہ کپڑے کو دھو کر جب داغ باقی رہ گئی تھی تو اس جگہ کو قینچی سے کاٹ ڈالا۔ اگر خون پاک ہوتا تو رسول اللہ ﷺ فاطمہ بنت حبیش کو رگ سے بہنے والے خون کو دھونے کا حکم نہ دیتے، اور خون کے ناپاک ہونے پر اجماع بھی ہے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

''والدلائل علی نجاسۃ الدم متظاہرۃ ولا اعلم فیہ خلافا عن احد من المسلمین'' (نووی شرح مسلم ۱/۱۴۰)

لیکن غیر مقلدین مردار، خون اور خنزیر سب کو پاک قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کو پلید قرار دینے کا دعویٰ ناتمام ہے جبکہ ان کا یہ موقف مذکورہ بالا احادیث کے خلاف ہے۔

﴿ کیا کتا پاک ہے؟ ﴾

﴿ حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۱۹۳ تا ۱۹۶ طبع عشرین ﴾

(۱) ..... حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے برتن کی پاکی جب کہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی مرتبہ مٹی سے مانجھیں۔ (مسلم ۱/۱۳۷، ابوداؤد ص ۱۰)

اس سے ملتی جلتی حدیث ملاحظہ ہو: (مسلم ۱/۱۳۷)

(۲) ..... حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ اس میں پانی بہادے اور برتن کو تین بار دھولے۔ (الکامل لابن عدی بحوالہ اعلاء السنن ۱/۱۹۷)

(۳) ..... حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا پانی گرا کر تین دفعہ اسے دھولو۔ (دارقطنی ۱/۶۶)

مصنف عبدالرزاق کی حدیث سے کتے کے جھوٹے میں ملوث برتن کو تین، پانچ اور سات دفعہ دھونا معلوم ہو رہا ہے ملاحظہ ہو: مصنف عبدالرزاق (۱/ص۹۰)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک کتا ناپاک ہے اور اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔ لہٰذا جس برتن سے کتا پانی پیئے وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ برتن کو کم از کم تین مرتبہ دھویا جائے۔ (ہدایہ ۱/۳۵، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ کتا پاک ہے، اس کا لعاب بھی پاک ہے، اس کا جھوٹا بھی پاک ہے اور اس کے پیشاب پاخانے کو بھی ناپاک نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے اس کے خون، بال اور پسینہ کے

ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ

خاص ہے"۔ (بدور الاہلہ صہ ۱۲)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"لوگوں نے کتے خنزیر اور ان کے جھوٹے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ راجح بات

یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور ایسے ہی لوگوں نے کتے کے

پیشاب پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر

کوئی دلیل نہیں ہے" (نزل الابرار ۱/۵۰۔۵۹)

جائزہ:۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ کتا ناپاک ہے اور اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ اس کے جوٹھے کا ناپاک ہونا اس وجہ سے ہے کہ خود کتا ناپاک ہے اور یہی حکم اس کے پیشاب پاخانے کا بھی ہے۔ اسی طرح جس برتن سے کتا پانی پی لے اس کی پاکی یہ ہے کہ کم از کم اس کو تین دفعہ دھویا جائے۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک کتا پاک ہے اور اس کے پیشاب پاخانے کے متعلق کہتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں ظاہر ہے ان کا یہ نظریہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿ کیا جانوروں کا پیشاب پاک ہے؟ ﴾

﴿ حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۱۶۶ ...تا... ۱۷۷ طبع عشرین ﴾

(۱)... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (مستدرک حاکم ۱/۱۸۳)

یہی حدیث الفاظ کی تھوڑی سی اختلاف کے ساتھ ملاحظہ ہو: (فتح الباری ۱/۱۰۲)

(۲).....حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پیشاب سے بچو

کیونکہ قبر میں بندہ کا سب سے پہلے اسی پر محاسبہ ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد، ۱/۲۰۹)

(۳) حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پیشاب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں ذرا سا بھی پیشاب لگ جائے تو اسے دھولو کیونکہ میرا گمان یہی ہے کہ اس سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔ (التلخیص الحبیر ۱/۱۰۶)

(۴) حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھاگل میں پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ عمار کیا کر رہے ہو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے تھوک لگ گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہیے۔ پیشاب، پاخانہ، قے، خون اور منی، عمار تمہارا تھوک تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھاگل میں ہے سب برابر (یعنی پاک) ہے۔ (دار قطنی ۱/۱۲۷)

(۵) مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نیک وصالح صحابی کی تدفین سے فارغ ہوئے تو آپ کو احساس ہوا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا ہوئے ہیں، آپ ان کی اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور ان صحابی کے اعمال کے متعلق دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ یہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کی پیشاب سے نہیں بچتے تھے۔ اس موقع پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ پیشاب سے بچو کیونکہ قبر کا عذاب عام طور پر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (نور الایضاح ص ۲۹، طحطاوی حاشیہ الی فلاح)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک پیشاب مطلقاً ناپاک ہے انسان کا پیشاب ہو یا حیوان کا حلال جانوروں کا ہو یا حرام جانوروں کا سب نجس و ناپاک ہے۔ (ہدایہ ۱/۳۵، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

اس کے برعکس غیر مقلدین حلال جانور ہو یا حرام، سب کے پیشاب کو پاک قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اور منی پاک ہے ،ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون، شرمگاہ کی رطوبت، شراب اور حلال وحرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں ۔'' (نزل الابرار، ۱/۴۹)

جائزہ:

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب مطلقاً ناپاک ہے ۔ سرکار دوعالم ﷺ نے پیشاب سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور نہ بچنے پر وعید ذکر کی ہے ۔ نیز آپ نے بدن اور کپڑے پر پیشاب لگ جانے کی صورت میں ان کے دھونے کا حکم فرمایا ہے ۔ ان تمام باتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے، اس کے لگنے سے بدن ناپاک ہو جاتا ہے اور آپ نے پیشاب کے ناپاک ہونے میں حلال وحرام جانور کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی اس لیے یہی کہا جائے گا کہ پیشاب مطلقاً ناپاک ہے ۔ لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مطلقاً جانوروں کا پیشاب پاک ہے حالانکہ یہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے ۔

﴿وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۱۷۵ ...... تا ...... ۱۷۷، طبع عشرین﴾

☆...... یاایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین ۔ (القرآن، ۶/۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے، اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک (دھولیا کرو) ۔ (آسان ترجمہ قرآن (۱/۳۲۷)، مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم)

(۱)...... حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا تھا ہم سے پیچھے رہ گئے، پھر آپ نے ہم کو پالیا ۔ اسی اثناء میں عصر کا وقت ہو گیا، ہم اپنے پاؤں

پر مسح کرنے لگے آپ نے پکار کر فرمایا ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے آگ سے۔(مسلم ۱/۱۲۵)

(۲)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ ایک شخص نے (دوران وضو) اپنی ایڑی نہیں دھوئی تو آپ نے فرمایا ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے آگ سے۔(ایضاً)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک وضو کے دوران اگر پاؤں میں موزے نہ ہو تو ان کا کو دھونا فرض ہے اور ان پر مسح کرنا جائز نہیں۔(ہدایہ ۱/۱۲، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی دوران وضو پاؤں پر مسح کرے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیے، اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ پاؤں پر مسح کرنا ہی فرض ہے۔ چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ان پر انکار جائز نہیں جیسا کہ (دوران وضو) پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔"(ہدیۃ المہدی ۱/۶۸)

☆......مولانا ابراہیم صاحب لکھتے ہیں:

"پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے۔"(فتاویٰ ابراہیمیہ ص ۲۱، بحوالہ فتح المبین ص ۲۵۲)

جائزہ:

مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو پاؤں کا دھونا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے، نیز سرکار دو عالم ﷺ ذرا سی ایڑی کے خشک رہ جانے پر اتنی وعید فرما رہے ہیں جبکہ مسح میں تو اکثر پاؤں ہی خشک رہتا ہے۔ خود سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا کہ دوران وضو پاؤں میں اگر موزے

نہ ہوتے تو پاؤں کو اچھی طرح دھوتے ، اور اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی پورا پاؤں نہ دھوئے صرف مسح ہی کرلے تو بھی صحیح ہے اسے روکنا نہیں چاہیے، بلکہ پاؤں پر مسح کرنا ہی فرض ہے۔ظاہر ہے ان کا یہ مسلک مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث کے خلاف ہے۔

﴿کیا وضو کے شروع میں بسملہ پڑھنا فرض ہے؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۱۷۷ ... ۱۸۲ طبع عشرین﴾

(۱) ... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ! جب تو وضو کرنے لگے تو کہہ بسم اللہ و الحمد للہ، بلاشبہ تیرے محافظ فرشتے مسلسل تیرے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تو اس وضو سے بے وضو ہو جائے۔ (معجم طبرانی صغیر، ۱/۷۳، مجمع الزوائد، ۱/۲۲۰)

(۲) ... حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص وضو کرتے ہوئے کہے بسم اللہ ، پھر ہر عضو کو دھوتے ہوئے کہے "اشہد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ" پھر وضو سے فارغ ہو کر کہے "اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین" تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ پھر اگر وضو سے فارغ ہوتے ہی فوراً دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان میں قرأت کرے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا اسے علم بھی ہو تو وہ اپنی نماز سے ایسے منتقل ہوتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا، پھر اسے کہا جاتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کر۔ (کنز العمال، ۹/۲۹۹)

(۳) ... حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح سے وضو نہ کرے جیسا کہ اللہ نے وضو کا حکم دیا ہے، اپنے چہرہ کو دھوئے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے

اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔ (ابوداؤد ۱/۱۲۴۔ ابن ماجہ ص ۳۶)

(۴)... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا تو اس کا بدن پاک ہو گیا اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام نہ لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہوگی۔ (دارقطنی ۱/۷۴)

یہی حدیث الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ملاحظہ ہو: بیہقی (۱/۴۴)، دارقطنی (۱/۷۳)

(۵)... حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو بھی وضو ہو جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لینی چاہیے، وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے اس لئے اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو بھی وضو ہو جائے گا۔ (ہدایہ ۱/۱۸۔ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر شروع میں بھول جائے تو اثناء وضو میں "بسم اللہ اولہ و آخرہ" کہہ لے اور اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ چنانچہ مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں:

> "الغرض ہر متوضی کو وضو کے شروع میں بسم اللہ والحمد للہ ضرور کہنا چاہیے اگر ابتداء وضو میں بھول جائے تو اثناء وضو میں بسم اللہ اولہ و آخرہ کہہ لے ورنہ وضو نہ ہوگا اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔" (فتاویٰ ستاریہ ۲/۱۹)

☆ ..... مولانا خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

> "وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر وضو شروع کرنا چاہیے جو بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہوگا۔" (صلوٰۃ النبی ص ۶۸)

جائزہ:

مذکورہ بالا احادیث وآثار سے ثابت ہو گیا کہ وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھ لینی چاہیے اس کا بڑا اجر وثواب ہے، لیکن اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو بہر حال ہو جائے گا گو ترک سنت کی وجہ سے ثواب کم ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صاحب کی نماز کی اصلاح کرتے ہوئے وضو کا طریقہ بتلایا لیکن اسے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے بسم اللہ پڑھو۔ حدیث نمبر۴ ..... سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو ہو جائے گا۔ حضرت حسن بصریؒ بھی یہی فتویٰ دیتے تھے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے مقابلے میں غیر مقلدین کا موقف یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی نے نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا حالانکہ وضو کے شروع میں بسم اللہ کا ضروری ہونا احادیث سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔

﴿خون نکل کر بہہ جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۱۸۷ تا ۱۹۱، طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے دوران نماز الٹی آجائے یا نکسیر بہہ پڑے یا منہ بھر کرتے ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے اور نماز پر بنا کرے بشرطیکہ اس دوران کوئی بات چیت نہ کی ہو۔ (ابن ماجہ ص ۸۷)

(۲)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا نماز پڑھنی چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھو لے اور نماز پڑھ لے۔ (بخاری ۱٫۳۳)

(۳)..... حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بہنے والے خون

(کے نکلنے) سے وضو (لازم ہو جاتا) ہے۔ (کامل ابن عدی ۱/۱۹۳)

یہی حدیث حضرت تمیم داریؓ کی روایت سے ملاحظہ ہو: دار قطنی (۱/۱۵۷)۔

(۴)... حضرت ابن سیرینؒ نے اس شخص کے متعلق جسے خون آلود تھوک آتا ہے فرمایا کہ جب تھوک پر خون غالب ہو تو وضو کرے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۱۴۸)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک اگر بدن کے کسی حصہ سے خون نکلے اور بہہ کر اپنی جگہ سے تجاوز کر سے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ہدایہ ۱/۲۴۔ درسی نسخہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پاخانہ کی جگہ کے علاوہ بدن کے کسی حصہ سے بھی خون نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ خون بہہ پڑے۔ چنانچہ نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

''خون نکلنے اور قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔'' (عرف الجادی ص ۱۴)

☆... نواب وحیدالزمان صاحب لکھتے ہیں:

''پیشاب پاخانہ کی جگہ کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ بہہ پڑے وہ خون جو زخموں سے نکلے وہ بھی وضو نہیں توڑتا۔ ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔'' (نزل الابرار ۱/۱۹)

☆... مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''بدن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔'' (دستور المتقی ص ۷۷)

جائزہ:

مذکورہ بالا احادیث وآثار سے ثابت ہو گیا کہ اگر بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ پہلی حدیث..... میں رسول اللہ ﷺ نے نکسیر بہنے کی صورت میں وضو کرنے کا حکم دیا ہے، ظاہر ہے کہ نکسیر بہتی ہے تو خون ہی نکلتا ہے۔ دوسری حدیث... سے ثابت ہو رہا ہے

کہ خون استحاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو کہ مانع صلوٰۃ تو نہیں البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑے گا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے اور جب ایسا ہے تو پھر ہر وہ خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہہ پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا، کیونکہ بہنے والا خون رگ ہی کا ہوتا ہے، شاید اس لیے آپ ﷺ نے یہ کلیہ بیان فرمادیا کہ ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔ جلیل القدر تابعی حضرت امام ابن سیرینؒ سے کسی نے خون آلود تھوک کے متعلق مسئلہ پوچھا تو فرمایا اگر تھوک پر خون غالب ہے تو وضو کرنا پڑے گا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے بھی خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، حالانکہ اوپر احادیث میں سرور عالم ﷺ کا واضح ارشاد موجود ہے کہ بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہاں بھی احناف کا عمل احادیث پر ہے جبکہ غیر مقلدین کا عمل احادیث پر نہیں۔

﴿قے آنے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۱۹۱ ج ۔ ۱۹۳ طبع عشرین﴾

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے دوران نماز الٹی آجائے یا نکسیر بہہ جائے یا منہ بھر کر قے ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۶)

(۲)... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو دوران نماز الٹی آجائے یا منہ بھر کر قے آجائے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے اور جو نماز پڑھ چکا ہے اس پر بناء کرے جب تک بات چیت نہ کی ہو۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ اگر بات چیت کرلی تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے۔ (دارقطنی ۱/۱۵۴)

(۳)... حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قے ہوئی تو آپ نے وضو

فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ سے ملا تو میں نے ان سے اس بات کا تذکرہ کیا، انہوں نے فرمایا کہ ابودرداءؓ نے سچ کہا اور میں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وضو کا پانی ڈالا تھا۔ (ترمذی، ص ۲۵)

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کبھی ان کی نکسیر پھوٹ جاتی تو لوٹ کر وضو کرتے اور بات چیت نہ کرتے پھر واپس آ کر پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیتے۔ (بیہقی، ۱/۲۵۹)

(۵)..... حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب کسی کی نماز میں نکسیر بہہ پڑے یا قے غالب آ جائے یا مذی پائے تو وہ جا کر وضو کرے اور واپس آ کر باقی نماز کو پڑھی ہوئی نماز پر (بنا کرتے ہوئے) پوری کرے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق، ۲/۳۳۹)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک منہ بھر کر قے آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح نکسیر بہنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (ہدایہ، ۱/۲۲،۲۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

''خون نکلنے اور قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔'' (عرف الجادی، ص ۱۲)

☆ ..نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔'' (نزل الابرار، ۱/۱۸)

جائزہ:

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منہ بھر کر قے آنے سے اور نکسیر بہنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کو جب قے ہوئی تو آپ نے وضو کیا اور صحابہ کرام کو بھی اسی کا حکم فرمایا، چنانچہ صحابہ کرام اسی پر عمل کرتے کراتے رہے۔ لیکن غیر مقلدین کا موقف یہ ہے کہ قے

آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، لہٰذا وضو کرنے کی ضرورت نہیں، جبکہ ان کا یہ نظریہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۱۹۳ ط ۱۹۹۹ء طبع عشرین﴾

(۱)۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور مسجد کے ایک گڑھے میں گر گئے۔ ان صاحب کی آنکھ میں تکلیف تھی بہت سے لوگ دوران نماز ہنس پڑے، رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو وضو اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۶ بحوالہ طبرانی الکبیر)

یہی حدیث حضرت ابو العالیہ الریاحیؒ سے بھی مروی ہے ملاحظہ ہو مصنف عبد الرزاق (۲/۳۷۶)

(۲)۔ حضرت حسن بصریؒ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک نابینا آدمی قبلہ کی جانب سے نماز کے ارادہ سے آیا لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے، یہ نابینا ایک گڑھے میں گر گیا بعض لوگ ہنس پڑے حتیٰ کہ انہوں نے قہقہہ لگایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے قہقہہ لگایا ہے وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائے۔ (کتاب الآثار امام ابی حنیفہ بروایت امام محمد ص ۳۵)

یہی حدیث حضرت معبدؓ کی روایت سے ملاحظہ ہو کتاب الآثار امام ابی حنیفہ بروایت ابو یوسف ص ۱۰۳۔

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز میں اگر کسی نے قہقہہ لگایا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور نماز کے ساتھ وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔ (ہدایہ ۱/۲۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دوران نماز قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اور قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ بالغ نمازی کامل نماز میں قہقہہ لگائے۔"

(نزل الابرار ۱/۱۹)

جائزہ:

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی نے نماز میں قہقہہ لگایا تو نماز کے ساتھ اس کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے قہقہہ لگانے والوں کو وضو اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔ لیکن غیر مقلدین کے ہاں نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ یہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿اعضاء وضو مکمل دھونا فرض ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۰۰ ج ۲ ۰۰ طبع عشرین﴾

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن کے برابر جگہ اپنے پاؤں پر (خشک) چھوڑ دی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ لیا، آپ نے فرمایا کہ جاؤ اچھی طرح سے وضو کرو، وہ گیا اور (اچھی طرح وضو کر کے) نماز پڑھی۔ (مسلم ۱/۱۲۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک دوران وضو اگر اعضاء وضو میں سے کوئی جگہ ناخن کے برابر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا، ناخن پالش لگانے سے چونکہ ناخن خشک رہتے ہیں اس لیے اگر کسی نے ناخن پالش لگائی ہے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ (ہدایہ ۱/۲۹، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کرتے ہیں کہ مہندی لگانے سے بالاتفاق وضو ہو جاتا ہے اس لیے ناخن پالش لگانے سے بھی وضو ہو جائے گا۔ چنانچہ مولانا عبداللہ روپڑی صاحب ایک

سوال کا جواب دیتے ہیں۔سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمایئے:

''سوال:۔کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو وضو نہیں ہوتا؟

جواب:۔ناخن پالش مہندی کی قسم سے ہے مہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے سے گاڑھا اور موٹا ہو جاتا ہے جو بالاتفاق جائز ہے ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیے۔''(فتاوی اہل حدیث ۱؍۲۵۱)

جائزہ:

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی جگہ ناخن کے برابر خشک رہ جائے تو وضو نہیں ہوگا، یہ بات بالکل واضح ہے کہ ناخن پالش لگانے سے ناخن خشک رہتے ہیں اس لیے وضو نہیں ہوگا۔لیکن غیر مقلدین ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ چونکہ مہندی لگانے سے وضو ہو جاتا ہے اس لیے ناخن پالش لگانے سے بھی وضو ہو جائے گا۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ناخن پالش الگ چیز ہے اور مہندی الگ چیز ہے، کیونکہ مہندی میں انسانی صنعت کو دخل نہیں، اس کے پتے ہوتے ہیں جنہیں پیس کر پانی میں گوندھ لیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پر لگانے سے رنگ چڑھ جاتا ہے جبکہ ہاتھوں پر مہندی کا کوئی جزء بھی باقی نہیں رہتا۔اس کے برعکس ناخن پالش خالص انسانی صنعت ہے،اس کے ناخنوں پر لگانے سے ناخنوں پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا بلکہ ناخنوں پر رنگ دار روغن رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جونہی ناخن پالش اترتی ہے ناخن صاف ہو جاتے ہیں کوئی رنگ نظر نہیں آتا۔دوسرے مہندی کا رنگ گہرا ہوتا ہے ناخن پالش کی طرح اس کی تہہ نہیں بن جاتی جو پانی کو ناخن تک پہنچنے سے روک سکے۔تیسرے مہندی کا رنگ پانی کے ناخن تک سرایت کرنے کو نہیں روکتا جبکہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے کو روکتی ہے۔پس جب پانی ناخنوں تک نہیں پہنچتا تو وضو کیسے ہو جاتا ہے، جبکہ سرور عالم ﷺ ناخن کے برابر جگہ خشک رہ جانے پر وضو لوٹانے کا حکم دیتے ہیں۔ہاں اگر مہندیوں

میں بھی ایسی کوئی قسم ہے جو ناخن پر لگانے سے ناخن تک پانی کی سرایت کو روکتی ہو تو اس کے لگانے سے بھی وضو نہیں ہوگا۔

اس تفصیل سے جہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ ناخن پالش لگانے سے ناخن خشک رہتے ہیں اور اس کے ساتھ وضو نہیں ہوتا وہاں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ غیر مقلدین مذکورہ مسئلہ میں حدیث کو ترک کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرتے ہیں جس کا الزام حضرات احناف پر وہ روز لگاتے ہیں، حالانکہ احناف صرف وہاں قیاس کرتے ہیں جہاں قرآن، حدیث اور اجماع سے کوئی بات ثابت نہ ہوتی ہو جبکہ غیر مقلدین حدیث کے ہوتے ہوئے یہاں قیاس پر عمل کرتے ہیں اور وہ بھی غلط قیاس کر کے حدیث کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ رو ہونا یا اس کی طرف پیٹھ کرنا منع ہے

(حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۰۷ ۔۔۔ تا ۔۔۔ ۲۱۳، طبع عشرین)

(۱) ..... حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رخ کرو نہ پیٹھ کرو، البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرلو۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام آئے تو ہم نے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے پائے، پھر ہم رخ تبدیل کر لیتے تھے اور اللہ سے استغفار کر لیتے تھے۔ (بخاری، ۱/۱۷۸، مسلم، ۱/۱۳۰، واللفظ لمسلم)

(۲) ..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو وہ ہرگز ہرگز قبلہ کی طرف رخ کرے نہ پیٹھ۔ (مسلم، ۱/۱۳۱)

(۳) ..... حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں قاصد بنا کر بھیجا فرمایا تم میرے قاصد بن کر اہل مکہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا ہے وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور تین چیزوں کا حکم دیتے ہیں کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ، جب بیت الخلاء جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پیٹھ، اور ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو۔ (مسند احمد، ۳/۴۸۷)

(۴)..... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے کسی مشرک نے استہزاءً کہا کہ تمہارے صاحب تو تمہیں ہر چیز سکھلاتے ہیں حتی کہ پیشاب پاخانے کا طریقہ بھی۔ آپ نے کہا کہ ہاں نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف نہ رخ کریں نہ پشت۔ (دار قطنی، ۱/۵۷)

(۵)..... حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پیشاب پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، ۱/۳)

(۶)..... حضرت سلمہ بن وہرام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طاؤسؒ کو سنا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاخانہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کے قبلہ کا اکرام کرے، نہ اس کی طرف رخ کرے نہ پشت۔ (دار قطنی، ۱/۵۷)

(۷)..... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بیت الخلاء میں نہ قبلے کی طرف منہ کیا نہ پیٹھ کی، تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔

(مجمع الزوائد، ۱/۲۰۶)

علامہ ابن قیمؒ کی تحقیق

☆..... علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بیت اللہ شریف کے خواص میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت اس کی طرف رخ کرنا اور پشت کرنا حرام ہے دنیا کی باقی تمام جگہوں کے علاوہ۔ اور اس مسئلہ میں صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ استقبال واستدبار میں کوئی فرق نہیں خواہ فضاء میں ہو یا عمارت میں (ہر جگہ حرام ہے) ان دس سے زیادہ دلائل کی وجہ سے جو میں نے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔" (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ۱/۸)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک بغیر کسی عذر کے قبلہ رو ہونا اور پشت کرنا آبادی میں ہو یا صحرا میں مطلقاً حرام ہے۔ (ہدایہ، ۱/۱۴۳، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا اس کی طرف پشت کرنا جائز بلکہ بعض علماء اہل حدیث نے اسے مسنون تک کہا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''مگر گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں جائز ہے۔'' (دستور المتقی ص ۴۵)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''استنجا کرتے وقت قبلہ رو ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔'' (نزل الابرار ۱/۵۴)

☆..... حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک ادراک تجربہ سماعت فرمائیں، آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہر حال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے، مگر اہل حدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استنجا خانے گرا کر از سر نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں، وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔'' (احسن الفتاوی، ۲/۱۰۹)

جائزہ:

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ بول و براز کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا اس کی طرف پشت کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔ جناب نبی کریم سرکار دو عالم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے اور قبلہ شریف کے اکرام کرنے کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہی بتلائی ہے کہ اس کی طرف نہ رخ کیا جائے اور نہ پشت۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بول براز کے وقت قبلہ رو ہونے اور اس کی طرف پشت کرنے سے بچتے تھے اور اگر کہیں بیت الخلاء قبلہ رو بنے ہوئے بھی ہوتے تو رخ بدل کر بیٹھتے تھے۔ امام ابن قیم کی تحقیق کے مطابق صحیح ترین مذہب بھی یہی ہے آبادی ہو یا صحرا ہر حال میں بول

براز کے وقت قبلہ رو ہونا اور اس کی طرف پشت کرنا منع ہے الا یہ کہ کسی عذر کی وجہ سے کیا جائے تو وہ دوسری بات ہے۔

لیکن ان صحیح ،صریح ،مرفوع احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا اس کی طرف پشت کرنا جائز ہے اور نا جائز ہونا تو دور رہا مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ کے سختی سے روکے ہوئے اس عمل کو غیر مقلدین سنت قرار دے رہے ہیں جو حدیث پر عمل کرنے کے دعوے کرتے ہیں، ان باتوں کے ہوتے ہوئے یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے کہ غیر مقلدین احادیث پر عمل پیرا ہیں، جبکہ احناف کا مسلک بالکل واضح ہے جو ان احادیث کے مطابق ہے۔

﴿جمعہ کے دن غسل واجب نہیں بلکہ مسنون ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث ،صفحہ نمبر ۲۱۳ ..... تا ..... ۲۲۱ طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے خوب اچھی طرح سے وضو کیا پھر نماز جمعہ کیلئے آیا اور قریب ہو کر کان لگائے اور خاموش رہا تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح ۱/۱۱۲)

(۲)..... حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن وضو کیا تو خیر اچھا کیا اور جس شخص نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ (ترمذی ۱/۱۱۴، ابوداؤد ۱/۵۱)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے خاص کردیا ہے پس جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے آئے اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے اور اگر خوشبو ہو تو وہ بھی لگائے اور تم پر مسواک لازم ہے۔ (ابن ماجہ ص ۷۷)

(۴)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ (رواہ البزار ورجالہ ثقات۔ مجمع الزوائد ۲/۱۷۳)

(۵) .... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات۔ مجمع الزوائد ۲/۱۷۵)

(۶) .... حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ کچھ اہل عراق (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس) آئے اور کہنے لگے ابنِ عباسؓ کیا تم جمعہ کے دن غسل کو واجب سمجھتے ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں البتہ غسل زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور جو غسل کرے اس کیلئے بہتر ہے اور جو نہ کرے تو واجب بھی نہیں ہے۔ (ابوداؤد ۱/۵۱)

(۷) .... حضرت عبیدہؒ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابووائلؒ کے سامنے جمعہ کے دن کے غسل کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا (جمعہ کے دن) غسل واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے بوڑھے جمعہ کے دن سخت سردی میں نہاتے اور مرجاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۹۷)

(۸) .... حضرت زاذانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے غسل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب چاہو غسل کرلو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس غسل کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس کے کرنے میں فضیلت ہے۔ آپ نے فرمایا جمعہ کے دن، عرفہ کے دن، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن۔ (طحاوی ۱/۸۲)

(۹) .... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ سرکار دوعالم ﷺ کے مہاجرین اولین صحابہ کرامؓ میں سے ایک صاحب (حضرت عثمانؓ) حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے پکار کر ان سے کہا کہ یہ آنے کا کونسا وقت ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں کسی کام میں مشغول تھا اور ابھی گھر میں نہیں لوٹا تھا کہ میں نے اذان سنی اور وضو سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف وضو ہی کیا؟ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔ (بخاری ۱/۱۲۰)

تنبیہ .... محمد بن عبدالرحمٰن شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’جمعہ کیلئے غسل تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے سوائے داؤد ظاہری اور حسن کے۔

(رحمۃ الامۃ ص ۶۱)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے، ابتداء اسلام میں یہ واجب تھا (اور وجوب غسل کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت لوگ تنگدستی کی وجہ سے ٹاٹ کے کپڑے پہنتے تھے جس کی وجہ سے مسجد میں پسینہ کی بو آتی تھی۔ پھر بعد میں جب مال ومتاع کی فراوانی ہوگئی اور لوگوں کی خستہ حالی ختم ہوئی تو غسل کا وجوب بھی اٹھ گیا جبکہ سنیت باقی رہ گئی۔ (ہدایہ ۱/۳۲ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

’’اور جمعہ کے لئے غسل واجب ہے‘‘ (عرف الجادی، ص ۱۳)

☆..... نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

’’جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر غسل واجب ہے‘‘۔ (نزل الابرار ۱/۴۵)

☆..... مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

’’جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے‘‘۔ (دستور المتقی، ص ۵۷)

جائزہ:

احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے جمعہ کے دن اچھی طرح سے وضو کر کے آنے پر اجر وثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ کیلئے اگر کوئی صرف وضو کرے تو بھی کافی ہے البتہ غسل کو افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابووائل رضی اللہ عنہم سب جمعہ کے دن غسل کو سنت سمجھتے تھے واجب نہیں سمجھتے تھے، اگر یہ

غسل واجب ہوتا تو یہ صحابہ کرامؓ اس کا انکار نہ فرماتے۔

بخاری شریف کی حدیث سے بھی غسل کی سنیت معلوم ہوتی ہے اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کو ضرور واپس بھیج دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک بھی جمعہ کے دن غسل سنت ہے۔ یہی تابعین وتبع تابعین کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے سوائے داؤد ظاہری اور حسن کے کیونکہ وہ جمعہ کے دن غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین اس بات کے قائل ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے، ظاہر ہے کہ ان کا یہ مسلک مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داؤد ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہ جمعہ کے دن غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔

تیمم کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۲۲۱۔۔۔ تا ۲۲۴ طبع عشرین)

(۱)... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک چہرہ کیلئے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کیلئے۔ (دار قطنی ۱/۱۸۰)

اس سے ملتی جلتی احادیث دار قطنی (۱/۱۸۱) میں حضرت جابرؓ کی روایت سے، مستدرک حاکم (۱/۱۷۹) اور جامع المسانید (۱/۲۳۳) میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے ذکر کی گئیں ہیں۔

(۲)... حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے چوپایوں کے باڑہ میں تیمم کیا، آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ پر مسح کیا، پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۸)

(۳)... حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تیمم کے بارے میں سوال کیا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے ہاتھوں اور چہرہ کا مسح کیا

، پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مارے اور ان سے دونوں بازوؤں کا مسح کیا۔ (طحاوی، ۱/۸۱)

(۴)۔۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کیلئے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کیلئے۔ (مسند امام زید ص ۷۸)

(۵)۔۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت ہاتھوں کا مسح کیا۔ (مسند امام زید ص ۷۷)

(۶)۔۔ حضرت حبیب شہید سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت حسنؒ (بصری) کو سنا کہ آپ سے تیمم کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرے کا مسح کیا، پھر دوبارہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/۱۵۹)

(۷)۔۔ ابن طاؤسؒ اپنے والد طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کیلئے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کیلئے۔ (ایضاً ص ۱۵۹)

(۸)۔۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کیلئے اور ایک ضرب ہاتھوں کیلئے۔ (ایضاً)

(۹) حضرت ابراہیم نخعیؒ سے تیمم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر رکھ کر چہرہ کا مسح کرلو پھر دوبارہ ہاتھ رکھ کر جھاڑو اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کرلو۔ (کتاب الآثار لابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۱۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک تیمم میں دو ضربیں ہیں ایک ضرب چہرہ پر مسح کرنے کیلئے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں پر مسح کرنے کیلئے، اور یہ دونوں ضربیں لگانا تیمم میں ضروری ہیں۔ (ہدایہ ۱/۵۱، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

تیمم کے بارے میں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اس میں صرف ایک ہی ضرب ہوتی ہے جبکہ کسی

بھی حدیث میں دو ضربوں کا ذکر موجود نہیں۔ چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

”تیمم ایک ضرب ہے زمین پر“۔ (عرف الجادی صفحہ ۱۰)

☆ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”صحیح احادیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کیلئے سوائے ایک ضرب کے اور کچھ نہیں آیا“۔

(بدور الاہلہ صفحہ ۳۵)

جائزہ

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ صحابہ اور تابعین عظام سب فرما رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ لیکن ان سب کے برعکس غیر مقلدین تیمم میں دو کے بجائے ایک ضرب کے قائل ہیں حالانکہ یہ مذکورہ احادیث و آثار کے خلاف ہے۔

مدت حیض متعین ہے

حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۲۲۶ تا ۲۲۸ طبع مشرقی نو

(۱)۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ (دارقطنی ۱/۲۱۹)

یہی حدیث حضرت ابو امامہؓ کی روایت سے ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد (۱/۲۸۰)

(۲)۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ (رواہ الدارمی ۱/۲۱۰ اثقات رجال رجال مسلم۔ اعلاء السنن ۱/۲۴۷۔ دارقطنی ۱/۲۰۹)

(۳)۔۔۔۔ حضرت حسن حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ حائضہ عورت جب دس دن سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔ (ایضاً صفحہ ۲۱۰)

(۴)..... حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ (ایضا)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک حیض کی مدت متعین ہے، اس کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ دنوں میں جو خون آئے گا وہ حیض کا نہیں ہوگا بلکہ استحاضہ کا شمار ہوگا۔ (ہدایہ ۱/۶۲،۶۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل و اکثر کوئی مدت متعین نہیں اور نہ ہی تعیین مدت پر کوئی دلیل موجود ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''حیض کی اقل و اکثر مدت کی تعیین سے متعلق کوئی قابل تمسک دلیل نہیں آئی''۔ (بدور الاہلہ، صفحہ ۳۰)

☆..... جناب نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

''اقل و اکثر حیض کی کوئی مدت متعین نہیں، اور شریعت میں اقل و اکثر طہر و حیض کے متعلق کوئی دلیل نہیں آئی۔ (عرف الجادی، صفحہ ۱۶)

☆..... جناب نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اقل و اکثر حیض کی کوئی حد نہیں''۔ (نزل الابرار، ۱/۳۵)

☆..... نواب صاحب ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

''اور اس باب میں جو حدیثیں حنفیوں نے روایت کی ہیں وہ سب موضوع اور باطل ہیں اور صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ حیض کی کوئی مدت متعین نہیں ہو سکتی، ہر ایک عورت کی عادت پر اس کا انحصار ہے''۔ (تیسیر الباری، ۱/۲۰۰)

جائزہ:

احادیث وآثار سے معلوم ہورہا ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ حضرت واثلہ بن اسقع سرور عالم ﷺ کا یہی ارشاد نقل فرماتے ہیں، حضرت انسؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اگر حائضہ عورت دس دن سے تجاوز کر جائے تو بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہوگی اور غسل کر کے نماز پڑھے گی، حضرت سفیان ثوریؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف حضرات غیر مقلدین اس بات کے قائل ہیں کہ حیض کی (اقل واکثر) کوئی مدت متعین نہیں ہے ظاہر ہے ان کا یہ نظریہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿طہارت کے بغیر قرآن چھونا جائز نہیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۲ طبع عشرین﴾

☆.....لایمسہ الا المطھرون۔ (القرآن، ۵۶؍۷۹)

ترجمہ: ''اس کو وہی لوگ چھوتے ہیں جو خوب پاک ہیں۔'' (آسان ترجمہ قرآن، ۳؍۱۶۶۸) مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

(۱)..... حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھونا مگر اس حالت میں کہ تم پاک ہو۔ (مستدرک حاکم، ۳؍۴۸۵، دارقطنی ۱؍۱۲۲)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر ورجالہ موثقون۔ مجمع الزوائد ۱؍۲۷۶)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن ابو بکر بن حزم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو خط عمرو بن حزمؓ کو لکھا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۸۵)

(۴)...... حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لٹکا کر نکلے آپ سے کہا گیا کہ آپ کے تو بہنوئی اور بہن صابی ہو گئے ہیں، آپ سیدھے بہن بہنوئی کے پاس آئے ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک صاحب جنہیں خباب کہا جاتا ہے موجود تھے، یہ سب سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی پڑھوں اور کتاب پڑھنے لگے۔ آپ سے آپ کی بہن نے کہا کہ تم تو ناپاک ہو اور کتاب اللہ کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں، اس لئے کھڑے ہو اور غسل یا وضو کرو، حضرت عمر اٹھے وضو کیا پھر کتاب لے کر سورۂ طٰہٰ پڑھی۔

(دار قطنی، ۱/۱۲۳)

(۵)...... حضرت ابو وائل اپنی خادمہ کو حالت حیض ہی میں حضرت ابو رزینؒ کے پاس بھیجتے تھے اور خادمہ ان کے یہاں سے قرآن مجید ڈوری سے پکڑ کر لاتی تھی۔ (بخاری، ۱/۴۳)

☆...... حضرت عبدالرحمن شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جائز نہیں ہے قرآن کا چھونا اور اٹھانا بے وضو شخص کے لئے اجماعی طور پر"۔

(رحمۃ الامۃ ص ۱۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک قرآن مجید کو چھونے کے لئے طہارت (وضو یا غسل) شرط ہے طہارت کے بغیر قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ (ہدایہ، ۱/۱۴۷۔ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لئے طہارت شرط نہیں ہے طہارت کے بغیر بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے محقق العصر جناب نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"کہا گیا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لئے طہارت شرط نہیں ہے اسی پر ہمارے اصحاب میں سے شوکانی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔ (نزل الابرار، ۱/۹)

☆...... جناب نواب نورالحسن صاحب لکھتا ہے:

"بے وضو شخص کے لئے قرآن کو چھونا جائز ہے"۔ (عرف الجاری صد ۱۵)

جائزہ:

اللہ تعالیٰ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سب فرما رہے ہیں کہ طہارت کے بغیر قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے لیکن ان سب سے ہٹ کر حضرات غیر مقلدین قرآن کے بلا طہارت چھونے کو جائز قرار دے رہے ہیں، ظاہر ہے ان کا یہ طرز عمل مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز کیلئے جگہ، بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا اور ستر کا ڈھانپنا﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۲۳۲ ..... تا ۲۴۰ طبع عشرین﴾

☆..... وطهر بيتي للطائفين والقائمين والركع السجود۔ (القرآن ۲۲/۲۶)

ترجمہ: "اور میرے گھر کو ان لوگوں کے لیے پاک رکھنا جو (یہاں) طواف کریں، اور عبادت کے لیے کھڑے ہوں، اور رکوع سجدے بجالائیں"۔ (آسان ترجمہ قرآن (۱۰۲۱/۲) از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

☆..... وثيابك فطهر۔ (القرآن ۷۴/۴)

ترجمہ: "اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو"۔ (آسان ترجمہ قرآن (۱۸۳۳/۳) از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

☆..... يابني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد۔ (القرآن ۷/۳۱)

ترجمہ: "اے آدم کے بیٹوں اور بیٹیوں! جب کبھی مسجد میں آؤ تو اپنی خوشنمائی کا سامان (یعنی لباس جسم پر) لے کر آؤ"۔ (آسان ترجمہ قرآن (۳۵۱/۱) از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

(۱)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کوڑے کرکٹ کی جگہ میں، جانور ذبح کرنے کی جگہ میں، قبرستان میں، راستہ چلنے کی جگہ میں، حمام میں، اونٹوں کے باڑے میں، اور بیت اللہ کی چھت پر۔ (ترمذی، ۸۱/۱)

(۲)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابو حبیش نے رسول اکرم ﷺ سے

عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے حیض نہیں ہے، اسلئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے۔

(بخاری ۱/۴۴)

(۳) ..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ صحابہ کرام کو نماز پڑھارہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں۔ صحابہ کرامؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ حضور ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں جوتیاں اتارنے پر ابھارا؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو جبرئیل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی (لگی ہوئی) ہے۔ (ابوداؤد ۱/۹۵)

(۴)..... حضرت عبد اللہؓ بن ابی قتادہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عورت کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنی زینت نہ چھپالے اور نہ کسی ایسی لڑکی کی نماز قبول فرماتے ہیں جو کہ بالغ ہوگئی ہو حتی کہ وہ اوڑھنی اوڑھ لے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الاوسط بحوالہ اعلاء السنن ۱/۱۲۲)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک جگہ، بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا اور ستر کا ڈھانپنا نماز کی شرائط میں سے ہیں، اگر کسی نے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ جگہ ناپاک تھی یا بدن اور کپڑوں پر مقدار عفو سے زیادہ نجاست لگی تھی یا دوران نماز بلا عذر ستر کھلا رکھا تو ان تمام صورتوں میں نماز نہیں ہوگی۔ (بدیہ ۱/۹۲۔ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک جگہ، بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا اور ستر کا ڈھانپنا نماز کی شرائط میں سے نہیں ہیں ان کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط نہیں ہے"۔

(بدور الاہلہ ص ۴۰)

☆ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"نماز کے صحیح ہونے کیلئے اٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں"۔ (بدور الاہلہ ص ۳۹)

☆ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"رہی یہ بات کہ عورت کی نماز اگرچہ وہ تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کے ساتھ ہو تو پورے ستر کے ڈھانپے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں"۔ (ایضاً)

☆ جناب نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

"نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نہ کہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط"۔ (عرف الجادی ص ۲۱)

☆ ...دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے"۔ (ایضاً)

☆ .....اسی کتاب میں دوسری جگہ ستر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ نمازی کے ستر کا جو حصہ بھی نماز میں کھل جائے یا وہ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے"۔ (ایضاً)

جائزہ:

آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحت صلوٰۃ کیلئے جگہ، بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا اور ستر کا ڈھانپنا ضروری ہے، لیکن غیر مقلدین کا بلا تفریق یہ کہنا ہے کہ اگرچہ بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور کپڑے بے شک ناپاک ہوں تاہم نماز صحیح ہو جائے گی جبکہ جگہ کے پاک ہونے

اور ستر پورا ڈھانپنے کی شرط انہیں تسلیم نہیں۔ پس یہ بات واضح ہوگئی کہ غیر مقلدین کا مذکورہ احادیث کے خلاف مؤقف اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا احادیث پر عمل نہیں بلکہ ان کے خلاف عمل کرتے ہیں جبکہ احناف ہی دراصل احادیث پر عمل کرنے والے ہیں۔

﴿نماز فجر کس وقت پڑھنا افضل ہے؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۳۰۔۔۔۔۔۔تا۔۔۔۔۔ ۲۳۷، طبع عشرین﴾

(۱)۔۔۔۔۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بھی بے وقت پڑھی ہو سوائے دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کے، کہ ان کو آپ نے (مزدلفہ) میں اکٹھا پڑھا اور فجر کو وقت سے پہلے۔ (بخاری، ص ۲۲۸)

(۲)۔۔۔۔۔حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔ (ترمذی، ۱؍۴۰)

(۳)۔۔۔۔۔حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے کئی انصاریوں سے روایت کی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جتنا روشن کرو گے تم فجر کو اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ (نسائی، ۱؍۶۵)

(۴)۔۔۔۔۔حضرت معتمر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے بیان یعنی ابوسعید کو سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول پاک ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جس وقت کہ آنکھ دور سے کسی چیز کو دیکھ لیتی تھی۔ یہ حدیث امام ابومحمد قاسم ثابت سرقسطی نے کتاب "غریب الحدیث" میں روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ "فسح البصر و انفسح" اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ آنکھ دور سے کسی چیز کو دیکھے اور مراد اس سے حدیث میں صبح کا اجالا ہے۔

(نصب الرایہ، ۱؍۲۳۹)

(۵)۔۔۔۔۔حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے فرمایا کہ صبح کی نماز کو روشنی میں پڑھو یہاں تک کہ لوگ روشنی کی وجہ سے اپنے تیراندازی کے نشانے کو دیکھنے لگیں۔ (آثار السنن، ص ۵۸)

(۶) .. حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فجر کی نماز خوب اجالا کر کے پڑھتے تھے۔ (مجمع طبرانی کبیر، ۲۵۸/۹)

(۷) .. حضرت علی بن ربیعہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو سنا کہ آپ مؤذن سے کہہ کر رہے تھے کہ خوب اجالا کر، خوب اجالا کر۔ مراد یہ تھی کہ صبح کی نماز اجالے میں پڑھو۔ (طحاوی، ۱۴۳/۱)

(۸) .. حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں آقا قیس بن سائبؓ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا تھا۔ آپ فرماتے سورج ڈھل گیا، میں کہتا ہاں، تو آپ ظہر کی نماز پڑھتے اور فرماتے کہ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ سورج بالکل سفید ہوتا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ روزہ دار روزہ افطار کرنے کے متعلق شک میں ہوتا (کہ ابھی افطار کرے یا نہ کرے)۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ مجمع الزوائد، ۳۰۵/۱)

(۹) .... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا کسی چیز پر اتنا اتفاق رائے نہیں ہے جتنا اتفاق نماز فجر کے روشنی میں پڑھنے پر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۳۲۲/۱۔ طحاوی، ۱۰۶/۱)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک فجر کی نماز اسفار یعنی خوب اجالے میں پڑھنا افضل ہے، سرکار دو عالم ﷺ کا معمول مبارک بھی یہی تھا اور آپ اس کی تاکید بھی فرماتے تھے کہ فجر کی نماز اجالے میں پڑھی جائے۔ (ہدایہ، ۸۱/۱، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین فجر کی نماز کو غلس یعنی اندھیرے میں پڑھنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

"فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے"۔ (دستور المتقی صفحہ ۸۰)

☆.... غیر مقلدین کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

"آنحضور ﷺ اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھتے رہے"۔ (فتاویٰ علماء حدیث ۲/۱۵۵)

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز خوب اجالے میں پڑھنا افضل ہے، حضور پاک ﷺ کا معمول مبارک فجر کی نماز کا اسفار (روشنی) ہی میں پڑھنے کا تھا اور آپ نے اس کی تاکید بھی فرمائی ہے اور اس کو بڑے اجر کا باعث بتلایا ہے۔ آپ نے ایک دفعہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں اندھیرے میں نماز پڑھی تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا۔ اس کے علاوہ تمام صحابہ کرام کا معمول مبارک بھی یہی تھا کہ فجر کی نماز کو خوب اجالے میں پڑھتے تھے جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرام جس قدر فجر کی نماز خوب روشنی کر کے پڑھنے پر متفق تھے اتنا کسی اور چیز پر متفق نہیں تھے۔

لیکن حضور اکرم ﷺ کے عمل آپ کے تاکیدی حکم اور عام صحابہ کرامؓ کے معمول کے خلاف حضرات غیر مقلدین فرما رہے ہیں کہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے اور حضور ﷺ اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھتے تھے۔ اگر ان کی یہ بات مان لی جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضور ﷺ کی قولی و فعلی احادیث میں تعارض پیدا ہے؟ اس لئے غیر مقلدین کے اس فتوے کے ساتھ اتفاق کرنا ممکن نہیں۔

﴿ظہر کی نماز کا افضل وقت کونسا ہے؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۳۴۷ ... تا ... ۳۴۹، طبع عشرین﴾

(۱) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور سردی میں جلدی پڑھتے تھے۔ (نسائی ۵۸/۱)

(۲) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز ٹھنڈی کر

کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ (کی وجہ) سے ہوتی ہے۔ (بخاری، ۱/۷۷)

(۳)..... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھنڈا کر، مؤذن نے دوبارہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے پھر فرمایا ٹھنڈا کر، حتی کہ ہمیں ٹیلوں کا سایہ نظر آنے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے، لہذا جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ (بخاری، ۱/۷۷۔ مسلم، ۱/۲۲۴)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے جبکہ سردیوں میں جلدی پڑھ لینی چاہیے، یہی سرکار دوعالم ﷺ کا معمول تھا اور اسی کا آپ نے حکم دیا ہے۔ (ہدایہ، ۱/۸۱.....۸۲، مکتبہ شرکت علیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین فرما رہے ہیں کہ نماز ہر حالت میں (گرمی سردی کے فرق کے بغیر) اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

"نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے۔" (فتاویٰ ثنائیہ، ۱/۵۵۳)

جائزہ:

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ آپ ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی کا حکم فرمادیا کرتے تھے۔ لیکن حضرات غیر مقلدین فرما رہے ہیں کہ نماز ہر حالت میں اول وقت میں پڑھنی افضل ہے جبکہ یہ بات ظاہر ہے کہ افضلیت صرف سرکار دوعالم ﷺ کے حکم کے مطابق پڑھی جانے والی نماز میں ہوسکتی ہے کسی اور طریقے سے پڑھی جانے والی نماز میں نہیں ہوسکتی۔ لیکن غیر مقلدین مذکورہ احادیث کے خلاف عمل کر کے اول وقت کی نماز کو افضل قرار دیتے ہیں جس سے مذکورہ احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔

مکروہ اوقات میں نماز پڑھنا منع ہے

حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۵۰ تا ۲۵۱، طبع عشرین

☆... حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے سے اور مردوں کو دفنانے سے منع فرماتے تھے ایک تو جب سورج طلوع ہورہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے، دوسرے کہ جس وقت کہ ٹھیک دوپہر ہو جب تک زوال نہ ہو جائے، تیسرے جس وقت سورج غروب ہونے لگے جب تک کہ پورا ڈوب نہ جائے۔ (مسلم، ۱/۲۷۶)

مسلک احناف:

مکروہ اوقات کے بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ ان میں کوئی نماز (فرض، واجب، سنت وغیرہ) پڑھنا جائز نہیں۔ مکروہ اوقات یہ ہیں: (۱) طلوع آفتاب (۲) زوال آفتاب (۳) غروب آفتاب

یہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں سرکار دو عالم ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور کسی نماز یا کسی دن کو اس ممانعت کے ساتھ خاص نہیں کیا کہ صرف فلاں نماز، فلاں دن میں پڑھنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ مطلقاً منع فرمایا کہ کسی بھی دن کوئی بھی نماز ان اوقات میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ، ۱/۸۴، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور زوال آفتاب کے اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنا جائز ہے، اور جمعہ کے دن زوال کے وقت مطلق نوافل پڑھنے جائز ہیں۔ چنانچہ جناب نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"انہیں میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے اور یہ تمام اوقات میں جائز ہے حتی کہ جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان میں بھی۔ (نزل الابرار، ۱/۱۳۷)

☆ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

''مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۱/۵۴۴)

جائزہ:

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ طلوع آفتاب' غروب آفتاب اور زوال آفتاب کے وقت کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں اور ممانعت کسی دن یا کسی نماز سے خاص نہیں بلکہ کسی بھی دن ان تینوں اوقات میں مطلق نماز پڑھنا منع ہے۔ لیکن غیر مقلدین ان تینوں اوقات میں تحیۃ المسجد کی نماز اور جمعہ کے روز زوال کے وقت مطلق نوافل پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ مذکورہ صحیح اور صریح حدیث میں ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

دو نمازوں کو بغیر عذر کے جمع کرنا

(حدیث اور اہلحدیث ۔ صفحہ نمبر ۲۵۴ تا ۲۵۹ طبع عشرین)

☆..... ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (القرآن ۴/۱۰۳)

ترجمہ: ''بیشک نماز مسلمانوں کے ذمے ایک ایسا فریضہ ہے جو وقت کا پابند ہے''۔ (آسان ترجمہ قرآن ۱/۲۹۳)

☆..... حفظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ (القرآن ۲/۲۳۸)

ترجمہ: ''تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) بیچ کی نماز کا''۔ (آسان ترجمہ قرآن ۱/۱۵۰۔ محمد تقی عثمانی)

(۱)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔ (نسائی ۲/۳۶)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جب دیکھا تو نماز وقتوں پر پڑھتے دیکھا سوائے دو نمازوں یعنی مغرب وعشاء کے مزدلفہ میں، اس دن آپ نے فجر کی نماز

وقت (معتاد) پر پڑھی۔ (مسلم،۱/۲۱۷)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہؓ سے سوال ہوا کہ نماز میں تفریط (قصور) کا کیا مطلب ہے، آپ نے فرمایا کہ نماز کو اس قدر تاخیر سے پڑھے کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ (طحاوی،۱/۱۱۲)

(۴) حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار نیند میں کوئی تفریط نہیں ہے۔ تفریط اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ (مسلم،۱/۲۳۹)

(۵)..... حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ (اے ابوذر) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے حکمران ایسے ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے لئے نفل ہو جائیں گے۔ (مسلم،۱/۲۳۰)

(۶)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نماز اس وقت (قضا) ہوتی ہے جب دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ (طحاوی،۱/۱۱۲)

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔

(ترمذی،۱/۴۸، مستدرک،۱/۲۷۵)

(۸)..... حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمرؓ بن خطاب کے متعلق یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے تمام اطراف میں یہ لکھ بھیجا تھا کہ لوگ دو نمازوں کو اکٹھی کر کے نہ پڑھے اور انہیں اطلاع دی تھی کہ ایک وقت میں اکٹھی دو نمازیں پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ (موطا امام محمد، ص۱۲۹)

(۹)..... حضرت ابوقتادہ عدویؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، لڑائی سے بھاگنا اور لوٹنا۔

(بیہقی ۳/۱۶۹۔ مستدرک حاکم)

اس سے ملتی جلتی احادیث ملاحظہ ہو: مصنف عبدالرزاق، (۲/۵۵۵)، مصنف ابن ابی شیبہ، (۲/۴۵۸)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک حج کے موقعہ (مزدلفہ اور عرفات) کے علاوہ بغیر کسی عذر شرعی کے دونمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں، بغیر عذر کے دونمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنے والا سخت گنہگار ہوگا۔ (شامی ۱/۳۵۷، کتاب الصلوۃ)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ "جمع بین الصلوتین" یعنی دونمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا حقیقتاً (مثلاً ظہر کی نماز کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی) جمع کر کے پڑھی جائیں یا صورۃً (مثلاً ظہر اور عصر کی نمازوں کو اس وقت پڑھے جو ان دونوں نمازوں کا بالکل درمیانی وقت ہے) جمع کر کے پڑھی جائیں بہر دوصورت جائز ہے چاہے کوئی عذر ہو یا نہ ہو، آگے عذر بھی عام ہے دینی ہو یا دنیوی۔ چنانچہ جناب نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کو اکٹھے کر کے پڑھنا جائز ہے خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر، سفر میں، یا عذر کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے، یا دینی ودنیوی کاموں میں کسی کام کی وجہ سے"۔ (نزل الابرار ۱/۵۷)

☆......ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"اہل حدیث کے نزدیک بغیر کسی عذر، بغیر کسی سفر اور بغیر بارش کے بھی دونمازوں کو اکٹھے پڑھنا جائز ہے، تفریق افضل ہے۔ بعضوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ لوگ اسے عادت نہ بنالیں اور "جمع بین الصلوتین" کو امامیہ نے اپنی کتابوں میں آل پاک سے روایت کیا ہے"۔ (ہدیۃ المہدی ۱/۱۰۹)

غیر مقلدین کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں "جمع بین

الصلوٰتین'' کیلئے کسی عذر وغیرہ کی قید لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی وجہ سے بھی ''جمع بین الصلوٰتین'' جائز ہے۔ ذیل میں مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کے دو فتوے ذکر کیے جاتے ہیں:

''سوال:۔ فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کیلئے مثلاً آپ شٹلہ فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں، پھر قضا نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔ (محمد مصطفیٰ)

جواب:۔ نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کر لیں، کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں، یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ۱/۶۳۱)

☆......ایسا ہی ایک سوال آپ سے نوکری کے بارے میں ہوا، سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہو:

''سوال:۔ مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی، کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ (محمد عبد الحفیظ)

جواب:۔ واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ۱/۶۳۳)

جائزہ:

اوپر ذکر کردہ آیات کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں ان کی محافظت واجب ہے۔ جناب نبی کریم سرکار دو عالم ﷺ نمازوں کو اپنے اوقات میں پڑھتے تھے، اس کی صحابہ کرامؓ کو تاکید فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے بلا عذر دو نمازوں کے اکٹھے پڑھنے کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے، صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی دو نمازوں کے اکٹھے پڑھنے کو گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔ لیکن غیر مقلدین فرما رہے ہیں کہ جمع بین الصلوٰتین بالکل جائز ہے عذر وغیرہ کی قید کی کوئی ضرورت نہیں، حتیٰ کہ اگر کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی مصروفیت ہو تب بھی جائز

ہے۔ غیر مقلدین کے مسلک اور مذکورہ احادیث کے تقابل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کا مسلک واضح طور پر ان احادیث کے خلاف ہے۔

اقامت کے کلمات

(حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۲۵۹ ... ج ... ۲۶۹ طبع عشرین)

(۱) ... حضرت عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید انصاریؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے ایک دیوار کے ٹکڑے پر کھڑا ہوا اور اس نے اذان واقامت کہی اور اس نے (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی) کلمات دو دو بار کہے اور تھوڑی دیر بیٹھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے یہ سنا تو آپ بھی کھڑے ہوئے اور اسی طرح اذان واقامت کہی کہ دونوں میں (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات کو) دو دو دفعہ کہا اور تھوڑی دیر بیٹھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۰۳)

(۲) ... حضرت عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید انصاریؓ نے خواب میں اذان دیکھی تو نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر آپ کو خبر دی، آپ نے فرمایا بلالؓ کو سکھادو چنانچہ آپ نے اذان دی تو (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات کو) دو دو دفعہ کہا اور اقامت کہی تو بھی ان کلمات کو دو دو دفعہ ہی کہا، اور تھوڑی دیر بیٹھے۔ (طحاوی ص ۹۲)

اسکی حدیث ملاحظہ ہو: (خلافیات بیہقی بحوالہ درایہ ۱/۱۱۵)

(۳) ... امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اذان سنی۔ آپ کی اذان واقامت دونوں میں (شہادتین اور حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح) کلمات دو دو دفعہ کہے گئے تھے۔ (صحیح ابی عوانہ ۱/۳۳۱)

(۴) ... حضرت ابو محذورہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اذان کے ۱۹ کلمات سکھادیئے اور اقامت کے ۱۷ کلمات۔ اذان کے کلمات تو یہ ہیں ..... اور اقامت کے ۱۷ کلمات اس

طرح ہیں "اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ، حی الصلوٰۃ، حی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔ (ابن ماجہ، صہ ۵۲۔ ابوداؤد، صہ ۷۳)

(۵)..... حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو محذورہؓ کو سنا وہ اذان میں (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات) دو دو دفعہ کہتے تھے اور اقامت میں بھی اسی طرح دو دو کلمات کہتے تھے۔ (طحاوی، ۱/۹۵)

(۶)..... حضرت سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو سنا کہ وہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔ (طحاوی، ۱/۹۴)

اسی مفہوم کی احادیث عون بن ابی جحیفہ کی روایت سے دار قطنی (۱/۲۴۲) میں اور ابراہیم نخعی کی روایت سے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۲۰۶) میں بھی ذکر کی گئیں ہیں۔

(۷)..... حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ انہیں جس وقت نماز جماعت کے ساتھ نہ ملتی تو وہ خود ہی اذان و اقامت کہہ لیتے اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔ (دار قطنی، ۱/۲۴۱)

(۸)..... حضرت فطر بن خلیفہ حضرت مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہدؒ کے سامنے اقامت کے کلمات کو ایک ایک دفعہ کہنے کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ چیز امراء نے اپنی آسانی کیلئے پیدا کرلی ہے، اقامت کے کلمات تو دو دو دفعہ ہی ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق، ۱/۴۶۳۔ طحاوی، ۱/۹۵)

(۹)..... مجمع بن قیسؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ اذان و اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے آپ ایک مؤذن کے پاس تشریف لائے جو اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہتا تھا، آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اقامت کے کلمات کو دو دو دفعہ کیوں نہیں کہتا۔۔۔۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/۲۰۶)

(۱۰)..... حضرت ابو اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اذان و

اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۰۶)

(۱۱) عبدالرزاقؒ کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے میدان منیٰ میں ہمارے سامنے اذان کہی، میں نے سنا کہ آپ نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ دو مرتبہ، اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ، پھر آپ نے اذان و اقامت بعینہ اسی طرح کہی جس طرح حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کی حدیث میں ذکر کی گئی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۰۶)

(۱۲)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ تو اقامت کے کلمات کو دو دو مرتبہ کہنا نہ چھوڑنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۰۶)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک اقامت اذان ہی کی طرح ہے (سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے کہ اقامت میں یہ زیادہ ہے) جیسے اذان میں شروع کی چار تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات کو دو دو دفعہ کہا جاتا ہے، ایسے ہی اقامت میں بھی ان کلمات کو دو دو مرتبہ ہی کہا جائے گا، نیز اذان بغیر ترجیع کے دی جائے گی (ترجیع کا مطلب ہے شہادتین کو پہلی بار آہستہ پڑھنا اور پھر زور سے پڑھنا۔

مسلک اہلِ حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ کلمات اقامت کو (اذان کی طرح) دو دو نہیں بلکہ ایک ایک دفعہ کہنی چاہیے اور یہی افضل ہے، نیز وہ اذان میں ترجیع کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

> "تکبیر کے ہر ایک کلمہ کو ایک ایک مرتبہ کہنا سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے افضل ہے۔
>
> زید بن عبدالبر کے تلقین شدہ کلمات ایسے ہی منقول ہیں۔" (فتاویٰ ثنائیہ ۱/۵۲۸)

☆ ..... محمد سلمان کیلانی صاحب لکھتے ہیں:

> "باقی رہی یہ تیسری صورت کہ اذان بغیر ترجیع کے ہو اور اقامت دوہری ہو تو حدیث سے اس کا نام و نشان نہیں ملتا، معلوم نہیں دوستوں نے اسے کہاں سے

ایجاد کرلیا"۔ (حاشیہ صلاۃ النبی، مرتبہ: خاند گرجاکھی، صفحہ ۱۰۶)

جائزہ:

اوپر ذکر کردہ احادیث وآثار سے ثابت ہورہا ہے کہ اذان واقامت اس لحاظ سے ایک جیسی ہیں کہ اذان میں بھی کلمات دو دو دفعہ (سوائے شروع کی ۴ تکبیرات کے) ہیں اور اقامت میں بھی دو دو دفعہ ہیں، اور حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ نے خواب میں ایسی ہی اذان واقامت دیکھی تھی اور آپ نے حضور ﷺ کو سنائی تھی اور انہی کی اذان کو نماز کیلئے لوگوں کے بلانے کے واسطے مدار بنالیا گیا تھا، اور یہی اذان واقامت عبداللہ بن زیدؓ نے حضور ﷺ کے حکم سے حضرت بلالؓ کو سکھائی تھی اور آپ نے یہی اذان واقامت حضور ﷺ کے اخیر دور اور آپ کی وفات کے بعد تک جاری رکھی، چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت سوید بن غفلہؒ کا کہنا ہے کہ ہم نے حضرت بلالؓ کو اذان و اقامت کے کلمات دو دو ہی کہتے سنا۔

مسجد حرام کے مؤذن حضرت ابو محذورہؓ بھی اقامت کے کلمات اذان کی طرح دو دو ہی کہتے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی اذان واقامت کے کلمات دو دو ہی کہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب جو صحابہ وتابعین ہی ہیں وہ سب کے سب اذان واقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہتے تھے اور یہی عمل تابعین کا تھا۔ حضرت مجاہدؒ کے سامنے اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ یہ چیز امراء نے اپنی آسانی کیلئے گھڑلی ہیں ورنہ اقامت کے کلمات دو دو ہی ہیں اور یہی حضرت ابراہیم نخعیؒ کا بھی فتویٰ تھا کہ اقامت کے کلمات دو دو ہی کہے جائیں۔

لیکن ان سب کے باوجود غیر مقلدین کو وہ سنت صحابہ کا یہ عمل پسند نہیں البتہ جس فعل کو بقول حضرت مجاہدؒ کے بعض امراء نے ایجاد کیا تھا یعنی کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا اسے افضل قرار دیتے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اذان دوہری اور دوہری اقامت کا احادیث میں نام ونشان نہیں ملتا۔ حالانکہ مذکورہ احادیث اس باب میں کتنی صریح ہیں جن سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔

نماز میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟

حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۲۷۰ تا ۲۷۵ بحث عشرین

(۱)..... حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ ہم آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے قریب دیکھتے۔ (مسند احمد ۴/۳۰۳)

اس سے ملتی جلتی حدیث ملاحظہ ہو: طحاوی (۱/۱۳۵)

(۲)..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ نے تکبیر (تحریمہ) کہی اور دونوں ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ کانوں کے برابر لے گئے، پھر دوبارہ نہیں اٹھائے۔ (دار قطنی ۱/۲۹۴)

(۳)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہی تو دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر لے گئے، پھر آپ نے رکوع کیا تو اس طرح سے کہ آپ کا ہر جوڑ اپنی اپنی جگہ ٹھہر گیا اور تکبیر کہہ کر (سجدہ کیلئے) نیچے گئے تو آپ کے دونوں گھٹنوں نے ہاتھوں پر سبقت کی (یعنی زمین پر پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ)۔ (مستدرک حاکم ۱/۲۲۶۔ دار قطنی ۱/۳۴۵۔ سنن کبریٰ بیہقی ۲/۹۹)

(۴)..... حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جاتے، پھر آپ " سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك " پڑھتے۔ (دار قطنی ۱/۳۰۰)

(۵)..... حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر " اللہ اکبر " کہا۔ (ابوداؤد ۱/۱۰۵)

اس سے ملتی جلتی حدیث حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت سے ملاحظہ ہو: نسائی (۱/۱۰۲)

(۶)۔ ... حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اور عورت اپنے دونوں ہاتھ ثدیین (پستانوں) تک اٹھائے۔ (معجم طبرانی کبیر ۱۸/۲۲)

(۷)۔ ... حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا، (حدیث کے راوی ہمامؒ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے (نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے تو) کانوں تک اٹھائے۔ (مسلم ۱/۱۷۳)

(۸)۔ حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے۔ انہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھاتے۔ (مسلم ۱/۱۶۸)

حضرت امام شافعیؒ کا فرمان

☆ ... ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

''علامہ طیبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت امام شافعیؒ مصر تشریف لائے تو آپ سے سوال ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کیسے اٹھائے جائیں، آپ نے فرمایا کہ نمازی اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح سے اٹھائے کہ اس کی دونوں ہتھیلیاں تو کندھوں کے برابر ہو جائیں اور انگوٹھے کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائیں کیونکہ ایک روایت میں کندھوں تک اٹھانے کا ذکر ہے دوسری میں کانوں تک اور تیسری میں کانوں کے برابر کے حصے تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، پس امام شافعیؒ نے تینوں روایات پر عمل کرنے کیلئے تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین میں ہمارے مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کیا''۔ (مرقات المفاتیح ۲۵۳/۲)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک مردوں کیلئے تکبیر تحریمہ کرتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے اس

طرح کہ ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں۔ (ہدایہ ۱/۹۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلکِ اہلِ حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک تکبیر تحریمہ کرتے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھانا سنت ہے۔ چنانچہ مولانا خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایئے''۔ (صلوٰۃ النبی ص ۱۵۲)

☆ ... امام خان نوشہروی لکھتے ہیں:

''تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اور اوپر اٹھانا''۔ (اہلحدیث کے دس مسئلے ص ۱۹)

جائزہ:

اوپر ذکر کی گئی احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردوں کیلئے تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے، کیونکہ اول تو حضور اکرم ﷺ کا عام معمول مبارک یہی تھا۔ دوسرے آپ نے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ حدیث (۲) سے ظاہر ہے۔ تیسرے اس طرح کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے اس باب میں وارد تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے جیسا کہ امام شافعیؒ کے فرمان سے ظاہر ہے۔ لیکن ان سب کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانا سنت ہے جو کہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۷۵ ... تا ... ۲۸۵، طبع عشرین﴾

(۱) ..... حجاج بن حسانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مجلزؒ سے سنا یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیسے باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصے پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۱)

(۲) ... حضرت علقمہ بن وائل بن حجرؒ اپنے والد وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۰)

(۳)...... حضرت ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا مسنون ہے۔ (ابوداؤد نسخہ ابن الاعرابی ص ۴۸۰، بیہقی ۲/۳۱)

(۴)...... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء کے اخلاق میں سے ہیں افطار جلدی کرنا، سحری دیر سے کھانا اور ہتھیلی کو ناف کے نیچے رکھنا۔ (منتخب کنز العمال بر مسند احمد ۹/۳۵۰)

یہی حدیث محلی ابن حزم (۳/۳۰) میں حضرت انسؓ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

(۵)...... حضرت عقبہ بن صہبانؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فصل لربك وانحر" کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (التمہید ۲۰/۷۸)

(۶)...... علامہ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسحٰق بن راہویہؒ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔ (الاوسط ۳/۹۴)

☆...... علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں:

> "ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابومجلز، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہ رحمہم اللہ سے مروی ہے کیونکہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اور ابوداؤدؒ نے، اور سنت سے مراد نبی ﷺ کی سنت ہے"۔ (المغنی ۱/۴۷۲)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک دوران نماز دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے اور ناف

سے اوپر باندھنا بھی جائز ہے لیکن سنت نہیں ہے۔ (ہدایہ، ۱/۱۰۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلکِ اہلِ حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں، اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مناسب نہیں ہے، نیز ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

"دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پہونچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ باندھے"۔

(دستور المتقی، ص ۷۰)

☆ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اور دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے پھر دونوں کو سینہ پر رکھے یہی مختار مذہب ہے"۔

(نزل الابرار، ص ۷۹)

☆ ... مولانا خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں،

"مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے، زیرِ ناف ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے نیز زیرِ ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں"۔ (صلوۃ النبی، ص ۱۵۷)

☆ حکیم فیض عالم صاحب کا انداز استہزا بھی ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں:

"یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفاء بنو عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں آزار بند کھل گیا، اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے آزار بند سنبھال لیا۔ نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی سے ہارون رشید کے اس فعل کو دیکھا۔ قاضی ابو یوسف نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے۔"

(اختلافِ امت کا المیہ، ص ۷۸)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ نماز ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا

مسنون ہے کیونکہ حضرت بلالؓ نے حضور ﷺ کو ایسا ہی دیکھا تھا، حضرت علی اسے سنت قرار دے رہے ہیں، حضرت انسؓ اسے اخلاق نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ اور جلیل القدر تابعین ابومجلزؒ اور ابراہیم نخعیؒ اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ، اسحٰق بن راہویہؒ اور ان جیسے بہت سے اکابر اسی کو اپناتے ہیں۔ لیکن ان تمام احادیث وآثار کے باوجود غیر مقلدین ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو نامناسب عمل سے تعبیر کر رہے ہیں، اس کی انہیں کوئی دلیل بھی نہیں ملتی۔ اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کو جو صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث میں سے کسی بھی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی ائمہ اربعہ میں سے کسی کا عمل ہے، اور جو اجماع امت کے خلاف ہے وہ ان کے یہاں مسنون ومختار قرار پایا ہے۔

﴿غیر مقلدین کا خلاف واقع دعویٰ﴾

غیر مقلدین جب کوئی عمل اختیار کر لیتے ہیں تو اس کو ثابت کرنے کیلئے بعض اوقات دروغ گوئی سے بھی کام لیتے ہیں۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں بخاری ومسلم میں موجود ہیں وہ کہتے ہیں۔

> ''سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری ومسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ۱/۲۰۰)

☆ ...... ''مولانا یوسف جے پوری صاحب فرماتے ہیں:

> ''ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے۔ (ہدایہ ۱/۳۵۰)۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں وہ قول حضرت علیؓ سے ہے اور ضعیف (کتاب) شرح (وقایہ) میں صفحہ ۹۳ پر ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے (مقدمہ ہدایہ ۱/۱۱۱، ۳۵۱)۔''
>
> (حقیقۃ الفقہ ۱۹۳ یوسف جے پوری)

یعنیہ ایسی بات جناب فیض عالم صاحب صدیقی نے بھی لکھی ہے ملاحظہ ہو اختلاف امت کا المیہ (ص ۹۱)۔

ایسی خلاف واقع بات کا اعادہ جناب خالد گرجاکھی صاحب نے بھی کیا ہے ملاحظہ ہو صلوٰۃ النبی (ص ۱۷۵)۔

قارئین نے غیر مقلدین کے خلاف واقع دعوے کو ملاحظہ فرمالیا کہ ان کے بقول سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات بخاری و مسلم میں بکثرت ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین سینہ پر ہاتھ باندھنے کے عمل کو رفع یدین والی احادیث کے ضمن میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ رفع یدین کو چھوڑ کر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کوئی بھی روایت بخاری و مسلم میں موجود ہے اور نہ ہی ان کے متفق علیہ شروحات میں موجود ہے ہاں ان شروحات میں ایسی روایات کا پایا جانا بعید نہیں جو ان کی اپنی لکھی گئی ہیں۔

اسی طرح مولانا یوسف جے پوری صاحب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث کو باتفاق ائمہ محدثین ضعیف قرار دے رہے ہیں اور مقدمہ ہدایہ سے مرزا مظہر جان جاناںؒ کا سینے پر ہاتھ رکھنے کا حوالہ دیا ہے حالانکہ یہ بات ان کی کتابوں سے ثابت نہیں ہوتی' ہدایہ میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جس سے ثابت ہو رہا ہو کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی احادیث ضعیف ہیں اور نہ مقدمہ ہدایہ میں مرزا مظہر جان جاناںؒ کا ذکر موجود ہے۔ اور یہ بات عقلی طور پر بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانیؒ نے ۵۹۳ھ میں وفات پائی اور حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی ہے۔ دونوں حضرات کے زمانہ میں کم و بیش چھ سو سال کا فرق ہے چھ سو سال کے بعد کے بزرگ کا ذکر مقدمہ ہدایہ میں کیسے آگیا۔ اس لیے ہم یہ بات پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتے ہیں کہ مذکورہ حوالہ جات درست ہیں اور نہ اصل کتابوں سے ثابت ہیں۔

﴿تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنا مسنون ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۸۵ ..... تا ..... ۲۹۱ مجمع عشرین﴾

(۱)..... حضرت انسؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک لے جاتے اور یہ پڑھتے "سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک

وتعالیٰ جدك ولا اله غیرك"۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ موثقون۔مجمع الزوائد ۲/۱۰۷)

(۲)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کہتے "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا اله غیرك"۔ (مستدرک حاکم ۱/۲۳۵۔ابوداؤد ۱/۱۱۳)

یہی حدیث حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سے نسائی (۱/۱۰۲) میں مکرر لائی گئی ہے نیز حضرت انسؓ کی روایت سے کتاب الدعاء الطبرانی (۲/۲۲) میں اور آثار السنن (ص۹۲) میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

(۳)......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں سکھلاتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو کہیں "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا اله غیرك"۔حضرت عمر بن خطاب بھی یہی ہمیں سکھلاتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ یہی کہتے تھے۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۰۹)

(۴)......ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بیان کیا کہ جس کی میں تصدیق کرتا ہوں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہ یہ اصحاب جب نماز شروع کرتے تو کہتے "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا اله غیرك" قرأت شروع کرنے سے پہلے۔ (حوالہ بالا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی احادیث ملاحظہ ہو: دار قطنی (۱/۲۹۹)، مسلم (۱/۱۷۲) اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں بھی ایسی حدیث حضرت ابووائلؓ سے روایت ہے ملاحظہ ہو: (دار قطنی ۱/۳۰۱)

☆......شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"اور جن صحابہ کرام کو ذکر کیا ہے ان کا اس ثناء کو اختیار کرنا، اور حضرت عمرؓ کا کبھی کبھی اس کو صحابہ کرام کی موجودگی میں بلند آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں حالانکہ سنت تو اس کو آہستہ پڑھنا ہے، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہی ثناء (سبحانک اللھم) افضل ہے اور نبی ﷺ غالباً اسی پر مداومت فرماتے تھے۔

(نیل الاوطار ۲/۲۰۳)

٭ مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء یعنی "سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک و لاالٰہ غیرک" پڑھنا مسنون اور افضل ہے کیونکہ یہی سرکار دو عالم ﷺ کا معمول مبارک تھا۔ (ہدایہ ۱/۱۰۱۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

علماء اہل حدیث کا کہنا ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دعا اللھم باعد بینی ۔۔۔ الخ پڑھنی چاہیے۔ یہی راجح، افضل اور زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

"تکبیر تحریمہ کے بعد آہستہ سے یہ دعا پڑھیں جو سب سے زیادہ صحیح اور متفق علیہ ہے اللھم باعد بینی ۔۔۔ الخ۔" (دستور المتقی ص ۷۹)

☆ ۔۔ جناب نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اور ثناء میں ہر وہ دعا کافی ہے جو نبی ﷺ سے مروی ہے البتہ زیادہ راجح اس میں یہ ہے کہ کہے اللھم باعد بینی ۔۔۔ الخ" (نزل الابرار ۱/۷۷)

☆ ۔۔ مولانا صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"اس دعا کی سند منقطع ہے اس لئے بہ نسبت اس دعا کے اوپر والی صحیحین کی دعا (اللھم باعد بینی) افضل ہے"۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۳)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ خلفاء راشدین کا عمل بھی تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کا تھا۔ لیکن غیر مقلدین اس عمل کو غیر افضل قرار دیتے ہیں اور اپنے معمول (ثناء کی جگہ اللھم باعد بینی الخ) کو سب سے زیادہ صحیح، افضل، راجح اور متفق علیہ قرار دے رہے ہیں، ظاہر ہے ان کا یہ عمل مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

نوٹ۔ مولانا صادق سیالکوٹی صاحب کا اس ثناء والی احادیث کی سند کو منقطع قرار دینا صحیح نہیں ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔۔۔۔۔ اعلاء السنن (۲/۱۷۹)

﴿نماز میں بسملہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۹۱ تا ۲۹۹ طبع عشرین﴾

(۱)۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ (مسلم ۱/۱۷۲)

اس سے ملتی جلتی احادیث حضرت انسؓ کی روایت سے ملاحظہ ہو: (نسائی ۱/۱۰۵، مجمع الزوائد ۲/۱۰۸، طبرانی کبیر والاوسط ورجالہ موثقون)۔

(۲)۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی، یہ سب " الحمد للہ رب العالمین " سے (قرأت) شروع کرتے تھے اور " بسم اللہ الرحمن الرحیم " کو ذکر نہیں کرتے تھے، نہ قرأت کے شروع میں نہ آخر میں۔ (مسلم ۱/۱۷۲)

(۳)۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز " الحمد للہ رب العالمین " سے شروع کرتے تھے۔ (بخاری ۱/۱۰۳)

(۴)۔ حضرت ابووائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔ (معجم طبرانی کبیر ۹/۲۶۳)

(۵)۔ حضرت عکرمہؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ تو گنواروں کا فعل ہے۔ (طحاوی ۱/۱۳۰)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے والے کے بارے میں فرمایا کہ یہ گنوار پن ہے ملاحظہ ہو: (کتاب الآثار۔ ۱۲۔ ابی حنیفہ ص ۴۲)

(۶) حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کا بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۱۱)

(۷) امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۰۹)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز سری ہو یا جہری اس میں قرأت شروع کرتے وقت "بسم اللہ الرحمن الرحیم" آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے کیونکہ یہی سرکار دو عالم ﷺ کا معمول تھا اور صحابہ کرام بھی اسی پر عمل پیرا تھے۔ (ہدایہ ۱/ ۱۰۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سری نمازوں میں تو بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے لیکن جہری نمازوں میں بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنی ہی بہتر ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق بات یہی ہے کہ بسم اللہ کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہر سورۃ کی ایک آیت ہے اور اسے جہری نمازوں میں جہراً (اونچی آواز سے) پڑھا جائے اور سری نمازوں میں سراً (آہستہ)۔" (الروضۃ الندیہ ۱/ ۱۰۱)

☆ جناب نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

"اور بسم اللہ جہری نماز میں اونچی آواز سے اور سری نماز میں آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے۔" (عرف الجادی ص ۳۶)

☆ مولانا یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

"جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ سے پڑھنا بہتر ہے۔ (دستور المتقی ص ۹۲)

جائزہ:

حضور سرکار دو عالم ﷺ، خلفاء راشدینؓ، عام صحابہ کرام اور تابعین کا معمول نماز میں بسم اللہ آہستہ

آواز سے پڑھنے کا تھا اور اس کو اونچی آواز سے پڑھنا ناپسند فرماتے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اس کو گنوارپن اور گنواروں کا فعل قرار دیتے تھے، حضرت ابراہیم نخعی اور امام وکیع رحمہما اللہ نے اسے بدعت قرار دیا، اور آج بھی حرمین شریفین میں بسم اللہ آہستہ آواز ہی سے پڑھی جاتی ہے۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھی جائے، جبکہ یہ بات مذکورہ احادیث وآثار کے خلاف ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ غیر مقلدین مذکورہ احادیث پر عمل نہیں کرتے جبکہ احناف ان احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

﴿امام کے پیچھے قرأت کرنے کا مسئلہ﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۹۹ ...... تا ...... ۳۵۳، طبع عشرین﴾

☆ ...... وإذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔ (القرآن، ۷: ۲۰۴)

ترجمہ: ’’اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو، اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحمت ہو۔‘‘ (آسان ترجمہ قرآن (۵۱۳/۱) مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

(۱) ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ’’ واذا قرئ القرآن ...... الخ‘‘ کے متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۸۸)

حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کی بھی یہ رائے ہے ملاحظہ ہو (کتاب القراءۃ للبیہقی، ص ۸۷) اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ نیز اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ کبریٰ ۱۶۸/۲)

(۲) ...... حضرت بشیرؒ بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھو اور عقل سے کام لو، جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش

رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ (تفسیر طبری، ۱۰۷۹)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے امام جب قرأت کرتے تھے تو بنی اسرائیل ان کی مجاوبت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس امت کیلئے ناپسند فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ۳/۱۵۶)

(۴)... حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کریں تو تم خاموش رہو اور جب وہ "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو۔ (مسلم ۱/۱۷۴)

اسی مفہوم کی احادیث ملاحظہ ہو: (مسند احمد ۴/۴۱۵، صحیح ابی عوانہ ۲/۱۳۳)

(۵) ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو پھر جب قعدہ میں بیٹھے تو تم میں سے ہر ایک کا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہیے۔ (ابن ماجہ، ص ۶۱)

مذکورہ راوی سے ایسی ہی روایت صحیح ابی عوانہ (۲/۱۳۳) میں بھی روایت کی گئی ہے۔

(۶)... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "اللھم ربنا لک الحمد" کہو۔ (نسائی ۱/۱۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۷)

الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہ حدیث ملاحظہ ہو: (ابن ماجہ ص ۶۱، مسند احمد ۲/۳۷۶، نسائی ۱/۱۰۷)

(۷)..... حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۳)

(۸) ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ (میں نے قرأت کی ہے)۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں (اپنے جی میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قراءت کیا کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔ (ترمذی ۱/۷۱)

اس سے ملتی جلتی احادیث الفاظ کی معمولی سی تبدیلی کے ساتھ ملاحظہ ہو (کتاب القراءۃ للبیہقی صـ۳ ۱۱، ابن ماجہ صـ۶۱، مؤطا امام مالک صـ۲۹، ابوداؤد ۱/۱۲۰، نسائی ۱/۱۰۶، مسند احمد ۵/۳۰۵)

(۹) .. حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک صاحب آپ کے پیچھے "سبح اسم ربک الاعلی" پڑھنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے قرأت کی ہے یا تم میں سے کون قاری ہے؟ ایک صاحب بولے میں۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال ہوا کہ تم میں سے کوئی مجھے خلجان میں ڈال رہا ہے۔ (مسلم ۱/۱۷۲)

ایسی احادیث ملاحظہ ہو: (نسائی ۱/۱۰۶، کتاب القراءۃ للبیہقی صـ۱۲۵)

(۱۰)... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قرأت خلط ملط کر دی ہے۔ (الجوہر النقی ۲/۱۶۲، طحاوی ۱/۱۴۹)

(۱۱)..... حضرت جابرؓ بن عبداللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔ (مؤطا امام محمد صـ۹۵)

الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ایسی احادیث ملاحظہ ہو: (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۷، ... بن منیع بحوالہ فتح القدیر ۱/۲۹۵، کتاب القراءۃ للبیہقی صـ۱۳۸، ۱۷۰، ۱۵۲، ۱۸۳، ۱۵۳)

(۱۲)..... حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تجھے امام کی قراءت کافی ہے چاہے وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے یا اونچی آواز سے۔ (دارقطنی ۱/۳۰...)

(۱۳) ... حضرت جابر بن عبد اللہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ (طحاوی ۱/۱۴۹۔ مصنف عبد الرزاق ۱/۱۴۰)

ایسی احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ ملاحظہ ہو: (دارقطنی ۱/۳۲۷۔ کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۷۰، ۱۷۱)

(۱۴) ... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں، پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ۲/۹۴۷۔ نسائی ۱/۱۰۷۔ ابن ماجہ ص ۶۱)

یہی حدیث ملاحظہ ہو (مسلم ۱/۱۷۶۔ نسائی ۱/۱۰۷۔ دارمی ۱/۲۲۸۔ مسند احمد ۲/۲۳۳)

(۱۵) ... حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی ﷺ کے پاس (مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے چنانچہ یہ صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔ (بخاری ۱/۱۰۸)

﴿خلفاء راشدین اور قراءۃ خلف الامام﴾

☆ ... امام عبد الرزاق عبد الرحمٰن بن زیدؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ مجھے بہت سے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور موسیٰ بن عقبہؒ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق ۲/۱۳۹)

﴿حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا فرمان﴾

☆ ... محمد بن عجلانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ کاش جو شخص امام کے

پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۸)

☆.... محمد بن عجلانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرت (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۸۔ طحاوی ۱/۱۵۰)

﴿عبادلہ ثلاثہ کا قول و عمل﴾

(عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم)

(۱).... حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں، نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۶)

(۲) ....حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے جنڈ درخت کے جلتے کوئلوں کو منہ میں لے لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔ (مؤطا امام محمد، ص ۹۸۔ کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۵)

(۳).... حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ (طحاوی ۱/۱۵۰۔ مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۸)

(۴) ....حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۴)

(۵).... قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام اونچی آواز سے قرأت کرے یا نہ کرے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۳)

(۶)..... حضرت عکرمہؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر و عصر میں قرأت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میرا ان پر بس چلے تو میں ان کی زبانیں کھینچ لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے قرأت کی، سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔ (طحاوی ۱/۱۴۱)

﴿زید بن ثابت، سعد بن ابی وقاص اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا قول﴾

☆ ... حضرت زید بن ثابت کے پوتے موسیٰ بن سعدؒ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ (موطا امام محمد ص ۱۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۶، مصنف عبدالرزاق ۲/۱۴۰)

☆ ... حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۶)

☆ ... حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۶)

﴿علقمہ بن قیس، عمرو بن میمون اور اسود بن یزید رحمہم اللہ کا فرمان﴾

☆ ... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ نے فرمایا کہ میں انگارہ منہ میں لے لوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ امام کے پیچھے قراءت کروں۔ (موطا امام محمد ص ۹۸)

☆ ... مالک بن عمارہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بے شمار اصحاب اور تلامذہ سے جن میں عمرو بن میمونؒ بھی ہیں امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ان سب نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہیے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۷)

☆ ... حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۹)

﴿سعید بن المسیب، سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کا فرمان﴾

☆ ... حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے بالکل خاموشی اختیار کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۷)

☆ ... ابو بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قراءت کی جا سکتی ہے؟ فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی قراءت نہیں کی جا سکتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۷)

☆ ... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اول وہ شخص جس نے امام کے پیچھے قراءت کی وہ ایسا آدمی

تھا جس پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا گیا تھا۔(موطا امام محمد ،صہ ۹۸)

☆..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے وہ فاسق ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ۔ار۷۷۳)

﴿حضرت امام ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ کا مسلک﴾

☆..... امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں، اس کی تائید میں عام آثار وارد ہوئے ہیں اور یہی حضرت امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔(موطا امام محمد صہ ۹۴)

☆..... امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا مسلک ہے ہم کسی بھی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری، امام کے پیچھے قرأت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔(کتاب الآثار، بروایت الامام محمد صہ ۴۳)

﴿حضرت امام شافعی، احمد بن حنبل رحمہما اللہ اور دیگر ائمہ کا مسلک﴾

(علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:) خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں ـــــ امام احمدؒ نے صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، امام زہری، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام مالک ، امام ابوحنیفہ اور اسحق بن راہویہ رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔(مغنی ابن قدامہ، ار۵۶۲)

﴿علامہ ابن تیمیہ کا فیصلہ﴾

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف وخلف ہیں اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے۔ اور جو لوگ امام کے مقتدی کے لئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔(تنوع العبادات صہ ۸۹ بحوالہ احسن الکلام صہ ۱۳۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک اگر کوئی امام کی اقتداء میں نماز پڑھے تو مقتدی کو چاہیے کہ وہ قرأت

(فاتحہ) نہ کرے بلکہ امام کی قرأت کی طرف کان لگا کر خاموش رہے کیونکہ امام جب قرأت کرتا ہے تو اس کی قرأت مقتدی کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ، ۱/۱۲۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض سمجھتے ہیں، اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز کو ناقص، کالعدم، بیکار اور باطل قرار دیتے ہیں۔
چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

"اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کے پیچھے ہو کیونکہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ رکعت کا پانا معتبر ہے"۔ (عرف الجادی ص ۲۶)

☆......میاں نذیر حسین صاحب کے برادرزادے اور شاگرد مولانا عبدالحفیظ صاحب لکھتے ہیں:

"فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی"۔ (فتاویٰ نذیریہ ۱/۳۹۸)

نوٹ:۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب کے اس فتوے پر میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے دوسرے شاگردوں کے بھی دستخط ثبت ہیں۔

☆......مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

"میں سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں، از روئے قرآن وحدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی"۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ۱/۵۵۵)

☆......کراچی سے ایک رسالہ "فصل الخطاب فی قرأت فاتحہ الکتاب" شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

"جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے، بیکار ہے، باطل ہے"۔ (فصل الخطاب ص ۱، بحوالہ احسن الکلام ۱/۵۷)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''نماز کے فرائض میں سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس شخص کے لئے جو اس کے پڑھنے پر قادر ہو، دو رکعت والی اور چار رکعت والی نمازوں کی ہر رکعت میں خواہ فرض نماز ہو یا وتر نماز ہو یا نفل، امام مقتدی منفرد اور مسبوق ہر ایک کے لئے۔

(نزل الابرار ۱/۷۵)

جائزہ:

قرآن وحدیث، آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہو رہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے بلکہ خاموش رہ کر امام کی قرأت کی طرف کان لگانے چاہئیں کیونکہ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو منازعت ومخالجت قرار دیا ہے اور یہ منازعت ومخالجت صرف جہری نمازوں کے ساتھ نہیں بلکہ جہری اور سری دونوں نمازوں میں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۹،۸ سے ظاہر ہے۔ حدیث نمبر ۱۴ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ انسان اور فرشتے آمین میں موافقت کرنے کے مامور ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ملائکہ کی آمین امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی واقع ہوتی ہے پس چاہیے کہ مقتدیوں کی آمین بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے بغیر ہی ہو تا کہ مقتدیوں اور فرشتوں کی آمین میں توافق ہو سکے۔ اس سے بھی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔ حدیث نمبر ۱۵ سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جانے سے رکعت مل جاتی ہے کیونکہ حضرت ابوبکرہؓ نے جب ایسا کیا تو حضور ﷺ نے اسے دعا دی اور فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اسے لوٹاؤ، پس امام کو رکوع میں پالینے سے رکعت کا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ فرض نہیں، اگر فرض ہوتی تو حضور ﷺ حضرت ابوبکرہؓ کو ضرور نماز لوٹانے کا حکم دیتے لیکن کسی بھی حدیث سے آپ کا انہیں نماز لوٹانے کا حکم ثابت نہیں۔

اسی طرح خلفاء راشدین بھی امام کے پیچھے نہ تو خود قرأت کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کو کرنے

دیتے تھے بلکہ حضرت عمرؓ تو فرماتے تھے کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر بھر دیئے جائیں، حضرت علیؓ اسے فطرت کے خلاف کام قرار دیتا ہے، دیگر صحابہ کرامؓ بھی قرأت خلف الامام کو پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا بس چلے تو میں امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی زبان ہی کھینچ لوں، حضرت زید بن ثابتؓ یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

تابعین وتبع تابعین بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ میں سے کوئی امام بھی جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو صحیح نہیں سمجھتا تھا، فرض وواجب سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ نیز ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی اس کا قائل نہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ امام ابن تیمیہؒ کے قول کے مطابق جمہور سلف وخلف امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے ہیں اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے جبکہ امام کے پیچھے قرأت کو فرض وواجب قرار دینے والوں کی دلیل کمزور ہے۔

لیکن قرآن وحدیث، آثار صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے برعکس حضرات غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرأت کرنا فرض وواجب ہے چاہے امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو یا آہستہ آواز سے، اور جو مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز ناقص اور کالعدم ہے۔ یہاں غیر مقلدین پر سوال ہوتا ہے کہ اگر ان کے اس نظریہ کو مان لیا جائے تو خلفاء راشدین کی نمازوں کے بارے میں ان کیا خیال ہے جو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے؟ نیز دیگر صحابہ کرامؓ اور تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جن میں بڑے بڑے اولیاء اللہ شامل ہیں ان سب کی نمازوں کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے کیونکہ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ خود پڑھتے

تھے اور نہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے؟

کیونکہ غیر مقلدین کا یہ نظریہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے اس لیے یہ بات واضح ہو گئی کہ غیر مقلدین باقی مسائل کی طرح قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں بھی احادیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ ان کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

﴿امام کو رکوع میں پانے سے رکعت شمار ہوتی ہے؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۳۵۳ ... ۳۶۰ طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے)۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔ (بخاری، ۱/۱۰۸)

(۲)..... حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوئے تو امام رکوع میں جا چکا تھا چنانچہ ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے جب امام فارغ ہوا تو میں اٹھ کر (وہ قضاء رکعت) کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بھئی تم نے وہ رکعت پالی ہے۔ (معجم طبرانی کبیر، ۹/۲۷۱)

(۳)..... حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دونوں نے فرمایا کہ جس نے (امام کو) رکوع (میں) نہ پایا اس کے سجدہ پانے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ایضاً ص ۲۷۰)

(۴)..... حضرت خارجہ بن زیدؒ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد کی دہلیز میں قدم رکھتے ہی قبلہ رو ہو کر رکوع میں چلے جاتے پھر (بحالت رکوع) دائیں طرف (صف کی طرف) چل پڑتے اور اس رکوع سے پوری رکعت شمار کرتے، چاہے آپ صف

تک پہنچتے یا نہ پہنچتے۔ (طحاوی ۱؍۲۴۷)

(۵)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہو تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے رکوع پالیا اس نے نماز (کی وہ رکعت) پالی۔ (ابوداؤد ۱؍۱۲۹، مستدرک حاکم ۱؍۲۱۶)

(۶)..... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کے رکوع میں اٹھنے سے پہلے رکوع کو پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔ (صحیح ابن خزیمہ ۳؍۴۵، صحیح ابن حبان ۴؍۳۵۲)

(۷)..... حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس نے رکوع پالی اس نے سجدہ پالیا اور جس سے ام القرآن (سورۂ فاتحہ) فوت ہوگئی اس سے خیر کثیر فوت ہوگئی۔ (مؤطا امام مالک ص ۲۷)

(۸) حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا۔ (ایضاً)

(۹)..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تجھ سے رکوع فوت ہوگیا تو پھر سجدہ بھی فوت ہوگیا (یعنی وہ رکعت نہ ہوئی)۔ (مؤطا امام محمد ص ۱۰۰)

☆..... علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس نے وہ رکعت پالی اور جس نے امام کو رکوع میں نہ پایا اس سے رکوع فوت ہوگیا اور جس سے رکوع فوت ہوگیا اس سے سجدہ فوت ہوگیا یعنی اس کا سجدہ بھی معتبر نہیں ہے۔ یہی مذہب ہے حضرت امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، اور ان کے اصحاب، سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام ابوثور، امام احمد اور اسحٰق بن راھویہ رحمہم اللہ کا، اور یہی حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے نقل ہے، اور ہم نے ان کی سندیں تمہید میں ذکر کر دی ہیں۔" (الاستذکار، بحوالہ اعلاء السنن ۴/۳۰۵)

مسلک احناف:

احناف کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت صحیح ہو جائے گی اور اس کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن اگر رکوع چلا گیا اور امام کو قومہ یا سجدہ میں پالیا تو وہ رکعت شمار نہیں ہوگی اور اس کا اعادہ کیا جائے گا۔ (ہدایہ ۱/۱۶۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں ہوتی اور سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا کرے گا۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری لکھتے ہیں:

"مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے"۔

(فتاویٰ نذیریہ ۱/۴۹۰)

نوٹ:۔ یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ ہے۔

☆ ... جناب نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

"سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز صحیح ہے اور نہ ہی (رکوع میں امام کو پانے سے) رکعت کے پانے کا اعتبار ہے۔" (عرف الجادی ص ۳۶)

☆ ... نواب وحیدالزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اگر امام کو رکوع میں پالیا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔" (نزل الابرار ۱/۱۳۲)

☆ ..... مولانا یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

"مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی۔" (دستور المتقی ص ۱۱۱)

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت ابوبکرہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا تو رکعت پانے کے لئے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرہؓ کو دعا دی اور فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اسے لوٹاؤ، حضرت ابوبکرہؓ نے رکوع میں ملنے کے لئے جو جلدی کی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک امام کو رکوع میں پالینے سے وہ رکعت ہو جاتی ہے ورنہ حضرت ابوبکرہؓ رکوع میں ملنے کی کوشش نہ کرتے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے صاف طور پر یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہو گئی جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے واضح ہے۔ اسی پر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کا عمل تھا اسی کو ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ نے اپنایا، گویا کہ یہ ایک اجماعی مسئلہ قرار پایا۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے اس کی صراحت فرمائی کہ جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے۔

لیکن چونکہ امام کو رکوع میں پالینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے اور فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے جبکہ یہ غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں ہوتی سلام پھیرنے کے بعد اس کو ادا کرے جبکہ یہ بات مذکورہ احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

﴿فرض نماز کی آخری دو رکعتیں کیسے پڑھیں؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۳۶۱......تا......۳۲۷ طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت ابوقتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور (دوسری) دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری

دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (بخاری، ۱/۱۰۷)

(۲)..... عبید اللہ بن ابی رافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور قرآن کی کوئی دوسری سورۃ پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ، اور مغرب میں بھی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھتے تھے اور آخری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ۔ عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ عمل نبی ﷺ سے نقل فرمایا ہے۔ (طحاوی، ۱/۱۴۲)

(۳)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ۔ (کنز العمال ۸/۱۰۹)

(۴)..... حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمرؓ سے حضرت سعدؓ کی شکایت کی۔ آپ نے انہیں معزول کر کے حضرت عمار بن یاسر کو ان پر عامل مقرر کر دیا۔ اہل کوفہ نے شکایت میں یہ بات بھی ذکر کی تھی کہ انہیں تو اچھی طرح نماز پڑھانی بھی نہیں آتی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اے ابو اسحٰق ان لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں اچھی طرح نماز پڑھانی بھی نہیں آتی۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ بخدا میں تو انہیں وہی نماز پڑھاتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی ذرا اس میں کمی نہیں کرتا انہیں میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں دوسری دو رکعتیں مختصر۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو اسحٰق تم سے یہی گمان ہے۔ (بخاری، ۱/۱۰۴)

(۵)..... حضرت ابو عون کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ ان لوگوں نے تمہارے ہر معاملہ میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز تک میں، حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں اور دوسری دو رکعتیں مختصر۔

(بخاری، ۱/۱۰۶)

(۶)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ خود بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جب امام بنتے

تھے تو صرف پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرتے تھے دوسری دو میں نہیں۔ (معجم طبرانی کبیر ۹/۲۶۳)

(۷)..... حضرت عبید اللہ بن ابی رافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں قرأت نہیں کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۱۰۰)

(۸)..... ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ دونوں نے فرمایا کہ پہلی دو رکعتوں میں تو قرأت کر اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کہہ لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۲)

(۹)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری دو رکعتوں میں (نمازی) تسبیح اور تکبیر کہہ لے۔ (ایضاً)

(۱۰)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہؒ نے آخری دو رکعتوں میں کوئی حرف بھی نہیں پڑھا۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۱۰۱)

مسلک احناف:

احناف کے مسلک کے مطابق فرض نمازوں کی پہلی اور دوسری رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری کوئی سورت بھی پڑھنی چاہیے جبکہ دوسری دو یا ایک رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ اسی طرح اگر کسی نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اور خاموش کھڑا رہا یا کسی نے تسبیح کہہ لی تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔ (ہدایہ ۱/۱۵۳ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فرض نمازوں کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورت پڑھنی بھی جائز ہے، نیز اگر کسی نے ان دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اسی طرح ان کے ہاں فاتحہ کی جگہ تسبیح کہنے کے جواز کا بھی کوئی وجود نہیں ہے۔ چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب رقمطراز ہیں:

”آدمی کے لئے جائز ہے کہ چار رکعت والی نماز میں دوسری دو رکعتوں کے اندر

سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت بھی پڑھ لے''۔ (نزل الابرار ۱/۸۷)

☆.....نیز نواب صاحب رقمطراز ہیں:

''اگر کسی نے چار رکعت والی نماز کے اندر دوسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہوگئی''۔ (نزل الابرار ۱/۸۵)

☆.....نواب صدیق حسن خان صاحب کے نزدیک:

''جو شخص سورۂ فاتحہ یا اس کے ساتھ مزید کوئی سورت پڑھ سکتا ہے اس کے لئے فاتحہ چھوڑ کر تسبیح پڑھنے کے جواز کا کوئی وجود نہیں''۔ (فتاویٰ علماء حدیث ۳/۲۲۴، بحوالہ دلیل الطالب ص ۲۹۰)

جائزہ:

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تین یا چار رکعت والی فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھنی چاہیے جبکہ دوسری دو یا ایک رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے،۔یہی سرکار دو عالم ﷺ کا بھی عمل تھا اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کا بھی۔

ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی نے فرض نماز کی دوسری دو یا ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی خاموش کھڑا رہا یا سورۂ فاتحہ کی جگہ تسبیح کہہ لی تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے قول وعمل سے یہ بات ظاہر ہے اور دور صحابہ کے مفتی حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ ان تمام امور کے خلاف غیر مقلدین فرضوں کی آخری رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کو لازم قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اور فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنے کے جواز کا کوئی وجود نہیں، نیز غیر مقلدین ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورت ملانے کے جواز کے بھی قائل ہیں جبکہ یہ ساری باتیں مذکورہ احادیث کے خلاف ہیں۔

﴿نماز میں آمین کہنے کی کیفیت﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۳۶۸.....تا..... ۳۹۰ طبع عشرین﴾

☆......ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃً۔(القرآن، ۷/۵۵)

ترجمہ: ''تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔'' (آسان ترجمہ قرآن ۱/۲۰۰) مفتی محمد تقی عثانی صاحب مدظلہم)

☆......إذ نادیٰ ربہ نداءً خفیاً۔(القرآن، ۱۹/۳)

ترجمہ: ''یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا۔''
(آسان ترجمہ قرآن (۹۳۱/۲) مفتی محمد تقی عثانی صاحب مدظلہم)

☆...... واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفۃً ودون الجھر من القول۔(القرآن، ۷/۲۰۵)

ترجمہ: ''اور اپنے رب کا صبح وشام ذکر کیا کرو، اپنے دل میں بھی عاجزی اور خوف کے (جذبات کے) ساتھ، اور زبان سے بھی، آواز بہت بلند کئے بغیر۔'' (آسان ترجمہ قرآن (۱/۵۱۳) مفتی محمد تقی عثانی صاحب مدظلہم)

☆......قد اجیبت دعوتکما۔(القرآن، ۱۰/۸۹)

ترجمہ: ''تمہاری دعا قبول کرلی گئی ہے۔'' (آسان ترجمہ قرآن (۲/۶۵۷) مفتی محمد تقی عثانی صاحب مدظلہم)

(۱)...... ابن جریرؒ نے ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہارون علیہ السلام (چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر) آمین کہتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا'' یعنی قبول ہوچکی دعا تمہاری، لہٰذا آمین کہنا بھی دعا ہوا جس میں ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوئے۔(الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور، ۳/۳۱۵)

(۲)......حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے۔(بخاری، ۱/۱۰۷)

(۳)...... امام قرطبیؒ نے حضرت مجاہد، امام جعفر صادق اور ہلال بن یساف رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔(تفسیر القرآن العظیم، ۱/۳۱)

(۴)......حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ امام

پر سبقت نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ "و لا الضالین" کہے تو تم آمین کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو تم "اللھم ربنا لک الحمد" کہو۔ (مسلم ۱/۱۷۷)

(۵)..... حضرت ابی موسیٰ اشعریؓ ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اس میں آپ نے سنتیں بیان فرمائیں اور نماز (باجماعت) کا طریقہ سکھلایا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو پہلے صفیں قائم کرو، پھر تم میں سے ایک تمہاری امامت کرائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب "غیر المغضوب علیھم و لا الضآلین" کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائیں گے۔ (مسلم ۱/۱۷۴)

(۶)..... حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب قرأت کرنے والے (امام) نے "غیر المغضوب علیھم و لا الضالین" کہا اور اس کے مقتدی نے آمین کہا، پس مقتدی کا آمین کہنا آسمان والوں (فرشتوں) کی آمین کہنے کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم ۱/۱۷۶)

(۷)..... حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت سمرہؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کا (نماز میں) دو مرتبہ خاموش ہونا یاد رکھا ہے، ایک جبکہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ چکتے، دوسرے جب آپ "غیر المغضوب علیھم و لا الضالین" پڑھ کر فارغ ہوتے۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا۔ پھر ایسا ہوا کہ ان دونوں حضرات نے یہ مسئلہ پوچھنے کیلئے حضرت ابی ابن کعبؓ کو خط لکھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ سمرہؓ نے صحیح یاد رکھا ہے۔ (ابوداؤد ۱/۱۱۳، ترمذی ۱/۵۹)

(۸)..... حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ "غیر المغضوب علیھم و لا الضالین" پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔ (مسند احمد ۴/۳۱۶)

یہی حدیث اور بھی کتب حدیث میں ذکر کی گئی ہے ملاحظہ ہو: (ترمذی ۱/۵۸۔ دار قطنی ۱/۳۳۴۔ مستدرک حاکم ۲/۲۳۲۔ بیہقی ۲/۵۷۔ منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص۹۲)

﴿حضرت فاروق اعظم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا فرمان﴾

☆..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللھم ربنا لک الحمد۔ (کنز العمال ۸/۲۷۴)

یہ حدیث حضرت ابو معمرؒ کی روایت سے البنایہ فی شرح الھدایہ (۱/۶۲۰) میں اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی روایت سے محلی ابن حزم (۲/۲۰۹) میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

☆..... ابووائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔ (طحاوی ۱/۱۴۰)

یہی حدیث ملاحظہ ہو الجوہر النقی (۱/۱۳۰)

﴿حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل﴾

☆..... حضرت علقمہؒ اور اسودؒ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے۔ (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔ (محلی ابن حزم ۲/۲۰۹)

یہی حدیث ملاحظہ ہو: معجم طبرانی کبیر (۹/۲۶۳)

﴿حضرت ابراہیم نخعیؒ کا عمل اور فتویٰ﴾

☆..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں۔ (۱) سبحانک اللھم وبحمدک (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین (۵) ربنا لک الحمد۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۸۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۵۳۶)

☆..... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین سراً کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۹۶)

﴿امام شعبی، ابراہیم تیمی اور سفیان ثوری رحمہم اللہ کا مسلک﴾

☆ ... امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعی، امام شعبی اور امام ابراہیم تیمی رحمہم اللہ بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہتے تھے۔ (الجوہر النقی ۲/۵۸)

☆ ... حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ امام آمین سراً کہے اس میں انہوں نے حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی تقلید کی ہیں۔ (محلی ابن حزم ۳/۲۰۲)

﴿امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا مسلک﴾

(۱) ... (امام محمدؒ فرماتے ہیں) ہمیں خبر دی حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بروایت حمادؒ حضرت امام نخعی سے، انہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے۔ (۱) سبحانك اللهم وبحمدك (۲) اعوذ باللّٰه (۳) بسم اللّٰه (٤) آمین۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا۔ (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۳۲)

(۲) ... امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ مقتدی آمین سراً کہیں، اور مقتدی کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (المجموع شرح المہذب ۳/۳۷۰)

(۳) ... حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہے، اور امام آمین نہ کہے، البتہ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اس کے آمین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱/۷۱)

(۴) ... حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تو اونچی آواز سے آمین کہے تاکہ مقتدی بھی (سن کر آمین کہنے میں) امام کی اقتداء کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہے اور اپنے آپ کو سنائیں اور میں مقتدیوں کیلئے آمین بالجہر کو پسند نہیں کرتا، تاہم اگر وہ ایسا کر لیں تو ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ (کتاب الام ۱/۱۰۹)

﴿امام رازیؒ کی تحقیق﴾

☆……امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آمین دعا ہے، دوسری یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اگر آمین دعا ہے تو پھر اس کا اخفاء واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً'' تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے۔ اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو بھی اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً'' اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا۔ اگر اخفاء کا وجوب ثابت نہ بھی ہو تو کم از کم مندوب و مستحب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم بھی یہی قول اختیار کرتے ہیں (کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے)۔'' (تفسیر کبیر للامام فخر الدین الرازی ص۱۳۱ ج۱۴)

مسلک احناف:

آمین کہنے کے سلسلے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ جب امام غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کہے تو امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں۔ آمین آہستہ پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ یا تو یہ دعا ہے اور یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر یہ دعا ہے تو دعا کے بارے میں قرآن کا حکم آہستہ کرنے کا ہے جیسا کہ اوپر گذرا، اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کا ناموں میں سے ایک نام ہے تو پھر یہ ذکر ہے اور ذکر کے بارے میں قرآن کا حکم یہ ہے کہ وہ دل میں اور آہستہ کیا جائے، اس لئے آمین آہستہ آواز سے کہنا ہی سنت ہے۔ (ہدایہ ص۵۰ طبع مدنیہ لاہور)

مسلک اہلِ حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک آمین اونچی آواز سے کہنا چاہیے، اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے ۔ جبکہ آمین آہستہ آواز سے کہنے والوں کو تارک سنت سمجھ کر انہیں نفرت وحقارت سے دیکھتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو انہیں یہودی تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے ۔ اسی طرح وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کہنے کے بھی قائل ہیں ۔

چنانچہ مولانا یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''مغرب وعشاء اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورۃ فاتحہ کی پچھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں'' ۔ (دستور المتقی ص ۱۱۱)

۵۔ ۔۔۔ جماعت غرباء اہلِ حدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار صاحب رقمطراز ہیں:

''بس آج کل بھی جو ناعاقبت اندیش وفتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑے اور کہنے والوں سے حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے'' ۔ (فتوی آمین بالجہر ص ۲۴، بحوالہ اظہار التحسین ص ۱۱)

۶۔ ۔۔۔ مولانا محمد صاحب جونا گڑھی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

''خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا'' ۔

(رسائل محمدی ص ۳۷، بحوالہ اظہار التحسین ص ۱۲)

۷۔ ۔ مولانا خالد گرجاکھی صاحب کے ابا جان مولانا نور محمد گرجاکھی صاحب یوں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں:

''اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والوں سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو'' (اثبات آمین بالجہر ص ۱۳ مشمولہ اشتمال تقلید)

یہی مولانا نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر حنفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں:

☆ ... یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے ... حنفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں۔

☆ ... یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے ... حنفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔

☆ ... یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے ... حنفی بھی حق بغداری طرف منہ کر لیتے ہیں۔

☆ ... یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے ... حنفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔

☆ ... یہودی سلام سے حسد کرتے تھے ... حنفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔

☆ ... یہودی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے تھے ... حنفی بھی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

☆ ... یہودی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے تھے ... حنفی بھی عوام کو تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔

☆ ... یہودی اقوال احبار پیش کرتے تھے ... حنفی بھی اقوال الرجال ہی پیش کرتے ہیں۔

☆ ... یہودی حضرت موسیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے تھے ... حنفی بھی حدیث رسول ﷺ کو چھوڑ کر صراط مستقیم بھول گئے۔

☆ جو لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کریں گے وہ اس امت کے یہودی ہیں ... حنفی لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں لہذا یہی اس امت کے یہودی ہیں۔ (ثبات آمین بالجہر ص ۲۰)

☆ ... حافظ عبداللہ روپڑی صاحب سے ایک سوال ہوا:

"سوال: حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہے۔ ایک مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام غیر المغضوب پڑھ چکا تھا تو وہ امام کے ساتھ آمین کہے یا پہلے الحمد پڑھے۔" (محمد علی خطیب جامع مسجد منڈیالہ)

آپ نے جواب دیا:

"جواب: دونوں باتوں پر عمل کرے امام کے ساتھ بھی آمین کہے اور اپنی فاتحہ ختم

کر کے بھی آمین کہہ سکتا ہے۔" (فتاویٰ اہلحدیث ۱:۲۹۲)

جائزہ:

آیات کریمہ، احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے ثابت ہورہا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کے لئے آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے، کیونکہ آمین یا تو دعا ہے اور یا اللہ تعالیٰ کے نام ہونے کی وجہ سے ذکر ہے اور دونوں صورتوں میں آہستہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآنی دعا سے ظاہر ہے۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے نیز آپ کا تکبیر اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت اختیار کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر آہستہ آواز سے ثناء پڑھتے تھے اور سورۃ فاتحہ ختم کر کے آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔ خلفاء راشدین کا طرز عمل بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنے کا تھا، اکثر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام، حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیے۔

لیکن قرآن و سنت، آثار صحابہ و تابعین اور اقوال مجتہدین کے برعکس حضرات غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنا سنت ہے، اور جو شخص ان آیات و احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر ان سے ہٹ کر بھی آمین آہستہ آواز سے کہنا چاہے تو وہ اسے ضد اور حسد پر محمول کر کے نری یہودیت قرار دیتے ہیں، اور آمین اونچی آواز سے نہ کہنے والوں کو یہودیوں سے ملا دیتے ہیں۔ ان تمام امور سے یہ بات واضح ہوگئی کہ غیر مقلدین کا مذکورہ طرز عمل قرآنی آیات، احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سب کے خلاف ہے۔

﴿نماز میں رفع یدین کا مسئلہ﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۳۹۰ ... تا ... ۴۳۵ طبع عشرین﴾

(۱) ...... امام زہریؒ سالم سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین

کرتے۔۔۔۔ مونڈھوں تک۔ اور جب آپ ارادہ فرماتے کہ رکوع کرے تو رکوع سے سر اٹھا لینے کے بعد آپ رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی ہے۔ (صحیح ابی عوانہ ۹۰/۲)

یہی حدیث مسند حمیدی (۲۷۷/۲) میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔ (خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ ۴۰۴/۱)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے۔ نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں، وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔ (کشف الاستار ۲۵۱/۱، طحاوی ۵۴/۱)

اسی مفہوم کی احادیث معجم طبرانی کبیر (۳۸۵،۴۵۲/۱۱) میں بھی روایت کی گئیں ہیں۔

(۴)..... حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور ﷺ جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا۔ اور ترک رفع یدین کے باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرامؓ اور تابعین اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (ترمذی ۵۹/۱)

اس قسم کی احادیث بروایت ابن مسعودؓ ابوداؤد (۱۰۹/۱)، نسائی (۱۱۷/۲، ۱۲۰)، مسند احمد (۳۸۸/۱، ۴۴۲)، مصنف ابن ابی شیبہ (۲۳۶/۱) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۷۸/۲) میں بھی روایت کی گئیں ہیں۔

(۵)..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضرت حمادؒ سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اور وہ حضرت

اسود رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے تھے۔ (جامع المسانید ۱/۳۵۵)

(۶)..... حضرت براء ابن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لے جا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے۔ (ابوداؤد ۱/۱۰۹)

اس قسم کی احادیث بروایت براء بن عازبؓ شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۱۵۴)، مصنف عبدالرزاق (۲/۷۱)، مسند ابی یعلی (۳/۲۴۸) اور دار قطنی (۱/۲۹۳، ۲۹۴) میں بھی روایت کی گئیں ہیں۔

(۷)..... حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا پھر نماز سے فارغ ہونے تک (کسی اور جگہ) نہیں کیا۔ (ابوداؤد ۱/۱۰۹)

یہی حدیث ملاحظہ ہو: (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶، شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۱۵۳، مسند ابی یعلی ۳/۲۴۸، المدونۃ الکبریٰ ۱/۶۹)

(۸)..... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو خوب ہاتھ دراز کر کے رفع یدین کرتے تھے۔ (ابوداؤد ۱/۱۱۰)

(۹)..... حضرت نعیم المجمر اور حضرت ابوجعفر القاری رحمہما اللہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رفع یدین (صرف) نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے جبکہ تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ (التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ۹/۲۱۵)

(۱۰)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (دار قطنی ۱/۲۰۶)

(۱۱)..... کثیر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے

سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا جب تو نماز کے لئے بڑھے تو تو قبلہ رو ہو جا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریمہ کہہ اور قرأت کر جہاں سے کرنا چاہے۔ پھر جب تو رکوع میں جائے تو دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ اور انگلیاں کھلی رکھ اور (رکوع کی) تسبیح پڑھ پھر جب رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی کمر سیدھی کر لے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پہنچ جائے۔ پھر جب تو سجدہ میں جائے تو اپنی پیشانی زمین پر رکھ اور تسبیح پڑھ پھر جب تو سر اٹھائے تو اپنا سر سیدھا کر لے پھر جب تو قعدہ کرے تو اپنی ایڑیوں کو سرین کے نیچے کر لے اور کمر کو سیدھا کر لے۔ یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کی پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جو مجھ سے ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (الکامل لابن عدی ۲۰۹۶/۶)

(۱۲)..... حضرت عبداللہ بن غنمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا: اے اشعری قوم جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تاکہ میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھا دوں جو آپ ہمیں مدینہ طیبہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ پس آپ نے وضو کیا اور انہیں دکھایا کہ کیسے وضو کیا جاتا ہے آپ نے خوب اچھی طرح سے پانی اعضاء وضو تک پہنچایا حتیٰ کہ جب سایہ ظاہر ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ نماز سے قریب تر مردوں نے صف باندھی، ان کے پیچھے بچوں نے اور بچوں کے پیچھے عورتوں نے۔ پھر اقامت ہوئی اور آپ نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھ گئے۔ آپ نے رفع یدین کیا اور تکبیر (تحریمہ) کہی، پھر سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورت دونوں کو آہستہ سے پڑھا، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور تین مرتبہ سے "سبحان اللہ و بحمدہ" کہا، پھر "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا، پھر تکبیر کہہ کر (سجدہ سے) کھڑے ہو گئے۔ اس طرح پہلی رکعت میں آپ کی چھ تکبیریں ہوئیں، آپ نے دوسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت بھی تکبیر کہی پھر نماز پوری کر کے اپنے قبیلے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرا رکوع و سجود سیکھ لو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصے میں پڑھایا کرتے تھے۔ (مسند احمد ۳۴۳/۵)

(۱۳)..... حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ مبارک سے نکل کر)

ہمارے پاس تشریف لائے اور (ہمیں رفع یدین کرتے ہوئے پاکر) فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں اس طرح رفع یدین کرتے ہوئے پاتا ہوں جیسے بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں اٹھی ہوئی ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (مسلم، ۱۸۱/۱)

ایسی حدیث بروایت جابر بن سمرۃ نسائی (۱۳۳/۱) میں بھی لکھی گئی ہے۔

﴿خلفاء راشدین کا طرز عمل﴾

☆......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام، حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ہے، ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں، محدث اسحٰق بن ابی اسرائیل کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اپناتے ہیں پوری نماز میں۔ (دارقطنی، ۲۹۵/۱، بیہقی ۷۹/۲)

ایسی حدیث ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع، (۲۰۷/۱)

☆......حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے ابتداء نماز کے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۲۳۷/۱)

یہی حدیث ملاحظہ ہو: شرح معانی الآثار للطحاوی، (۱۵۶/۱)

☆......حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے جس سے نماز شروع ہوتی ہے، پھر اس کے بعد نماز کے کسی حصے میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مؤطا امام محمد، ص ۹۰۔ بیہقی ۸۹/۲)

حضرت علیؓ کے بارے میں ایسی احادیث مصنف ابن ابی شیبہ (۲۳۶/۱) اور شرح معانی الآثار للطحاوی (۱۵۳/۱) میں بھی روایت کی گئیں ہیں۔

﴿حضرت عبداللہ بن مسعود، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا عمل﴾

☆ ...... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/ ۲۳۶)

ایسی ہی احادیث ملاحظہ ہو: (شرح معانی الآثار، ۱/ ۱۵۶۔ مصنف عبدالرزاق ۲/ ۷۱)

☆ ...... حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/ ۲۳۷)

یہی حدیث مختلف الفاظ میں اور بھی حدیث کی کتابوں میں ذکر کی گئی ہے ملاحظہ ہو: (شرح معانی الآثار للطحاوی، ۱/ ۱۵۵۔ موطا امام محمد، ص ۹۰۔ معرفۃ السنن والآثار، ۲/ ۴۲۸)

☆ ...... حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام مالکؒ نے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی نعیم المجمر اور ابوجعفر القاری دونوں نے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ ابوجعفر القاری کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔ (موطا امام محمد، ص ۸۸۔ کتاب الحجۃ، ۱/ ۹۵)

﴿حضرت ابو اسحٰق سبیعی، امام شعبی اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کا عمل﴾

☆ ...... حضرت عبدالمالکؒ (بن ابجد) فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی، ابراہیم نخعی اور ابو اسحٰق سبیعی رحمہم اللہ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/ ۲۳۷)

☆ ...... امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/ ۲۳۶)

☆ ...... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تو ابتداء نماز کے علاوہ باقی کسی جگہ بھی نماز میں رفع یدین نہ کر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/ ۲۳۶)

﴿حضرت اسود بن یزید، علقمہ اور قیس بن ابی حازم رحمہم اللہ کا عمل﴾

☆ ...... حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزید اور حضرت علقمہ رحمہما اللہ نماز کے شروع

میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶)

☆ ... حضرت اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی حازمؒ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶)

﴿حضرت خیثمہ، ابن ابی لیلیٰ، سفیان ثوری اور محدث اسحق رحمہم اللہ کا عمل﴾

☆ ... حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت خیثمہؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶)

☆ ... حضرت سفیان بن مسلم جہنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۷)

☆ ... امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ''اور اسی کے (کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے پھر نہیں) قائل ہیں حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ۔ (ترمذی ۱/۵۹)

☆ ... محدث اسحق بن ابی اسرائیلؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو (کہ رفع یدین ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے) اپناتے ہیں تمام نماز میں۔ (دارقطنی ۱/۲۹۵)

﴿امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا مسلک﴾

☆ ... حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں ہر اٹھتے بیٹھتے (وقت) تکبیر کہے جب پہلے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے، جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے، رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے۔ اور یہ سب حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ (موطا امام محمد ص ۸۸)

☆ ...... امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا ہوں رفع یدین کو نماز کی کسی بھی تکبیر میں نہ جھکتے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔ (مدونۃ الکبریٰ ۱/۶۸)

☆ ... مالکیہ کہتے ہیں کہ رفع یدین مونڈھوں تک تکبیر تحریمہ کے وقت مستحب ہے اس کے علاوہ

مکروہ ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۲۵۰)

ترک رفع یدین پر اہل مدینہ اور اہل کوفہ سمیت اکثر فقہاء کا اجماع

☆...... علامہ ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت منحصر کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور براء بن عازبؓ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے۔ اور یہی مذہب امام مالکؒ کا بھی ہے کیونکہ اہل مدینہ کا عمل اسی کے موافق ہے۔ (بدایۃ المجتہد ۱/۹۷)

☆...... امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کے اصولوں میں سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ (بدائع الفوائد ۴/۳۲)

☆...... امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بے شمار اہل علم صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (ترمذی ۱/۵۹)

☆...... علامہ ابن رشد بن مالکیؒ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت ابو حنیفہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔ (بدایۃ المجتہد ۱/۹۶)

☆...... حضرت ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۱۵۶)

☆...... امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ میں (رفع یدین کے مستحب ہونے میں) اختلاف ہے۔۔۔۔۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔ (نووی شرح مسلم ۱/۱۶۸)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین یعنی ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا چاہیے، جبکہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی جگہوں میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے، اور تکبیر تحریمہ کے وقت

بھی رفع یدین کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں ہے۔ (ہدایہ ۱/۱۰۱۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی جگہوں میں بھی رفع یدین کرنا سنت مؤکدہ، سنت متواترہ (بلکہ واجب و فرض) ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے، اور نہ کرنے والا سخت گنہگار اور سعادت سے محروم ہے (العیاذ باللہ)۔ چنانچہ جماعت غرباء اہل حدیث کے امام، مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں:

''رفع یدین فی الصلوٰۃ ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر دم تک کیا ہے''۔ (فتاویٰ ستاریہ ۳/۵۰)

☆...مولانا خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

''نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا رسول کریم ﷺ کی سنت متواترہ ہے''۔ (صلوٰۃ النبی ص ۱۶)

☆...جناب حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور کسی کے کہے کہائے اس سعادت سے محروم نہ ہوں''۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۰۴)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے''۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۰۳)

☆...مولانا خالد گرجاکھی صاحب کے والد مولانا نور حسین گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

''امام سبکی نے رفع الیدین کے متعلق ۲۲ صحابہ سے روایات نقل کی ہیں

اور تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین و محدثین کے نام لکھ کر از روئے دلائل ثابت کیا ہے کہ رفع یدین سنت مؤکدہ ہے بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے"۔ (قرۃ العینین ص ۱۹)

☆…… غیر مقلدین کے مجتہد العصر مولانا عبداللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں:

"احتیاطاً رفع یدین کرنے ہی میں ہے نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ نماز میں نقص آئے"۔ (فتاوی اہل حدیث ج۱ ص۳۱۴)

☆…… غیر مقلدین کے مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

"رفع یدین رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت سنت مؤکدہ ہے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس پر عمل فرمایا ہے جو شخص اس سنت کا تارک ہے وہ سخت گنہگار ہے"۔ (غیر مطبوعہ اصل فتویٰ حضرت مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہم کے پاس موجود ہے)

جائزہ:

احادیث و آثار، اقوال صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب اور حضرت علی رضی اللہ عنہم آپ سے اسی عمل کو نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بھی یہی عمل تھا اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں، حضرت انسؓ کو حضور ﷺ نے باقاعدہ نماز کا طریقہ سکھلایا اس میں صرف پہلی رفع یدین کا ذکر کیا اور کسی جگہ کا نہیں، حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ میں تمہیں حضور ﷺ کی نماز سکھلاتا ہوں، چنانچہ آپ نے پوری نماز پڑھ کر دکھلائی اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں سے کہا کہ میری تکبیر اور رکوع و سجود کو اچھی طرح سیکھ لو اور اسے یاد رکھو حضور

ﷺ ہمیں اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔

خلفاء راشدینؓ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ اور عاصم بن کلیبؒ ان کا یہی عمل نقل فرماتے ہیں۔ عام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جلیل القدر تابعی حضرت ابو اسحٰقؒ اسی عمل کو اپناتے ہیں، حضرت قیس بن ابی حازمؒ جو افضل التابعین ہیں جنہوں نے حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کی زیارت کی ہے، حضرت امام شعبیؒ جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور دو سال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں رہے ہیں، حضرت علقمہ بن قیسؒ جن سے صحابہ کرام مسائل پوچھتے تھے، حضرت ابراہیم نخعیؒ جو صحابہ کرام کے دور کے مفتی تھے، حضرت اسودؒ جو سیدہ عائشہ، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسی ہستیوں کے شاگرد تھے۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا، ان کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کو رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اقوال ائمہ مجتہدین اور اجماع امت کے خلاف حضرات غیر مقلدین بلا کسی تردد کے اس بات کے قائل ہیں کہ رفع یدین رکوع کے وقت سنت مؤکدہ ہے سنت متواترہ اور واجب بلکہ فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص بلکہ باطل ہو جاتی ہے اور جو رفع یدین نہ کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سعادت سے محروم ہے۔

اگر غیر مقلدین کے مذکورہ فتوؤں کو مان لیا جائے تو بڑے بڑے اولیاء کرام، جلیل القدر صحابہ کرام اور خود حضور ﷺ بھی ان فتوؤں کی زد سے نہیں بچ سکیں گے کیونکہ حضور ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح خلفاء راشدین، صحابہ کرام، جلیل القدر تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین بھی رکوع والا رفع یدین نہیں کرتے تھے، اس لئے غیر مقلدین کے مسلک اور ان کے مذکورہ فتوؤں کے ساتھ اتفاق کرنا ممکن نہیں جو کہ واضح طور پر مذکورہ احادیث و آثار کے خلاف ہیں۔

﴿نماز میں جلسہ استراحت کا مسئلہ﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۴۳۶ ..... تا ..... ۴۵۴ طبع عشرین﴾

(۱) ..... عباس یا عیاش بن سہل ساعدیؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے کہ جس میں ان کے والد بھی تھے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور اسی مجلس میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی، پھر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی تو آپ سیدھے کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں۔ (ابوداؤد، ۱/۱۰۷)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہی پر عمل ہے اور وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی (نماز میں دوسری، تیسری رکعت کیلئے) پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔ (ترمذی ۱/۶۵)

(۳) ..... حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا: اے اشعریین کی جماعت خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تا کہ میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کی نماز سکھا دوں جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ (مسند احمد، ۵/۳۴۳)

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے، وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آیا اور سلام کیا، آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ واپس گیا

اور (دوبارہ) نماز پڑھ کر پھر آپ کو سلام کیا، آپ نے جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کا طریقہ) بتلا دیجئے، آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدے سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح ساری نماز میں کرو۔ (بخاری ۲/۹۸۶)

﴿خلفاء راشدینؓ اور عام صحابہ کرامؓ کا معمول﴾

☆...... حضرت امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۴)

☆...... عبدہؒ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز میں بغور دیکھا، میں نے دیکھا کہ آپ (پہلی اور تیسری رکعت کے بعد سیدھے) کھڑے ہو جاتے ہیں بیٹھتے نہیں۔ عبدالرحمن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ آپ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے پہلی اور تیسری رکعت کے بعد۔ (معجم طبرانی کبیر ۹/۲۶۶۔ سنن کبریٰ بیہقی ۲/۱۲۵)

☆...... حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۴)

☆...... حضرت وہب بن کیسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو وہ اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۴)

☆...... امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمارہؒ بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا، جب آپ دوسرے سجدہ سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہو گئے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے

فرمایا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن یزیدؒ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابراہیم نخعیؒ سے بیان کی انہوں نے فرمایا کہ مجھے بھی عبدالرحمٰن بن یزیدؒ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے پھر یہ حدیث خیثمہؒ بن عبدالرحمٰن سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عبداللہ ثقفیؒ کو بیان کی، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے قدموں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عطیہ عوفیؒ سے بیان کی، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۲۵/۲)

☆...... حضرت نعمان بن ابی عیاشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے بے شمار صحابہ کرام کو پایا ہے کہ وہ جب پہلی اور تیسری رکعت کے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو ویسے ہی سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۵/۱)

﴿عام مشائخ وتابعین کا معمول﴾

☆...... محمدؒ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۶/۱)

☆...... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے قیام میں جلدی کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۵/۱)

☆...... امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ نہیں بیٹھتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا بیٹھتا نہ تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۶/۱)

﴿ حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رحمہما اللہ کا مسلک ﴾

☆ .... تمہید میں ہے کہ سجدہ سے قیام کیلئے اٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت امام مالک، امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ نمازی اپنے قدموں کے بل کھڑے ہو اور جلسہ استراحت نہ کرے اور یہی مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے۔ حضرت نعمان بن عیاشؒ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے بے شمار صحابہ کرامؓ کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابوالزنادؒ کہتے ہیں کہ جلسہ استراحت نہ کرنا ہی سنت ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث اسی پر ہیں (کہ جلسہ استراحت نہ کیا جائے)۔ (الجوہر النقی ۲/۱۲۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بغیر بیٹھے سیدھا کھڑے ہو جانا مسنون ہے اور ان کے درمیان بیٹھنا (جلسہ استراحت کرنا) سنت کے خلاف ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے اور پھر اگلی رکعت کے لیے اٹھ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (ہدایہ ۱/۱۰۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین جلسہ استراحت کرنے کو مستحب بلکہ سنت قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

"اور جلسہ استراحت سنت ہے"۔ (عرف الجادی صفحہ ۳۰)

☆ .... مولانا اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے"۔ (رسول اکرم کی نماز صفحہ ۸۳)

☆ جناب نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا (جلسۂ استراحت کرنا) مستحب ہے۔"

(نزل الابرار ۱/۸۹)

جائزہ:

احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہوکر بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہوجانا مسنون ہے حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا یہی معمول نقل فرما رہے ہیں۔ حضرت ابومالک اشعریؓ اسی طریقہ سے قیام کرنے کو آپ کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایک ایسے شخص کو جو صحیح طرح نماز نہ پڑھ پا رہا تھا صحیح طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا، آپ نے ان سے فرمایا کہ جب تم اطمینان سے سجدہ کر چکو تو سجدے سے اٹھو اور سیدھا کھڑے ہوجاؤ۔ آپ کے اس فرمان سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جلسۂ استراحت مسنون نہیں اگر مسنون ہوتا تو آپ ضرور اس شخص کو اس کے کرنے کا حکم دے دیتے۔

خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ بھی جلسۂ استراحت کے قائل نہیں تھے، خیرالقرون میں جلسۂ استراحت کرنے کا بالکل رواج نہیں تھا، اور آج بھی حرمین شریفین میں امام جلسۂ استراحت نہیں کرتے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے جلسۂ استراحت کرے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اعذار کی وجہ سے بہت سے اعمال میں شریعت کی طرف سے رخصت ہوتی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف حضرات غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جلسۂ استراحت کرنا مستحب بلکہ سنت ہے اور اس میں وہ کسی عذر وغیرہ کی قید بھی نہیں لگاتے حالانکہ سرکار دوعالم ﷺ کا عام معمول جلسۂ استراحت نہ کرنے کا تھا اور یہی عام صحابہ کرام اور خیرالقرون کے مشائخ عظام کا بھی معمول تھا۔ لیکن غیر مقلدین بہت اطمینان کے ساتھ اس کو سنت قرار دے رہے ہیں اگر ان کی یہ بات مانی جائے تو (معاذ اللہ) یہ خرابی لازم آئے گی کہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام

، تابعین و تبع تابعین کو اس سنت کا علم نہ ہو سکا تھا جس پر آج غیر مقلدین عمل پیرا ہیں، اس لیے یہ بات واضح ہوگئی کہ غیر مقلدین کا طرز عمل مذکورہ بالا احادیث و آثار کے خلاف ہے۔

﴿نماز میں ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہونا خلاف سنت ہے﴾

(۱)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں (دوسری رکعت کیلئے اٹھتے وقت) دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد، ۱/۱۴۲)

(۲)..... حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ سجدے میں جاتے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ۔ اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔ (ابوداؤد، ۱/۱۲۲)

(۳)..... حضرت ابو جحیفہؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ آدمی پہلی دو رکعتوں میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اٹھے، الا یہ کہ وہ بہت بوڑھا ہو جسے اس کے بغیر اٹھنے کی ہمت ہی نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/۳۹۵)

(۴)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے الا یہ کہ آدمی بہت بوڑھا ہو یا بیمار ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/۳۹۵)

﴿علامہ ابن قیم حنبلیؒ کی تحقیق﴾

☆..... علامہ ابن قیم حنبلیؒ لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ اپنے قدموں اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے تھے اپنی رانوں پر سہارا لیتے ہوئے (جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا ہے) اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر نہیں ٹیکتے تھے"۔ (زاد المعاد، ۱/۶۱)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز میں پہلی رکعت کے سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لئے

اٹھتے وقت سنت یہ ہے کہ زمین سے پہلے چہرہ اٹھائے، پھر دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر گھٹنے اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹیکے، البتہ معذورین کے لئے زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہونے کی گنجائش ہے۔ (ہدایہ، ۱۰۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین عذر وغیرہ کی قید لگائے بغیر اس بات کے قائل ہیں کہ نماز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکتے ہوئے ہی اٹھنا چاہیے۔ چنانچہ مولانا یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''پھر زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوں''۔ (دستور المتقی ص ۱۰۰)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں دوسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت سنت یہ ہے کہ سب سے پہلے چہرہ اٹھائے، پھر دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ کر گھٹنے اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹیکے۔ کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کا عام معمول یہی تھا اور آپ نے نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہونے سے منع بھی فرمایا ہے، حضرت علی المرتضیٰؓ بھی اسی کو سنت قرار دے رہے ہیں، عام صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی ہے، حضرت ابراہیم نخعیؒ تو زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ قرار دے رہے ہیں، ہاں اگر کوئی شخص اتنا بوڑھا ہو گیا ہو جس کے لئے زمین پر ہاتھ سے سہارا لئے بغیر اٹھنا دشوار ہو یا کوئی بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے صحیح طرح نہ اٹھ سکتا ہو تو اس کے لئے رخصت ہے کہ وہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھ جائے۔ لیکن ان سارے امور کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر ہی اٹھنا چاہیے جبکہ یہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز کے دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۳۵۲ تا ۳۶۱، طبع عشرین﴾

(۱)...حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے ضرور دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ) جب تشہد میں بیٹھے تو آپ نے بایاں پاؤں بچھا کر اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے۔ (ترمذی ۱؍۶۵)

(۲)...حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھے تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں زمین پر بچھا لیا اور اسی پر بیٹھ گئے۔ (طحاوی ۱؍۱۴۸)

(۳)...حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اعرابی سے کہا کہ جب تو سجدہ کرے تو اچھی طرح سجدہ کر، اور جب (تشہد میں) بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔ (مسند احمد بن حنبل، مصنف ابن ابی شیبہ، ابن حبان، بحوالہ نیل الاوطار ۲؍۲۸۶)

(۴)...حضرت عبداللہؓ اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔ (نسائی ۱؍۱۳۰)

(۵)...حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ۲؍۱۲۰)

یہی حدیث بروایت حضرت سمرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما مجمع الزوائد (۲؍۸۶) میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

(۶)...حضرت عبداللہؒ بن عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھتے تھے کہ جب آپ (قعدہ میں) بیٹھتے تو چوکڑی مار کر بیٹھتے (فرماتے ہیں کہ) میں ابھی بالکل نو عمر تھا، میں بھی ایسا کرنے لگا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ

ہے کر (بیٹھنے میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور بایاں پاؤں پھیلا دو۔ میں نے کہا کہ آپ تو اس طرح کرتے ہیں (چوکڑی مارتے ہیں) آپ نے فرمایا میرے پاؤں میرا بار نہیں اٹھا پاتے۔ (بخاری ۱/۱۱۴)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز کے دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے، کسی عذر کی وجہ سے دوسری طرح بیٹھنا بھی جائز ہے، اور نماز کے دونوں قعدوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (ہدایہ ۱/۱۱۲،۱۱۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک پہلے اور دوسرے قعدہ میں فرق ہے، ان کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر ہی بیٹھا جائے، جبکہ دوسرے قعدہ میں تورک کیا جائے، عذر ہو یا نہ ہو تورک ضرور کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔ چنانچہ مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

"جب آخیر کی رکعت میں بیٹھیں تو بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولھے پر بیٹھیں (اس کو تورک کہتے ہیں)"۔ (دستور المتقی صفحہ ۱۰۲)

☆..... مولانا اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"آخری تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھ جائے یا دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بائیں کولھے پر بیٹھے"۔

(رسول اکرم کی نماز صفحہ ۸۵)

☆..... مولانا صادق سیالکوٹی صاحب تحریر کرتے ہیں:

"بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہیے"۔ (صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۴۷)

جائزہ:

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ

ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ حضور ﷺ کا دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا عام معمول یہی تھا، چنانچہ حضرت وائلؓ آپ کے بیٹھنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک اعرابی کو (کسی فرق کے بغیر) اسی طرح بیٹھنے کا حکم بھی دیا گویا آپ کے قول وفعل دونوں سے اسی طرح بیٹھنا ثابت ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی طرح بیٹھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں اور صرف یہی نہیں آنحضرت ﷺ نے دوسری طرح بیٹھنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ ان تمام امور سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں دونوں قعدوں میں دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی مسنون ہے البتہ یہ کہ کوئی تکلیف یا عذر ہو تو دوسری طرح بیٹھنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عذر کی وجہ سے چوکڑی مار کر بیٹھتے تھے، اور آنحضرت ﷺ کا معمول سے ہٹ کر کسی وقت دوسری طرح بیٹھنا بھی عذر پر محمول ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث کے برعکس غیر مقلدین قعدہ اولیٰ اور ثانیہ میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قعدہ اولیٰ میں تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر ہی بیٹھا جائے مگر دوسرے قعدہ میں تورک کرنا ضروری ہے اور یہ سنت ہے، ظاہر ہے ان کا یہ طرز عمل مذکورہ احادیث کے خلاف ہے کیونکہ حضور ﷺ کے قول وفعل کے خلاف کسی کا عمل سنت نہیں ہو سکتا۔

قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود وغیرہ پڑھنا درست نہیں

(حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۳۶۱ ..... تا ..... ۳۶۷، طبع عشرین)

(۱)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ (تین یا چار رکعت والی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر ایسے بیٹھتے گویا جلتے توے پر بیٹھے ہیں یعنی جلدا ٹھ جاتے تھے۔ (حدیث کے راوی ابو عبیدہؒ کہتے ہیں) میں نے کہا (تیسری رکعت کیلئے) کھڑے ہونے کی وجہ سے (اس طرح کرتے تھے)، تو آپ نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔ (نسائی ۱۳۲/۱)

(۲)..... حضرت سعد بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبیدہؒ بن عبداللہ بن مسعودؓ کو سنا وہ اپنے والد سے نقل کر رہے تھے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تھے تو ایسا

لگتا تھا جیسے آپ جلتے توے پر بیٹھے ہوں۔ امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ پھر سعدؓ نے اپنے لبوں کو کوئی بات کر کے ہلایا، میں تو یہی کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہا کہ پھر آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے الا یہ کہ ابو عبیدہؓ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا، اور اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے یہ اسی کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی نہ تو پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کو دراز کرے اور نہ ہی تشہد پر کسی قسم کا اضافہ کرے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر تشہد پر اضافہ کیا تو سجدہ سہو لازم آجائے گا، چنانچہ امام شعبیؒ وغیرہ سے ایسے ہی مروی ہے۔ (ترمذی ۱/۸۵)

(۳)...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد سکھلایا نماز کے درمیانی اور آخری قعدہ میں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے درمیانی اور آخری قعدہ میں بائیں کولہے پر بیٹھتے تو پڑھتے تھے "التحیات للہ والصلواۃ والطیبات السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ"۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پھر اگر حضور ﷺ درمیانی قعدہ میں ہوتے تو تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور اگر آخری قعدہ میں ہوتے تو تشہد کے بعد اللہ کو جو منظور ہوتا وہ دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے۔ (مسند امام احمد ۱/۴۵۹، صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۵۰)

(۴) .. حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔ (مسند ابی یعلی ۷/۳۳۷)

(۵)..... حضرت تمیم بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو ایسے لگتا جیسے جلتے توے پر بیٹھے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ (جلدی) کھڑے ہو جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۹۵)

(۶)...... حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہ کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۹۶)

(۷) امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی کی اس پر سجدہ سہو لازم ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۹۶)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک اگر نماز تین یا چار رکعت والی ہو تو پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جانا چاہیے، آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیے، اگر درود وغیرہ پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم آئے گا۔ (ہدایہ ۱/۱۳۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قعدہ اولی میں تشہد کے بعد آگے درود وغیرہ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔
چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

"ظاہر یہ ہے کہ جو دعائیں تشہد میں وارد ہوئی ہیں وہ دونوں تشہدوں کو شامل ہیں (یعنی دونوں تشہدوں میں پڑھنی چاہیے) البتہ درمیانی تشہد میں تخفیف بہتر ہے"۔ (عرف الجادی صہ۲۸)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"پھر تشہد کیلئے بیٹھے اور اس میں مستحب یہ ہے کہ پہلے نبی اکرم ﷺ پر پورا درود پڑھے پھر جو دعا سے سب سے اچھی لگتی ہو اسے اختیار کر کے اپنے رب سے وہ دعا مانگے اور اس عمل کے اتمام میں اختصار سے کام لے بایں طور کہ تشہد کے بعد دعا اور درود میں اختصار کرے پھر تکبیر کہتا ہوا (تیسری رکعت کیلئے) اٹھ کھڑا ہو"۔ (نزل الابرار صہ۱/۸۱)

☆.....مولانا خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

"اسی طرح پہلے تشہد میں پڑھ لیا جائے یا نہ پڑھا جائے ایک ہی بات ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے ثواب میں اضافہ ہو"۔ (صلوۃ النبی صہ۲۳۳)

☆.....غیر مقلدین کے مفتی ثناء اللہ مدنی صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"پہلے تشہد میں درود پڑھا جا سکتا ہے اور اگر رہ جائے تو سجدہ سہو لازم نہیں"۔ (ہفت روزہ الاعتصام ۴۴/۵، ش نمبر ۸)

جائزہ:

احادیث و آثار سے معلوم ہو رہا ہے کہ تین یا چار رکعات والی نماز کے پہلے قعدہ میں صرف تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جانا چاہیے۔ حضور پاک ﷺ کا معمول مبارک یہی تھا، آپ تین یا چار رکعات والی نماز میں پہلے قعدہ میں تشہد پڑھتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور پہلا قعدہ دوسرے قعدہ کی نسبت بہت معمولی سا کرتے تھے حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ کہتے ایسا لگتا تھا کہ آپ جلتے توے یا گرم پتھر پر بیٹھے ہوں۔ یہ اسی صورت میں ہوتا ہے کہ تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔

خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبرؓ کا عمل بھی یہی ہے اور امام ترمذیؒ کے بقول عام اہل علم کا عمل بھی اسی پر ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔ امام شعبیؒ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر کسی نے پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے۔ ان تمام امور کا تقاضہ تو یہ ہے کہ پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے والے کی مرضی ہے پڑھے نہ پڑھے اس کے لئے دونوں برابر ہے بلکہ پڑھنا مستحب ہے اور ثواب میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے۔ جبکہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد مزید کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہیے لہٰذا غیر مقلدین کا درود وغیرہ کا اضافہ کرنا خلاف سنت ہے۔

﴿فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا مانگنا درست ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۳۲۸ ..... تا ..... ۳۲۸ طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ سے سوال ہوا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا جو رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد مانگی جائے۔ (ترمذی ۲/۱۸۷)

(۲)..... حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ جب نماز سے فارغ ہو کر سلام

پھیرتے تو یہ دعا مانگتے۔ "اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت"۔ (ابوداؤد ۲۱۲/۱)

یہ حدیث کچھ اضافہ کے ساتھ ملاحظہ ہو: (کتاب الزہد والرقائق للامام عبداللہ بن المبارک ص ۴۰۵)

(۳) ..... حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے " رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک" (مسلم بحوالہ نیل الاوطار ۳۲۲/۲)

(۴)..... حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو سلام پھیر کر یہ دعا مانگتے تھے "اللّٰھم انی اسئلک علما نافعا ورزقا طیبا و عملا متقبلا "۔ (مسند احمد ۳۰۵/۶۔ ابن ماجہ ص ۶۶)

(۵)۔ ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی نہ چھوڑنا" اللّٰھم اعنی علی ذکرک وشکرک و حسن عبادتک "۔ (مسند احمد ۲۴۷/۵۔ ابوداؤد ۲۱۳/۱۔ نسائی ۱۹۲/۱)

(۶)..... حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پروردگار انتہائی حیا والے اور سخی ہیں وہ اپنے بندے سے شرماتے ہیں کہ جب وہ ان کی طرف (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھائے تو وہ انہیں خالی لوٹا دیں۔ (ترمذی ۱۹۲/۲۔ ابوداؤد ۲۰۹/۱۔ ابن ماجہ ص ۲۸۴)

(۷)..... حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے اور ڈرنا، عاجزی کرنا اور مسکینی ظاہر کرنا ہے اور اٹھائے تو اپنے دونوں ہاتھ۔ حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تو اپنے پروردگار کے حضور میں اس طرح سے ہاتھ اٹھا کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں تیرے چہرے کی طرف ہوں دعا کرے اور کہے یارب یارب۔ جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا ایسا ہے۔ (ترمذی ۸۷/۱۔ نسائی۔ ابن خزیمہ)

(۸)... محمد بن یحیٰی اسلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اس

حال میں کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو لیتے تھے۔(سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ لمحمد بن عبدالرحمن الزبیدی ص ۴۲)

(۹)...... حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہر نماز کے بعد جو بندہ بھی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے "اللھم الٰھی و الٰہ ابراھیم و اسحٰق و یعقوب و الٰہ جبریل و میکائیل و اسرافیل علیھم السلام اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن" تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو نا کام نہ لوٹائیں۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۳۶)

(۱۰)...... حضرت اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو موڑ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔(سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ مع جزء رفع الیدین للبخاریؒ ص ۴۳)

(۱۱)...... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیر کر اپنے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگی "اے اللہ! ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور وہ کمزور مسلمان جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں انہیں کفار کی ہاتھ سے خلاصی نصیب فرما"۔(تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن کثیرؒ ۱/۵۴۲)

(۱۲)...... حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کے قصہ میں ذکر کیا ہے کہ جب صبح صادق ہو گئی تو فجر کی نماز کیلئے اذان دی گئی آپ نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اور لوگ بھی دوزانو بیٹھ گئے، آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے، لوگوں نے بھی آپ ہی کی طرح کیا۔(البدایۃ والنہایۃ ۶/۳۲۸)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنا صحیح ہے، فقہاء کرام نے امت کے تعامل اور توارث کے پیش نظر اس کو مستحب قرار دیا ہے۔

مسلک اہل حدیث:

موجودہ دور کے غیر مقلدین فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کو صحیح نہیں سمجھتے بعض تو اسے بدعت وحرام قرار دے رہے ہیں جبکہ بعض اس کو رسم اور تقیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا ابوابرکات احمد صاحب لکھتے ہیں:

''قصہ مختصر مروجہ دعا ایک رسم ہے یا ایک تقیہ ہے جس کا ثبوت سنت رسول ﷺ یا اسوۂ رسول ﷺ میں، خلفاء راشدین کی سیرت میں، ائمہ اربعہ کے فتویٰ میں یا محدثین کی کتابوں کے ابواب میں موجود نہیں ہے۔ وقتاً فوقتاً اور کبھی کبھی والی بات بھی غلط ہے کیونکہ نبی ﷺ سے ایک مرتبہ بھی اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے تو پھر کبھی کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے''۔ (فتاویٰ برکاتیہ، ص ۹۸)

☆...مزید لکھتے ہیں:

'' استاذ الاساتذہ شیخنا المکرم محدث گوندلوی نے اپنی زیر نگرانی تین مساجد چاہ والی مسجد، مسلم مسجد نوشہرہ روڈ اور جامعہ اسلامیہ حافظ آباد روڈ میں اس بدعت کو ختم کرادیا۔ اگر بالفرض کسی نے اس طرح دعا کی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ مجھے گوجرانوالہ آئے ہوئے اڑتیس سال ہورہے ہیں اس وقت سے لے کر ان کی وفات تک کسی نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے ان کو نہیں دیکھا''۔ (فتاویٰ برکاتیہ، ص ۹۲)

☆... ایک غیر مقلد محمد ابوعبد السلام نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ٹائٹل پیج پر جلی حروف سے لکھا ہے ''فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا بدعت وحرام ہے''۔

اس مقام پر صاحب کتاب (مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہم) نے اپنی آنکھوں دیکھا ایک

واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے دیو بند مکتب فکر کی ایک مسجد میں نماز عصر ادا کی۔ امام صاحب نے جونہی سلام پھیرا تو ایک عمر رسیدہ غیر مقلد شخص کھڑے ہوئے اور یہ شور ڈالنے لگے کہ نماز کے بعد دعا کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ منع ہے۔

جائزہ:

مذکورہ بالا احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اس لئے حضورﷺ فرض نماز کے بعد خود بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت اسود عامری رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ حضرت فضل بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے۔ حضرت علاء بن حضرمیؓ کے واقعہ میں بات بالکل واضح ہے کہ انہوں نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کروائی اور صحابہ وتابعین نے آپ کے ساتھ مل کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

ان امور سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جب آنحضرتﷺ سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے اور صحابہ کرام کو آپ نے ترغیب بھی دی ہے تو لازماً جب آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوں گے تو صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا ضرور مانگتے ہوں گے کیونکہ صحابہ کرام سے یہ بات بعید ہے کہ نبیﷺ تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوں اور وہ یونہی بیٹھے رہیں ۔ انہی احادیث وآثار نیز امت کے توارث کے پیش نظر فقہائے کرام نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔ لیکن موجودہ دور کے غیر مقلدین اس دعا کو بدعت وحرام قرار دے کر رسم اور تقیہ سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ ان کا یہ طرز عمل مذکورہ احادیث وآثار کے علاوہ امت کے توارث وتعامل کے بھی خلاف ہے۔

کیا مرد و عورت کی نماز ایک جیسی ہے؟

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۴۷۹ ...... تا ...... ۴۹۰، طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے وائل بن حجرؓ جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔ (معجم طبرانی کبیر ۲۲/۱۸)

(۲)..... حضرت یزید ابن ابی حبیبؒ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو، کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے۔ (مراسیل ابی داؤد ص ۸، سنن کبریٰ بیہقی ۲/۲۲۳)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔ (کنز العمال، ۷/۵۴۹)

(۴)..... حضرت حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱/۲۷۹، سنن کبریٰ بیہقی ۲/۲۲۲)

(۵)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰، بیہقی ۲/۲۲۲)

(۶)..... حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰)

(۷)..... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تسبیح مردوں کیلئے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کیلئے۔ (بخاری ۱/۱۶۰۔ مسلم، ۱/۱۸۰۔ ترمذی، ۱/۸۵)

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے عورتوں کو یہ ادب سکھلایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے رسول ﷺ نے بھی عورتوں کو سکھلایا ہے۔ لہٰذا عورتوں کیلئے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملا کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکا لیں اور اس طرح سجدہ کریں کہ ان کیلئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔ اسی طرح ان کیلئے پسندیدہ ہے رکوع میں بھی اور جلسہ میں بھی، بلکہ تمام نماز ہی میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کیلئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔ (کتاب الام، ۱/۱۱۵)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ: مجھے عورت کے لئے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اسی کو خلال نے اختیار کیا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، ۱/۵۶۲)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ: رہا (ہاتھ باندھنے کا معاملہ) عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔ (السعایۃ، ۲/۱۵۶)

مسلک احناف:

مرد اور عورت کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ بہت ساری جگہوں میں مرد کی نماز عورت کی نماز سے مختلف ہے۔ مثلاً مرد تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے اور عورتیں کندھوں تک، مرد ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتیں سینہ پر، مرد سجدہ میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھیں گے اور عورتیں ملا کر وغیرہ۔ (شامی، ۱/۵۰۴)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مرد اور عورت کی نماز ایک جیسی ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں میں فرق کرنا مداخلت فی الدین ہے (العیاذ باللہ)۔ چنانچہ مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''شریعت محمدی میں مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں بلکہ جس طرح مرد نماز پڑھتا ہے اسی طرح عورت کو بھی نماز پڑھنا چاہیے۔'' (دستور المتقی ص ۱۵۱)

☆......مولانا حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ۔۔۔۔پھر اپنی طرف سے یہ حکم لگانا کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد زیر ناف، اور عورتیں سجدہ کرتے وقت زمین پر کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور۔۔۔۔یہ دین میں مداخلت ہے۔ یاد رکھیں کہ تکبیر تحریمہ سے شروع کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے تک عورتوں اور مردوں کیلئے ایک ہیئت اور شکل کی نماز ہے۔ سب کا قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ استراحت، قعدہ اور ہر ہر مقام پر پڑھنے کی دعائیں یکساں ہیں رسول اللہ ﷺ نے ذکور واناث کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں بتایا''۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۰۔۱۹۱)

جائزہ:

اوپر ذکر کی گئی احادیث وآثار سے معلوم ہو رہا ہے کہ مرد وعورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے مثلاً مرد تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے جبکہ عورت کندھوں تک، مرد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے جبکہ عورتیں سینہ پر، مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے اور دونوں بازو زمین سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر اور بازو زمین سے لگا کر سجدہ کریں گی، مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعدوں میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولہوں پر بیٹھیں گی۔ اسی طرح اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور امام کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت پر مار کر متنبہ کریں گی، ان تمام امور سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق

ہے۔ لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ان کی نماز میں فرق کرنا مداخلت فی الدین ہے، جبکہ ان کا یہ نظریہ مذکورہ بالا احادیث سے متصادم ہے۔

﴿ایک استفسار﴾

غیر مقلدین کی خدمت میں عرض ہے کہ ان کے نزدیک اگر مرد وعورت کی نماز میں فرق نہیں تو پھر مندرجہ ذیل چیزوں میں بھی ان کے درمیان فرق نہیں ہونا چاہیے اور عورتوں کو ان کی اجازت ملنی چاہیے:

☆..... عورتیں اگر اپنی مسجد الگ بنانا چاہیں تو بنالیں۔

☆..... اس میں وہ مؤذن، امام وخطیب بننا چاہیں تو بنیں۔

☆..... انہیں اذان دینے کی اجازت ہونی چاہیے۔

☆..... اقامت کی اجازت ہونی چاہیے۔

☆..... مردوں کی طرح عورت کو بھی آگے ہو کر امامت کرانی چاہیے۔

☆..... مردوں کی امامت کی اجازت ہونی چاہیے۔

☆..... مردوں کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیے، اور سب سے پیچھے صف باندھنے کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

☆..... اونچی آواز سے قرأت اور اونچی آواز سے آمین کہنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

☆..... انہیں بھی ننگے سر نماز پڑھنے اور نیز کہنیاں اور ٹخنے کھول کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

☆..... ان کے لئے بھی جماعت میں شرکت ضروری ہونی چاہیے۔

غیر مقلدین حضرات عورتوں کو ان امور کی اجازت نہیں دیتے اور ان میں مرد وعورت کے درمیان فرق کرتے ہیں، وہ اس فرق کو مداخلت فی الدین تو قرار نہیں دیتے لیکن فقہاء کرام نے مرد وعورت کی نماز میں جو فرق بیان کیا ہے اسے مداخلت فی الدین قرار دے رہے ہیں۔

﴿نابالغ لڑکے کو امام بنانا صحیح نہیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۴۹۰ تا ۔۔۔ ۴۹۵ طبع عشرین﴾

(۱) ..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (نابالغ) لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ اس پر حدود اللہ واجب نہ ہو جائیں۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۴۹۰)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ (منتقی الاخبار مع شرحہ نیل الاوطار، ۱۷۶/۲)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم لوگوں کو امامت کروائیں قرآن میں دیکھ کر اور اس بات سے بھی کہ ہماری امامت کرائے نابالغ۔ (کنز العمال، ۲۹۳/۸)

(۴)..... حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نابالغ امامت نہ کرائے۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عطاء بن ابی رباح اور یحیٰی بن سعید رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ۸۵/۱)

(۵)..... حضرت ابراہیمؒ (نخعی) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اس کو مکروہ جانتے ہیں کہ لڑکا امامت کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ (المدونۃ الکبریٰ ۸۵/۱)

(۶)..... حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۳۴۹/۱)

(۷)..... حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۳۴۹/۱)

(۸)..... ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیمؒ نے بتلایا کہ انہیں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیزؒ نے بتلایا کہ انہوں نے طائف میں ماہ رمضان میں محمد بن ابی سوید کو، جو ابھی نابالغ لڑکے تھے لوگوں کی امامت کیلئے کھڑا کیا۔ پھر یہ قصہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خوشخبری سنانے کیلئے لکھ بھیجا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ناراض ہوئے اور انہیں لکھا کہ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم لوگوں کی امامت کیلئے ایسے لڑکے کو آگے کرو جس پر ابھی حدود واجب نہ ہوئیں۔ (مصنف عبدالرزاق، ۳۹۸/۲)

☆..... علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"صحیح نہیں ہے نابالغ کی اقتداء کرنا بالغ کو فرض میں، امام احمدؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی قول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا، اور اسی کا قول کیا ہے حضرت عطاء، مجاہد، شعبی، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ نے۔" (المغنی لابن قدامہ ۲/۳۲۹)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک بالغ افراد کی موجودگی میں نابالغ لڑکے کو امام بنانا صحیح نہیں، نابالغ لڑکے کے پیچھے پڑھی جانے والی نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ (ہدایہ ۱/۱۲۶۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین فرماتے ہیں کہ نابالغ لڑکے کی امامت جائز ہے، نابالغ لڑکا بالغ آدمیوں کی موجودگی میں امام بن سکتا ہے اور بلوغت کے اعتبار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ چنانچہ نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

"نابالغ بچے کی امامت صحیح ہے اور بلوغت کے اعتبار کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔" (عرف الجادی صہ ۳۷)

☆..... مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

"جوان اور بڑی عمر والے لوگوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے تو جائز ہے بشرطیکہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو۔" (دستور المتقی صہ ۱۲۷)

جائزہ:

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین فرما رہے ہیں کہ نابالغ لڑکا بالغ ہونے تک امام نہ بنے اس کی امامت صحیح نہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نابالغ کی امامت صحیح ہے، امامت کے لئے بلوغت کا اعتبار کرنے پر ہمیں کوئی حدیث نہیں ملی، جبکہ مذکورہ آثار صحابہ و تابعین سے

صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے کہ نابالغ لڑکا بالغ ہونے سے پہلے امامت نہ کرے، چونکہ صحابہ و تابعین خیر القرون کے اصحاب علم وفضل ہیں اس لئے ہم ان کے اقوال کو حجت مانتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک ان کے اقوال حجت نہیں اس لئے اقوال صحابہ و تابعین ان کے نزدیک دلیل نہیں بن سکتی۔

﴿امام بہترین شخص ہونا چاہیے﴾

﴿بدعتی، فاسق، شیعہ، رافضی، خارجی اور مرزائی کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۴۹۶ ...... تا ۵۰۰ طبع عشرین﴾

(۱) حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ تمہاری نماز قبول ہو تو تمہیں چاہیے کہ تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں سب سے بہتر ہوں کیونکہ امام تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان تمہارے نمائندے ہوتے ہیں۔ (معجم طبرانی کبیر، ۲۰/ ۲۹۹)

(۲)...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے امام، اپنے میں سے بہترین لوگوں کو بناؤ کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ۳/ ۹۰)

(۳)...... حضرت جابر بن عبداللہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا خبردار امامت نہ کرے کوئی عورت کسی مرد کی اور نہ گنوار مہاجر کی اور نہ فاجر (بدکار، بدعتی) مومن کی لیکن جب ڈر ہو بادشاہ کے کوڑے یا تلوار کا۔ (ابن ماجہ ص۷۷)

☆...... ابن القاسمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہیں یہ علم ہو جائے کہ امام اہل اہواء میں سے ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو، اور اہل اہواء میں سے کسی کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھو۔ ابن القاسمؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے خوارج کے بارے میں پوچھا تو آپ نے

فرمایا کہ نہیں اختلاف ہوا اس دن میرے نزدیک اس مسئلہ میں کہ خوارج وغیرہ سب برابر ہیں (ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے)۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱/۸۴)

☆......امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کسی بھی بدعتی کے پیچھے کسی حال میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ابوالحارث کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کسی بھی مرجئی، رافضی اور فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ہاں اگر ان سے خوف ہو تو پڑھ کر لوٹائی جائے۔ (المغنی لابن قدامہ ۲/۱۸۶)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز پڑھانے کے لئے امام بہتر سے بہتر شخص کو بنانا چاہیے جس کے عقائد بھی صحیح ہوں اور اعمال بھی درست ہوں۔ فاسق، فاجر، بدعتی، شیعہ، رافضی، خارجی، مرزائی کسی کے پیچھے بھی نماز پڑھنا درست نہیں، اگر کسی نے پڑھ لیا تو اس نماز کا لوٹانا واجب ہوگا۔ (ہدایہ ۱/۱۲۲۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک رافضی، خارجی، معتزلی اور مرزائی سب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں

"رافضی، خارجی، معتزلی اور مقلدین کی امامت جائز ہے"۔ (نزل الابرار ۱/۱۰۷)

☆......ایک دوسرے مقام پر موصوف رقمطراز ہیں:

"مترجم کہتا ہے کہ اہل حدیث نے خوارج اور روافض وغیرہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی اور اسی لیے ان کے پیچھے نماز میں اقتداء صحیح رکھی"۔ (لغات الحدیث کتاب واؤ صفحہ ۸۹)

☆......مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ چونکہ مرزائی وغیرہ فرقوں کے اعتقادات اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کو کفر لازم آتا ہے بلکہ علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ بھی دیا ہے

اس لئے ان کی تو اپنی نماز جائز نہیں پھر ان کے پیچھے ہماری نماز کیوں کر ہوگی، دراصل یہی ایک سوال ہے جس نے مسلمانوں کو اس حد تک پہنچایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خدا کے حضور میں کھڑے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح بعض لوگ میرے اس فتوے سے (کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے، ناقل) یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کے پیچھے جب نماز ہوگی تو ان کے فتوائے کفر میں بھی تخفیف آجائے گی، اس لئے میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جواز اقتداء سے نہ میں ان کے اعتقادات کا مصحح ہوں نہ ان کے فتوے میں تخفیف ہوتی ہے، میں ارکان صلوٰۃ میں امام اور مقتدی کا ربط مانتا ہوں مگر قبولیت وعدم قبولیت میں ان دونوں کا کوئی تعلق نہیں سمجھتا اس لئے جو شخص نماز کو فرض جان کر ارکان نماز ادا کرتا ہے اس کے پیچھے اقتداء کرنا میں جائز جانتا ہوں گو اعتقادی فتور کی وجہ سے امام کی نماز قبول نہ ہو، تاہم مقتدی کی قبول ہو جائے گی۔" (اخبار اہل حدیث، مورخہ ۹ صفر ۱۳۳۶ھ بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث ۱۸۹/۲)

☆..... موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء (نماز میں) جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی"۔ (اخبار اہل حدیث ۱۲، اپریل ۱۹۱۵ء بحوالہ فتویٰ امام ربانی صفحہ ۵۰)

جائزہ:

احادیث اور اقوال ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز پڑھانے کیلئے امام بہتر سے بہتر شخص کو بنانا چاہیے جس کے عقائد بھی صحیح ہوں اور اعمال بھی درست ہوں۔ امام مالکؒ اہل اہوا (نفسانی خواہشات کے پیروکار اور بدعتی لوگ) اور خارجیوں وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نہ تو خود کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور نہ ہی بدعتی، مرجی، رافضی اور فاسق (معلن) کے پیچھے نماز جائز سمجھتے تھے بلکہ آپ کا فتویٰ یہ تھا کہ اگر کوئی ان کے

پیچھے کسی مجبوری کے تحت نماز پڑھ لے تو وہ اپنی نماز کو لوٹا دے۔

لیکن ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین کے فقہا فرمارہے ہیں کہ رافضی، خارجی، معتزلی، شیعہ اور مرزائی سب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ صرف ایک فاسق و فاجر (بدکار و بدعتی) کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمارہے ہیں جبکہ مذکورہ لوگ صرف فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے خارج بھی ہیں ان کے پیچھے نماز صحیح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، پر غیر مقلدین کے یہاں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، بس یہ بات ثابت ہوگئی کہ غیر مقلدین مذکورہ احادیث و آثار کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

﴿امام کی نماز فاسد ہوجانے سے مقتدی کی نماز فاسد ہوجاتی ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۵۰۱ ... ۵۰۷ طبع عشرین﴾

(۱) ..... حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔ (مسند احمد، ۵/۲۶۰ معجم طبرانی کبیر ص)

(۲) ..... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی (دوران نماز) آپ چلے گئے پھر آپ واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا، آپ نے ہمیں پھر نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میں نے تمہیں حالت جنابت میں نماز پڑھادی تھی جس شخص کو وہی صورت پیش آجائے جو مجھے پیش آئی تھی یا وہ اپنی پیٹ میں کوئی گڑبڑ پائے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔ (مسند احمد، ۱/۹۹)

ایسی احادیث ملاحظہ ہو: (ابن ماجہ، ص ۸۷۔ دار قطنی، ۱/۳۶۱)

(۳) ..... حضرت ابو جعفرؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے لوگوں کو جنابت میں یا بغیر وضو کے نماز پڑھادی، آپ نے وہ نماز خود بھی لوٹائی اور لوگوں کو بھی لوٹانے کا حکم دیا۔ (مصنف عبد الرزاق ۲/۳۵۰)

(۴) ..... حضرت عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی ہو یہ فرمایا کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور

لوگ بھی نماز لوٹائیں۔ (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۳۱)

(۵)... حضرت ہمام بن حارثؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ مغرب کی نماز پڑھاتے ہوئے قرأت کرنی بھول گئے تو آپ نے لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائی۔ (شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ۱/۲۸۰)

(۶)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ (کتاب الآثار ص ۳۱)

(۷)..... حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حماد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہو جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۳۵۰)

(۸)... حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جو مقتدیوں کو بغیر وضو کے نماز پڑھا دے یہ ارشاد فرمایا کہ امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔ (کتاب الآثار ص ۳۱)

(۹)..... حضرت یونسؒ حضرت ابن سیرینؒ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے (بغیر طہارت کے نماز پڑھا دینے کے متعلق) سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم بھی نماز لوٹاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بتلا دو کہ تم نے انہیں بغیر طہارت کے نماز پڑھادی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵)

(۱۰)..... حضرت امام شعبیؒ (ایسے شخص کے بارے میں جو بغیر طہارت کے نماز پڑھائے) فرماتے کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور مقتدی بھی نماز لوٹائیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۳۵۰)

مسلک احناف:

احناف کے مسلک کے مطابق مقتدی کی نماز امام کی نماز کے تابع ہوتی ہے جب امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، اگر امام بھولنے سے بغیر وضو کے یا بغیر غسل کے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ خود بھی اپنی نماز لوٹائے اور مقتدیوں کو بھی نماز لوٹانے کا حکم دے۔ (ہدایہ ۱/۱۳۰، ۱۳۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر امام بغیر وضو کے یا حالت جنابت میں نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو فقط امام اپنی نماز لوٹائے مقتدیوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی امام کے ذمہ ہے کہ وہ مقتدیوں کو یہ بتائے کہ میں نے بغیر طہارت کے نماز پڑھادی ہے۔ چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اور جب ظاہر ہو جائے امام کا بے وضو ہونا یا امام کی طرف سے نماز فاسد کرنے والی کسی اور چیز کا ہونا مقتدی کی رائے میں تو صرف امام اپنی نماز لوٹائے مقتدی نہ لوٹائے اور امام کے ذمہ نہیں ہے لیکن کو بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں یا کسی اور شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں نماز پڑھادے تو وہ مقتدیوں کو بتلائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھادی ہے''۔ (نزل الابرار، ۱۰۱/۱)

جائزہ:

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام کی نماز میں اگر کسی وجہ سے فساد آ گیا تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ اور خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ایسے موقع پر نماز دوبارہ پڑھائی تھی جب نماز میں کسی وجہ سے فساد آیا ہوا تھا تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو ایسی صورت پیش آ جائے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا، نیز آپ نے امام کو ضامن قرار دیا حضرت علیؓ نے بھی ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب کو نماز لوٹانے کا حکم دیا جلیل القدر تابعین بھی یہی فتویٰ دے رہے ہیں۔

لیکن غیر مقلدین کے فقیہ فرما رہے ہیں کہ ایسی حالت میں صرف امام ہی نماز لوٹالے مقتدی کو لوٹانے کی ضرورت نہیں، اور امام کو مقتدیوں سے یہ بتلانے کی بھی ضرورت نہیں کہ میں نے بے وضو یا جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی تھی، ظاہر ہے ان کا یہ موقف مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۵۲۰..... تا..... ۵۳۰، طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو کسی نماز میں شریک نہ پایا تو آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ کسی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے اور خود میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور ان کے متعلق حکم دوں کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر لگا کر ان کے گھروں کو جلا دیں، اگر ان میں کوئی شخص جان لے کہ اسے موٹی تازی ہڈی ملے گی تو وہ ضرور آئے مراد عشاء کی نماز ہے۔ (بخاری ۱/۸۹، مسلم ۱/۲۳۲، واللفظ لمسلم)

(۲)..... حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نواحی مدینہ سے تشریف لائے، آپ کا ارادہ نماز پڑھنے کا تھا لیکن آپ نے دیکھا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں لہٰذا آپ اپنے گھر چلے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے انہیں نماز پڑھائی۔ (معجم طبرانی اوسط ۵/۳۰۴، ۷/۲۰۴، مجمع الزوائد ۲/۴۵ وقال الالبانی فی تمام المنۃ وھو حسن ص ۱۵۵)

(۳)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک نماز کے بعد اس جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ امداد الفتاوی ۱/۲۲۸)

(۴)..... حضرت خرشہؒ بن حر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کی نماز کے بعد پھر اس جیسی نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے۔ (شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ۱/۲۳۳)

(۵)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ علقمہؒ اور اسودؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ ایک مسجد میں آئے، لوگوں نے ان کا استقبال کیا اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کو لے کر ایک گھر چلے گئے ایک کو دائیں اور ایک کو بائیں کھڑا کر کے نماز پڑھائی۔ (معجم طبرانی کبیر ۹/۲۷۷، مصنف عبدالرزاق ۲/۴۰۹)

(۶)..... حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب مسجد میں جاتے اور نماز ہو چکی ہوتی تو اکیلے اکیلے نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۲۳)

(۷)..... حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ (ایسی صورت میں) اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ،۲/۳۲۳)

(۸) ... حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ،۲/۳۲۳)

(۹)..... حضرت افلحؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؒ کے ساتھ (نماز پڑھنے کیلئے) مسجد گئے تو وہاں نماز ہو چکی تھی، حضرت قاسمؒ نے پھر تنہا نماز پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ،۲/۳۲۳)

(۱۰) ... حضرت عبدالرحمٰن بن مجبرؒ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہؒ کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لئے) مسجد جمعہ میں گیا، لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ لوگ کہنے لگے آپ جماعت کیوں نہیں کروا لیتے، حضرت سالمؒ نے فرمایا ایک مسجد میں ایک نماز کی دو دفعہ جماعت نہیں کرائی جا سکتی۔ ابن قاسمؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابن وہبؒ نے بہت سے اہل علم کی طرف سے خبر دی ہے حضرت ابن شہاب زہری، حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اور حضرت لیث رحمہم اللہ کے متعلق اسی عمل کی۔ (المدونۃ الکبریٰ،۱/۹۰)

(۱۱).. حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہمیں یاد ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ فوت ہوگئی تھی تو انہوں نے حضور ﷺ کو اس بات کے معلوم ہونے کے باوجود اکیلے اکیلے نماز پڑھی تھی حالانکہ وہ جماعت (ثانیہ) کروانے پر قادر بھی تھے۔ ایسے ہی کچھ لوگوں کی جماعت سے نماز رہ گئی تو وہ مسجد آئے اور ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی اور انہوں نے جماعت کروانا اس وجہ سے مکروہ جانا کہ وہ مسجد میں دو مرتبہ جماعت کروانے کے مرتکب نہ ہوں۔ نیز امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اہل محلہ کیلئے تکرار جماعت کو اس لئے ناپسند کرتا ہوں کہ یہ ایسا کام ہے جو ہمارے اسلاف (صحابہ، تابعین و تبع تابعین) نے نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اسے معیوب سمجھا ہے۔" (کتاب الام،۱/۱۵۴،۱۵۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کروانا بایں طور کہ امام و مقتدی دونوں فرض نماز ادا کریں یہ مکروہ تحریمی ہے۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مسجد میں جماعت ثانیہ ہی نہیں ثالثہ، رابعہ بھی جائز ہے یعنی دوسری تیسری اور چوتھی جماعت کرانا بھی جائز ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ رابعہ بھی جائز ہے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ۱/۶۳۷)

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کروانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اگر بلا کراہت دوسری جماعت جائز ہوتی تو اول تو حضور ﷺ جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں اتنی سختی سے کام نہ لیتے جو بخاری و مسلم کی حدیث سے معلوم ہو رہی ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو جماعت میں شریک نہ ہونے پر ان کے گھروں کو آگ لگوانے کی تمنا کی، کیونکہ اگر یہ لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ ہو سکتے تو دوسری میں شریک ہو جاتے لیکن آپ کا پہلی جماعت کے معاملہ میں اتنی شدت فرمانا ثابت کر رہا ہے کہ دوسری ضرور مکروہ ہے۔ دوسرے آپ خود بھی ضرورت کے موقع پر محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروا لیتے لیکن یہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی ایسا کیا ہو بلکہ یہ ضرور کیا ہے کہ آپ کسی سفر سے واپسی پر مسجد میں جماعت فوت ہونے کی وجہ سے گھر تشریف لے گئے ہیں اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے جماعت کرائی ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے لیکن مسجد میں دوسری جماعت نہیں کرائی۔ اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ سے بھی محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کرانا ثابت نہیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب مسجد میں جاتے اور جماعت ہو چکی ہوتی تو دوسری

جماعت کروانے کے بجائے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھتے تھے، خود حضرت حسن بصریؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی جائے۔

حضرت ابو قلابہ، ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید، ربیعۃ الرائے اور لیث بن سعد رحمہم اللہ سب اسی کے قائل ہیں کہ محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت نہ کروائی جائے، ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ سب اسی کے قائل ہیں۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین بغیر کسی تفریق کے اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد میں دوسری جماعت کیا تیسری چوتھی جماعت بھی کروائی جا سکتی ہے جبکہ ان کا یہ مؤقف مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز میں کندھے سے کندھا ملانا چاہیے نہ کہ قدم سے قدم﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۵۰۸ تا ۵۱۹ طبع عشرین﴾

(۱)۔۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا صفوں کو قائم کرو، کندھوں کو برابر کرو، خالی جگہوں کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ، شیطان کیلئے صف میں خالی جگہ نہ چھوڑو، جس نے صف کو ملایا اللہ اسے ملائیں گے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے کاٹ دیں گے۔ (ابوداؤد، ۱؍۹۷)

(۲)۔۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ صف کے اندر آتے ادھر اُدھر سے، اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے، اور فرماتے تھے اللہ جل جلالہ اپنی رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعا رحمت کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لئے۔ (ابوداؤد، ۱؍۹۷)

(۳)۔۔۔۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو صفوں کو برابر رکھو اور مل کر کھڑے ہو بلاشبہ میں تمہیں اپنی پشت کی طرف سے دیکھتا ہوں۔ حضرت انسؓ ہی سے دوسری روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا۔ (بخاری، ۱؍۱۰۰)

(۴) ... حضرت انس بن مالک حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی صفوں کو ملاؤ اور انہیں نزدیک رکھوں اور گردنوں کو برابر رکھوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی خالی جگہوں سے گھس آتا ہے گویا کہ وہ بھیڑ کا چھوٹا سا بچہ ہے۔ (ابوداؤد، ۱/۹۷)

(۵) . حضرت ابوالقاسم جدلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تین بار یہ فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو اللہ کی قسم تم لوگ ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کرلو ورنہ اللہ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دیں گے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ (اس کے بعد) میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ (ابوداؤد، ۱/۹۷)

(۶)..... حضرت مالک ابن ابی عامر انصاریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے تھے اپنے خطبہ میں جب کہ نماز کھڑی ہوتی، کہ صفوں کو درست کرلو اور کندھوں کو برابر کرلو۔ (موطا امام محمد، ص ۸۶)

(۷) . حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دونوں قدموں کو ملا رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ اس نے سنت کے خلاف کیا مجھے تو یہ پسند تھا کہ یہ مراوحت (طول نماز کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں پہ کھڑا ہوجانا اور کبھی دوسرے پر) کرلیتا۔ (نسائی، ۱/۱۰۳)

(۸)..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں پاؤں کے درمیان نہ کشادگی کرتے تھے نہ ایک قدم دوسرے قدم سے ملاتے تھے، اس کے درمیان درمیان رکھتے تھے نہ بہت قریب کرتے تھے اور نہ بہت دور۔ (المغنی، ۲/۱۱)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز کے لئے صفوں کو درست کرنا سنت ہے، جس کی صحیح صورت سنت کے مطابق یہ ہے کہ سب آپس میں مل جل کر کندھوں سے کندھے ملا کر کھڑے ہوں درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ ہو جبکہ قدم سے قدم ملانے کی چنداں ضرورت نہیں اور سنت بھی نہیں ہے۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک نماز باجماعت میں پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری ہے اور وہ اس عمل کو سنت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حافظ عبدالمتین صاحب میمن رقمطراز ہیں:

''غیر مقلدین اہل حدیث حضرات باجماعت نماز میں ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ سنت ہے''۔ (حدیث نماز، ص ۲۷۸)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''زیادہ دکھ اور افسوس ان اہل حدیث حضرات پر ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ اپنی صفوں کو برباد کرتے جارہے ہیں اور ٹھیک سے پاؤں نہیں ملاتے۔ ہونا یہ چاہیے کہ التحیات کے بیٹھنے میں آدمی جتنی جگہ لیتا ہے اتنی ہی جگہ میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں رکھے اس طرح سے صف خود بخود پوری ہو کر ایک دیوار کی طرح بے خلل ہو جائے گی۔ عورتوں کو بھی ایسی ہی صف بنانی چاہیے کہ ایک عورت کا پاؤں اور کاندھا دوسرے عورت کے پاؤں اور کاندھے سے مل جائے''۔ (حدیث نماز، ص ۲۹۵)

جائزہ:

اوپر کی احادیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ نماز باجماعت میں اس طرح مل کے کھڑے ہونا چاہیے کہ درمیان میں کوئی خلا باقی نہ رہے جس کی آسان صورت یہ ہے کہ کندھے سے کندھا ملا لیا جائے یعنی ہر شخص اپنا بازو دوسرے شخص کے بازو سے ملالے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اقامت صف کی یہی صورت ارشاد فرمائی ہے کہ کندھے برابر کیے جائیں۔ حدیث نمبر ۴ سے تو آپ کا عمل بھی واضح ہے کہ آپ نمازیوں کے سینے اور کندھے برابر کرتے تھے۔ اس کے برعکس آنحضرت ﷺ سے کسی بھی حدیث میں قدم سے قدم ملانا قولاً ثابت ہے اور نہ فعلاً۔ اسی طرح خلفائے راشدینؓ بھی کندھے برابر کرنے کا حکم تو دیتے تھے لیکن قدموں سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے تھے اور عام صحابہ کرام کا معمول بھی کندھوں سے کندھے ملانے کا تھا۔ ان تمام باتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ

صفوں کی درستگی میں کندھوں کو برابر کرنا سنت ہے نہ کہ بتکلف قدموں سے قدم میں ملانا۔

لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قدموں سے قدم میں ملانا ہی سنت ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ صحابہ قدموں سے قدم میں ملاتے تھے، حالانکہ حدیث نمبر ۳ میں قدموں کے ملانے کا جو ذکر ہے محدثین نے اسے صف بندی میں مبالغہ پر محمول کیا ہے نہ کہ حقیقی معنی میں قدم سے قدم ملانے پر۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"المراد بذالك المبالغة في تعديل الصف و سد خلله"۔ (فتح الباری ۳۵۳/۲)

یعنی امام بخاریؒ کا مقصد اس باب کے قائم کرنے سے صف کی درستگی اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ بتلانا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت انس اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے اس انداز بیان سے کہ ہم میں سے ہر شخص ایسا کرتا تھا' معلوم ہوتا ہے کہ صف بندی کا یہ انداز دور رسالت میں تھا بعد میں نہیں رہا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محدث اسماعیلیؒ نے اپنی مستخرج میں حضرت معمرؒ کے طریق سے یہی روایت ذکر کی ہے اس روایت میں حضرت معمرؒ نے حضرت انسؓ کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

"ولو فعلت ذالك باحدهم اليوم لنفر كانه بغل شموص"۔ (فتح الباری، ۳۵۳/۲)

یعنی اگر میں آج کسی کے ساتھ اس طرح کروں تو وہ بدکے ہوئے خچر کی طرح بھاگے۔ اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صف بندی کا یہ انداز دور صحابہ ہی میں ختم ہوا، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صف بندی میں قدم سے قدم ملانا حقیقی معنی میں سنت ہی نہیں تھی ورنہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اسے ہرگز نہ چھوڑتے اور نہ اس عمل سے اس قدر متنفر ہوتے۔ اگر تھوڑی دیر کیلئے غیر مقلدین کی بات مان لی جائے اور اس سے حقیقی معنی یعنی قدم سے قدم ملانا ہی مراد لیا جائے تو پھر گھٹنے سے گھٹنہ ٹخنہ سے ٹخنہ اور گردن سے گردن بھی ملا لینے چاہیے اس لئے کہ اوپر احادیث میں ان کا بھی تذکرہ ہے لیکن اس طرح کوئی بھی نہیں کرتا، اس لئے کہ یہ ساری چیزیں صف بندی میں مبالغہ پر محمول ہیں۔

لیکن غیر مقلدین کے ہاں صرف قدموں سے قدم میں ملانے پر زور ہے جو کہ ایک غیر مسنون عمل ہے اور جس کے کرنے سے مسنون عمل رہ جاتا ہے کیونکہ جب قدم سے قدم ملائے جائیں گے تو کندھے سے کندھا نہیں مل سکے گا۔ اور حیران کن بات تو یہ ہے کہ غیر مقلدین عورتوں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کا حکم دیتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ غیر مقلدین باقی مسائل کی طرح یہاں بھی احادیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

﴿کیا نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کرنا صحیح ہے؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۵۴۱ ... تا ... ۵۴۴، طبع عشرین﴾

(۱) .... حضرت ابو رفاعہ بن رافعؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث (اعرابی کی نماز والی) بیان کی، اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ جیسے تجھے اللہ نے حکم دیا ہے ویسے وضو کر، پھر اذان کہہ، پھر اقامت کہہ، پھر تکبیر (تحریمہ) کہہ، پھر اگر تجھے قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ، ورنہ پھر اللہ عزوجل کی حمد کر اور اس کی تکبیر و تہلیل کر (یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہو۔ (ابوداؤد، ۱/۱۲۵، ترمذی، ۱/۶۶)

(۲) .... حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ کر کہنے لگے کہ میں قرآن پاک سے کچھ حاصل کرنے کی (یعنی زبانی یاد کرنے کی) استطاعت نہیں رکھتا لہٰذا آپ مجھے کچھ سکھائیں جو میرے لئے کافی ہو، آپ نے فرمایا تم یہ کہہ لو "سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ"۔ (ابوداؤد ۱/۱۲۱، نسائی، ۱/۱۰۷، مسند احمد، ۴/۳۵۳)

(۳) .... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم قرآن سے دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں، اور اس سے منع فرمایا ہے کہ ہماری امامت بالغ کے علاوہ کوئی ... کرائے۔ (کنز العمال، ۸/۲۶۳)

(۴) حضرت عامر فرماتے ہیں کہ قرآن میں دیکھ کر امامت نہ کروائی جائے۔(مصنف ابن ابی شیبہ،۲/۳۳۹)

مسلک احناف:

احناف کے مسلک کے مطابق نماز پڑھتے یا پڑھاتے ہوئے قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرنا جائز نہیں،قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔(ہدایہ،۱/۱۳۸،مکتبہ رحمانیہ،لاہور)

مسلک اہل حدیث:

علماء اہل حدیث کے نزدیک قرآن میں دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا اور پڑھانا دونوں صحیح ہے،بلکہ نماز کے دوران اگر قرآن پاک ہاتھوں میں اٹھا کر اوراق بھی بدلتا رہے تب بھی نماز صحیح ہے۔چنانچہ غیر مقلدین کے محقق العصر جناب نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"(نماز کے دوران) قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ قرآن پاک کو ایک یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا ہو اور ورقے بدلتا رہے۔فرائض ونوافل اس میں یکساں ہیں ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر اپنے امام کو لقمہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے"۔(نزل الابرار،۱/۱۱۷)

☆......مزید لکھتے ہیں:

"اور ایسے ہی مکروہ نہیں ہے کہ امام نماز میں قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرے اور اپنی انگلی سے اوراق بدلتا رہے"۔(ایضاً،۱/۱۳۱)

جائزہ:

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ دوران نماز قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرنا صحیح نہیں ہے،سرکار دو عالم ﷺ نے ضرورت کے باوجود بھی اس کی اجازت نہیں دی۔ایک اور صاحب کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا کہ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھو ورنہ الحمد للہ،اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔اگر قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنا نماز میں جائز ہوتا تو آپ اس شخص سے فرما دیتے

کہ اگر قرآن یاد نہیں تو قرآن دیکھ کر پڑھ لیا کرو، لیکن آپ کا یہ فرمانا اور دیگر اذکار کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنا صحیح نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو اس بات سے منع فرمارہے تھے کہ وہ قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں۔

دوسرے قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنا تعلیم وتعلم کے زمرہ میں آتا ہے جو منافی صلوۃ ہے۔

تیسرے دوران نماز قرآن پاک کو ہاتھ میں لینا، پھر اس میں دیکھنا، پھر اوراق کو بدلنا، یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر مفسد صلوٰۃ ہے۔ لیکن ان احادیث وآثار کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنا بھی صحیح ہے، قرآن کو ہاتھ میں لینا اور اس کے اوراق کو بدلنا بھی صحیح ہے، حالانکہ یہ بات مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۵۳۵ ..... تا ..... ۵۴۴، طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ مقتدیوں میں سے ایک صاحب نے چھینک ماری، میں نے جواباً "یرحمک اللہ" کہا تو لوگ مجھے گھورنے لگے۔ میں نے کہا تمہیں تمہاری مائیں گم پائیں تمہیں کیا ہوگیا جو مجھے اس طرح گھور رہے ہو۔ لوگ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے، تب میں نے محسوس کیا کہ یہ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہوگیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی استاذ ایسا نہیں دیکھا جو تعلیم دینے میں آپ سے اچھا ہو۔ لہٰذا آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا، نہ برا بھلا کہا۔ بس اتنا فرمایا کہ یہ نماز ایسی ہے جس میں لوگوں کی بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے اس میں تو تسبیح، تکبیر اور قرأت ہوتی ہے۔ (مسلم ۱/۲۰۳)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم سرزمین حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے۔ جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ مجھے قریب و بعید کی فکروں نے آگھیرا، میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری فرمالی۔ میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے سلام کیا تھا، آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا؟ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے معاملے میں جو چاہتے ہیں نئے احکام نازل فرمادیتے ہیں اور ان نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔ (مسند حمیدی، ۱/۵۲۔ ابوداؤد، ۱/۱۳۳۔ نسائی، ۱/۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ ملاحظہ ہو: (بخاری، ۱/۱۶۰۔ مسلم، ۱/۲۰۴، واللفظ لمسلم)

(۳)..... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کرلیا کرتے تھے، ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے پہلو میں ہوتا نماز میں باتیں کرلیا کرتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وقوموا للّٰہ قانتین" تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کردیا گیا۔
(بخاری، ۱/۱۶۰۔ مسلم، ۱/۲۰۴، واللفظ لمسلم)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقمؓ کی (مذکورہ) حدیث حسن صحیح ہے، اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں عمداً یا بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھے، یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ مبارکؒ کا قول ہے۔ (ترمذی، ۱/۹۴)

(۴)..... حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جسے اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے اسے چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہے۔ بے شک تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لئے ہے اور تسبیح مردوں کے لئے۔
(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی، ۱/۳۰۲)

(۵)..... حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا

ہے وضو کو نہیں توڑتا۔ (دارقطنی، ۱۷۳/۱)

(۶) حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی دو رکعتیں، پھر سلام پھیر دیا، آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو دو رکعتیں پڑھائی ہیں، آپ نے فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے ان کو دوبارہ نماز پڑھائی۔ (کتاب الحجۃ لامام محمد، ۱/۲۵۷)

(۷)...... حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے عرض کیا ہے کہ اگر میں فرض نماز میں بھولے سے کلام کرلوں تو بتلائیے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کلام الفاظ کے ساتھ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ ہاں، آپ نے فرمایا تمہاری نماز ٹوٹ گئی پھر دوبارہ نئے سرے سے نماز پڑھو۔ (مصنف عبدالرزاق، ۲/۳۲۹)

(۸)...... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے نماز میں کلام کرلیا تھا اور اس کی ابھی ایک رکعت باقی تھی، آپ نے فرمایا نئے سرے سے نماز پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۳۳۰)

مسلک احناف:

احناف کے ہاں نماز نام ہے تسبیح و تکبیر اور قرأت قرآن کا، نماز میں کلام کرنا جان بوجھ کر ہو یا بھولے سے، مطلقاً منع ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اس نماز کو دوبارہ لوٹانا ضروری ہوتا ہے۔

(ہدایہ، ۱/۱۳۶، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے دوران بھولے سے یا نماز کی بھول کے مطابق بات چیت کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، نماز صحیح رہتی ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''بھول کر بات چیت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی''۔ (عرف الجادی ص ۳۲)

☆ ...... مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''امام اور مقتدی اگر نماز کی بھول کی بابت کچھ گفتگو کرلیں تو بھی نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا''۔ (دستور المتقی ص ۱۲۳)

☆......غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر نماز میں بھول ہوجائے اور نماز میں اس کی اطلاع نہ ہوسکے نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی غلطی ہوئی اس کے متعلق تحقیق کے طور پر جو گفتگو ہو، نماز میں اس سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، نماز کی تکمیل کے بعد سجدہ سہو کرلیا جائے جس طرح ذوالیدین کی حدیث سے ظاہر ہے''۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۰۳)

جائزہ:

مذکورہ احادیث وآثار سے معلوم ہورہا ہے کہ ابتداء اسلام میں لوگ نماز کے دوران بات چیت کرلیا کرتے تھے جب آیت کریمہ۔ "وقوموا للّٰہ قانتین" نازل ہوئی تو بات چیت کو نماز کے منافی قرار دیتے ہوئے نماز کے دوران منع کردیا گیا۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ نماز میں بات چیت نہ کرنا نماز کے گویا فرائض میں سے ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے۔ پس جو عمداً یا سہو اً بات چیت کرے گا وہ تارک فرض ہوگا اور ترک فرض سے نماز کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ اور نماز میں کلام کا مطلقاً (عمداً یا سہواً) منع ہونا حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ کی حدیث سے واضح ہے کیونکہ آپ نے اس میں کوئی تفصیل نہیں کی کہ قصداً بات نہ کرو اور بھولے سے یا اصلاح صلوٰۃ کیلئے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے نئے سرے سے دوبارہ نماز پڑھائی، اگر اصلاح صلوٰۃ کیلئے نماز کے دوران کلام کرنے کی گنجائش ہوتی اور نماز نہ ٹوٹتی تو آپ اگلی دو رکعتیں پڑھا کر سجدہ سہو کر کے فارغ ہوجاتے نئے سرے سے دوبارہ چار رکعتیں نہ پڑھاتے۔

اس کے علاوہ حضرت عطاء ابن ابی رباح، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین وتبع تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نماز کے دوران بات چیت کرنے سے عمداً ہو یا سہواً نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دوبارہ نئے سرے سے پڑھی

جائے گی۔ لیکن ان سب کے برعکس حضرات غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نماز میں بھول کر بات چیت کرنے سے یا نماز کی بھولی ہوئی رکعات کے متعلق بات چیت کرنے سے نماز میں کوئی نقص نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ عملاً ان کو دیکھا جاتا ہے کہ بھولے سے سلام پھیرنے کے بعد چاہے جتنے بھی نماز کے منافی کام کرلیں یاد آنے یا یاد دلانے پر باقی رکعتیں پوری کر کے سجدہ سہو کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نماز ہوگئی حالانکہ ان کا یہ عمل مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿وتر کی نماز واجب ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۵۴۴ ... تا ... ۵۵۲، طبع عشرین﴾

(۱)......حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرما رہے تھے کہ وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد ۲۰۱/۱، مستدرک حاکم ۳۰۵/۱)

(۲)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سرکار دوعالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔ (بخاری ۱۳۶/۱، مسلم ۲۵۷/۱)

(۳)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔ (مسلم ۲۵۷/۱)

یہی حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ نے بھی بیان کی ہیں ملاحظہ ہو: (مسلم ۲۵۷/۱)

(۴)......حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے، اور تمہارے لئے ایک نماز زائد کی ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے، وہ نماز وتر ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عشاء سے لے کر صبح صادق تک مقرر کیا ہے۔ (ابوداؤد ۲۰۱/۱، ترمذی ۱۰۳/۱، مستدرک حاکم ۳۰۶/۱)

(۵)......حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر حق ہیں

واجب ہیں ہر مسلمان پر۔ (مسند احمد، صحیح ابن حبان بحوالہ "الدرایہ" منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ۱۱۹/۱، دارقطنی ۲۲/۲)

یہی حدیث عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان فرمائی ہے ملاحظہ ہو: (کشف الاستار عن زوائد البزار ۳۵۲/۱)

(۶) حضرت عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا وتر فرض نماز کی طرح تو ضروری نہیں ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے۔ پھر فرمایا کہ اے قرآن والو وتر پڑھو بے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہیں اور وتر (طاق عدد) کو پسند فرماتے ہیں۔ (مستدرک حاکم ۳۰۰/۱)

(۷)..... حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے وتر کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وتر واجب ہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ شخص آپ سے بار بار یہی پوچھتا رہا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہی فرماتے رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے۔ (موطا امام مالک ص ۱۰۹)

(۸)..... حضرت ابوایوب فرماتے ہیں کہ وتر حق ہیں یا واجب ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۷/۲)

(۹)..... حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہیں فرض نہیں کئے گئے۔ (ایضاً)

(۱۰)..... حضرت طاؤسؒ سے مروی ہے کہ وتر واجب ہیں اگر بھولے سے رہ جائیں تو قضاء پڑھے جائیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق ۸/۳)

(۱۱)..... حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ وتر پڑھو اگرچہ سورج طلوع ہو جائے (یعنی اگر قضاء پڑھنی پڑے تو پڑھے)۔ (ایضاً ص ۱۰)

(۱۲)..... حضرت وبرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وتر پڑھے بغیر صبح کر دے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ بتلاؤ اگر تم صبح کی نماز پڑھے بغیر سوتے رہو حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے تو کیا تم صبح کی نماز نہیں پڑھو گے؟ گویا آپ یہ فرمارہے تھے کہ وہ شخص وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۰/۲)

(۱۳) حضرت امام شعبی، حضرت عطاء، حضرت حسن بصری، حضرت طاؤس اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ سورج طلوع ہو جائے۔ (ایضاً)

(۱۴) حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ نصف النہار ہی کیوں نہ ہو جائے۔ (ایضاً)

مسلک احناف:

احناف وتر کی نماز کو واجب قرار دیتے ہیں اس لئے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کو واجب قرار دیا ہے اور اس پر بغیر ترک کے مواظبت فرمائی ہے۔ (ہدایہ، ج ۱، ص ۱۴۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وتر کی نماز ہر مسلمان پر حق تو ہے لیکن واجب نہیں ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''اور وتر حق ہیں ہر مسلمان پر لیکن واجب نہیں ہیں البتہ ان کی قضاء ثابت ہیں۔'' (عرف الجادی، صفحہ ۳۵)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ خود اس کے واجب ہونے کی صراحت فرما رہے ہیں، نیز آپ نے صحابہ کرام کو وتر پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے جس سے اس کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے جب تک کہ دوسرے معنی لینے کا کوئی قرینہ نہ ہو۔ دوسرے آپ نے وتر نہ پڑھنے پر وعید بھی فرمائی ہے کہ ''جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں'' یہ بھی وجوب کی علامت ہے، تیسرے آپ نے وتر رہ جانے کی صورت میں قضاء کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ واجب ہونے کی علامت ہے کیونکہ قضاء فرض و واجب ہی کی جاتی ہے، چوتھے آپ نے وتر کی نماز پر بلا ترک مواظبت و مداومت فرمائی ہے، اس سے بھی وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے فرامین سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔ لیکن ان تمام امور کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں ظاہر ہے ان کا یہ موقف مذکورہ احادیث و آثار کے خلاف ہے۔

﴿وتر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھنے کا طریقہ اور اس کا حکم﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۵۷۹ تا ۵۹۵ طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے قنوت وتر کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ ہمیں حضرت براء بن عازبؓ نے حدیث بیان کی ہے فرمایا کہ یہ جاری و ساری سنت ہے (یعنی ایسا طریقہ ہے جو دین میں رواج پذیر ہے)۔ (اخرجہ السراج بحوالہ آثار السنن ص ۲۰۷)

(۲) ... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ وفات تک (دعاء) قنوت پڑھتے رہے، حضرت ابوبکرؓ وفات تک قنوت پڑھتے رہے، حضرت عمرؓ وفات تک قنوت پڑھتے رہے۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۳۹)

(۳)... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں سارے سال قنوت پڑھتے تھے رکوع میں جانے سے پہلے۔ (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمدؒ ص ۴۲)

(۴) . حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تمام سال فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے بلکہ ہر رات وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۰۲)

(۵)... حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ (دعاء) قنوت وتر میں واجب ہے رمضان میں بھی اور رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی رکوع میں جانے سے پہلے، جب تیرا ارادہ قنوت پڑھنے کا ہو تو تکبیر کہہ اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہو تو بھی تکبیر کہہ۔ (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمدؒ ص ۴۳)

(۶)... حضرت جعفر بن میمونؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوعثمان نے حدیث نقل کی فرمایا کہ ہم اور حضرت عمرؓ لوگوں کی امامت کرتے تھے پھر حضرت عمرؓ ہمیں قنوت پڑھاتے تھے، آپ (قنوت کیلئے) رفع یدین کرتے، اپنی ہتھیلیوں کو کھولتے اور بازو نکالتے۔ (جزء رفع الیدین للامام البخاری ص ۱۸)

(۷)... حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ قنوت کیلئے رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین ص ۱۸)

(۸) . حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے، پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے دعاء

قنوت پڑھتے۔ (جزء رفع الیدین صہ ۱۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۲ر ۳۰۷)

(۹)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں نماز کے شروع میں، وتر میں قنوت کی تکبیر کیلئے، دونوں عیدوں کی نمازوں میں، حجر اسود کے استلام کے وقت، صفا اور مروہ پر، مزدلفہ، عرفات اور دونوں جمروں کے پاس رمی کے بعد مقام کے وقت۔ (طحاوی، ار ۴۵۵)

(۱۰)..... حضرت عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہے کہ ایک صاحب نے حضرت انسؓ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یا قرأت سے فارغ ہوکر، آپ نے فرمایا قرأت سے فارغ ہوکر۔ (بخاری ۲ر ۵۸۶)

(۱۱)..... حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں " سبح اسم ربك الاعلی " دوسری میں" قل یا ایھا الکفرون " تیسری میں" قل ھو اللہ احد " پڑھتے تھے اور دعائے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔ (نسائی، ۱ر ۱۹۱)

(۱۲)..... حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ وتر پڑھتے تھے تو دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ صہ ۸۲)

یہی حدیث حلیۃ الاولیاء (۵ر ۹۲) میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے، مجمع الزوائد (۲ر ۱۳۸) میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے اور جامع المسانید (ار ۳۱۷) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایت سے بھی ذکر کی گئی ہیں۔

(۱۳)..... حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرامؓ وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ۲ر ۳۰۲)

(۱۴)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ دیکھوں یہ جو تم (فجر کی نماز میں) امام کے سورت سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہوکر دعاء قنوت پڑھتے ہو خدا کی قسم یہ بدعت ہے، رسول

پاک ﷺ نے ایک مہینہ کے علاوہ ایسا نہیں کیا (صرف ایک ماہ کیا) پھر اسے چھوڑ دیا، دیکھوں یہ جو تم نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا قنوت پڑھتے ہو واللہ یہ بدعت ہے، رسول پاک ﷺ نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا۔ پھر آپ نے رفع یدین مونڈھوں تک کر کے دکھایا۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۳۷)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکوع سے پہلے جب دعا قنوت پڑھے تو تکبیر کہہ لے پھر دعا قنوت شروع کرے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جب قرأت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے۔ یہی حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوری کا بھی قول ہے، اور ہم اس بارے میں کسی کا خلاف نہیں جانتے۔ (المغنی لابن قدامہ الحنبلی ۲/۱۹۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک وتر کی نماز میں دعا قنوت پورے سال (رمضان وغیر رمضان میں) پڑھنی واجب ہے۔ دعا قنوت کیلئے تکبیر کہنا مسنون ہے، نیز تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا بھی سنت ہے۔ رکوع میں جانے سے پہلے دعا قنوت پڑھنا مستحب ہے اور عام دعاؤں کی طرح دعا قنوت پڑھتے ہوئے سینہ تک ہاتھ اٹھائے رکھنا صحیح نہیں ہے۔ (ہدایہ ۱/۱۴۹۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھنا واجب نہیں ہے اور نہ ہی دعا قنوت پڑھنے کے لئے تکبیر اور رفع یدین کرنے کو صحیح سمجھتے ہیں، وہ عام دعاؤں کی طرح دعا قنوت بھی دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ دعا قنوت رکوع کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کا مجتہد العصر مولانا عبداللہ روپڑی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

> "قنوت سے پہلے تکبیر کہنے کی بابت حدیث میں کچھ تصریح نہیں آئی اور سلف کا اس میں اختلاف ہے بہتر ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس کی بابت دلیل کی رو سے پوری

تشفی نہ ہو، ہاں ہاتھ اٹھا نا دعاء میں بیشک ثابت ہے اور دعاء قنوت بھی ایک دعاء ہے تو اس وجہ سے اس میں بھی ہاتھ اٹھا سکتا ہے خصوصا جبکہ بہت سے سلف کا عمل بھی اس پر ہے (قیام اللیل) البتہ جس طریق سے حنفیہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کی طرح رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسی طرح رکوع سے پہلے دعاء قنوت کا ثابت کرنا اور اسی پر حصر کرنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پہلے پیچھے دونوں طرح ثابت ہے پس دونوں پر عمل چاہیے۔" (فتاوی اہل حدیث،۱/۴۳۶)

☆......فتاوی علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح تحریر ہے:

"جواب صحیح: حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ دعاء ہونے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اولیٰ ہے رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے، بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے(۱)، اگر پہلے پڑھ لے تب بھی جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں قبل الرکوع بھی آیا ہے، ہاتھ اٹھا کر باندھ لینے کا کوئی ثبوت نہیں"۔ (فتاوی علماء حدیث،۴/۲۰۶)

☆......مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

"وتر میں قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے، میرے نزدیک مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے۔ (تحفۃ الاحوذی،۱/۳۴۳)

جائزہ:

اوپر ذکر کردہ احادیث وآثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں:۔

☆......وتر کی نماز میں دعاء قنوت واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس پر بغیر ترک کے مواظبت فرمائی ہے اور یہ اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے۔

(۱) غیر مقلدین کا یہ دعوی درست نہیں ہے بخاری شریف میں وتر میں دعاء قنوت بعد الرکوع پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں ہے۔

☆......وتر میں دعاء قنوت پورے سال پڑھنی واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے بغیر ترک کے اس پر مواظبت فرمائی ہے، نیز یہ حضرت ابن مسعودؓ کا عمل بھی ہے اور ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ بھی ہے۔

☆......دعاء قنوت کیلئے تکبیر کہنا مسنون ہے کیونکہ یہ حضور سرکار دو عالم ﷺ اور عام صحابہ کرام کا عمل ہے اور ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے اور امام احمد بن حنبلؒ بھی یہی تعلیم دیتے تھے۔

☆......دعاء قنوت پڑھنے کیلئے رفع یدین کرنا سنت ہے کیونکہ یہ حضور ﷺ، حضرت عمر فاروق اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے۔

☆......وتر میں دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے، حضور ﷺ کا بھی یہی عمل تھا اور عام صحابہ کرامؓ کا بھی معمول یہی تھا۔

☆......دعاء قنوت پڑھتے ہوئے عام دعاؤں کی طرح سینے تک ہاتھ اٹھائے رکھنا (جیسا کہ غیر مقلدین اٹھائے رکھتے ہیں) بدعت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث نمبر ۲۰۱ سے ظاہر ہے۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار صحابہ کے خلاف غیر مقلدین نہ تو دعاء قنوت کے وجوب کے قائل ہیں نہ تکبیر پڑھنے کو صحیح سمجھتے ہیں اور نہ دعاء قنوت کے لیے رفع یدین کو صحیح قرار دیتے ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ تو فرما رہے ہیں کہ دعاء قنوت سے پہلے تکبیر کہنے میں ہمیں کسی کا اختلاف معلوم نہیں لیکن مولانا عبداللہ روپڑی صاحب فرما رہے ہیں کہ چونکہ ہمیں اس کی صراحت نہیں ملی اور سلف کا اس میں اختلاف بھی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ تکبیر نہ کہی جائے، اور حضور ﷺ، حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے عمل سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حضرات دعاء قنوت سے پہلے تکبیر کہتے تھے۔ اسی طرح غیر مقلدین وتر میں دعاء قنوت کو عام دعاؤں کی طرح ہاتھ اٹھا کر پڑھنے کے قائل ہیں حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔

صحیح احادیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ رسول پاک ﷺ دعاء قنوت، وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے اور اسی پر عام صحابہ کرام کا عمل ہے، لیکن غیر مقلدین رکوع سے اٹھ کر دعاء قنوت پڑھنے کو مستحب، مختار اور پسندیدہ عمل قرار دے رہے ہیں، جبکہ یہ بات سورج کی طرح عیاں ہے کہ

سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل کے خلاف کوئی عمل سنت نہیں ہو سکتا۔ اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ غیر مقلدین ان تمام مسائل میں احادیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ حدیث و آثار صحابہ کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

﴿وتر تین رکعات دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا واجب ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۵۵۳ ... ۵۷۹ طبع عشرین﴾

(۱)۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا کہ رمضان المبارک میں رسول پاک ﷺ کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے، کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں، پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (بخاری ۱/۱۵۴، مسلم ۱/۲۵۴، نسائی ۱/۱۹۱)

(۲)۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (اپنی خالہ میمونہؓ کے گھر میں) سوئے۔ آنحضرت ﷺ رات کو بیدار ہوئے، مسواک کی، وضو کیا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں "ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف الیل والنھار لآیات لاولی الباب" سورت کے ختم ہونے تک۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، دونوں رکعتوں میں قیام، رکوع اور سجود کو خوب لمبا کیا پھر آپ فارغ ہو کر سو گئے، یہاں تک کہ خراٹے بھرنے لگے۔ آپ نے یہ عمل تین بار کیا، سو کر اٹھتے مسواک اور وضو کر کے دو رکعت ادا فرماتے اور ہر دفعہ سورہ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرماتے اس طرح چھ رکعت آپ نے ادا فرمائیں، پھر تین رکعات وتر پڑھے۔ (مسلم ۱/۲۶۱)

(۳)......حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو پہلے آٹھ رکعت پڑھتے پھر تین رکعت وتر پڑھتے، پھر دو رکعت (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے۔ (نسائی ۱/۱۹۴)

(۴)..... حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خبر دی اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوجعفرؒ نے حدیث بیان کی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر صبح کی نماز تک کے درمیان تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے آٹھ رکعت نفل (تہجد)، تین رکعات وتر اور دو رکعت فجر کی سنت۔ (موطا امام محمد ص ۱۴۵)

(۵)... حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں "سبح اسم ربک الاعلی"، "قل یا ایھا الکفرون" اور "قل ھو اللہ احد" پڑھا کرتے تھے ہر سورت ایک رکعت میں۔ (ترمذی ۱/۱۰۶)

یہی مفہوم دوسری احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے ملاحظہ ہو: (نسائی ۱/۱۹۳، ابوداؤد ۱/۲۰۱، ابن ماجہ ۸۳، مسند احمد ۵/۱۲۳)

(۶)... حضرت ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر (کی پہلی رکعت) میں "سبح اسم ربک الاعلی" دوسری رکعت میں "قل یا ایھا الکفرون" اور تیسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھتے تھے، اور سلام فقط آخری رکعت ہی میں پھیرتے تھے، اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ "سبحان الملک القدوس" کہتے تھے۔ (نسائی ۱/۱۹۱)

(۷)... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر ان سے لمبی دو رکعتیں اور پڑھتے، پھر تین رکعت وتر پڑھتے اور ان تینوں رکعتوں میں فصل نہیں فرماتے تھے (یعنی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے)۔ (مسند احمد ۶/۱۵۶)

(۸)..... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت میں پھیرتے تھے۔ اور یہی امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کے بھی وتر ہیں، انہیں سے یہ اہل مدینہ نے لئے ہیں۔ (مستدرک حاکم ۱/۳۰۴)

حضرت عائشہؓ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب یہی حدیث ملاحظہ ہو:

(نسائی، ۱/۱۹۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۹۔ مستدرک حاکم ۱/۳۰۴۔ دار قطنی ۲/۳۴)

(۹)...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے کہ پھر جب تمہارا فارغ ہو کر جانے کا ارادہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو یہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی۔ حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعت ہی پڑھتے ہیں۔ (بخاری، ۱/۱۳۵)

(۱۰)...... حضرت عائشہؓ (ایک لمبی حدیث کے ذیل میں) فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت میں "التحیات" ہے۔ (مسلم، ۱/۱۹۴)

یہی حدیث کم و بیش الفاظ کے ساتھ ملاحظہ ہو: (ترمذی، ۱/۸۷۔ نسائی، ۱/۱۳۰۔ مجمع الزوائد، ۲/۱۳۹)

(۱۱)...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گذارنے کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تا کہ وہ یہ دیکھے کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہی حتیٰ کہ جب رات کا اخیر ہو گیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلیٰ" اور دوسری میں "قل یاایھا الکافرون" پڑھیں۔ پھر قعدہ کیا، پھر قعدہ کے بعد کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا پھر آپ نے "قل ھو اللہ احد" پڑھی۔ جب آپ قرأت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی اور دعاء قنوت پڑھی اور قنوت میں جو اللہ نے چاہا دعا مانگی پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر، ۴/۱۷۴)

(۱۲)...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا رات کے وتر تین ہیں دن کے وتر یعنی نماز مغرب کی طرح۔ (دار قطنی ۲/۲۸)

یہی حدیث حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت سے ملاحظہ ہو: (مجمع الزوائد، ۲/۲۴۲۔ مصنف عبدالرزاق ۳/۲۸)

﴿خلفاء راشدین اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل﴾

(۱)......حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا۔ فراغت پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ لی، آپ نے ہمیں تین رکعت نماز وتر پڑھائی اور سلام فقط ان کے آخر ہی میں پھیرا۔ (طحاوی،۱/۲۰۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ،۲/۲۹۳۔ مصنف عبد الرزاق،۳/۲۰)

(۲)......حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ مجھے پسند نہیں کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں چاہے مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ کیوں نہ ملیں۔ (موطا امام محمد،ص ۱۴۵)

(۳)......حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے تین رکعت وتر پڑھے اور تینوں رکعتوں میں سلام کے ذریعے فصل نہیں کیا (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ،۲/۲۹۴)

(۴) حضرت زاذانؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے رات کے آخری حصہ میں بیٹھ کر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ،۲/۲۹۵)

(۵)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہیں دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح۔ (طحاوی،۱/۲۰۲)

یہی حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ ملاحظہ ہو: (موطا امام محمد،۱۴۲۔ معجم طبرانی کبیر،۹/۲۷۴)

(۶)......حضرت عقبہ بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم دن کے وتر جانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں نماز مغرب، آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا۔ (طحاوی،۱/۱۹۲)

(۷)......حضرت ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تین رکعات ہیں۔ (طحاوی،۱/۱۹۹)

(۸)......حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی

انہوں نے فرمایا وتر نماز مغرب کی طرح ہیں۔ (موطا امام محمد ۱۴۲)

(۹) حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو محمد مجھ سے اخذ کر لو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اخذ کیا ہے اور تم ہرگز مجھ سے زیادہ ثقہ آدمی سے اخذ نہیں کر سکتے۔

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر چھ رکعات نفل ادا کئے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے رہے، پھر آپ نے تین رکعت وتر پڑھے اور ان کے آخر میں سلام پھیرا۔ (کنز العمال ۸، ۶۶)

(۱۰) حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور سلام فقط تیسری رکعت میں پھیرتے تھے مغرب کی نماز کی طرح۔ (مصنف عبدالرزاق ۳، ۲۶)

(۱۱) حضرت ابو غالبؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔
(طحاوی ۱، ۲۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۲، ۲۹۳)

﴿تابعین وتبع تابعین کا عمل﴾

☆ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دعاء قنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲، ۳۰۲)

☆ حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲، ۲۹۳)

☆ حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعت پڑھا کرتے تھے اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲، ۲۹۴)

☆ حضرت ابو خالدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہؒ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے تعلیم دی یا فرمایا کہ انہوں نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں سوائے اس کے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراءت کرتے ہیں یہ رات کے وتر ہیں اور وہ (مغرب) دن کے وتر ہیں۔ (طحاوی ۱، ۲۰۲)

﴿فقہاءِ مدینہ اور تمام اہل اسلام کا اجماع﴾

☆.....ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب رحمہ اللہ نے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابو الزناد نے اپنے والد کے واسطے سے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مدینہ طیبہ میں فقہاء کے قول کے مطابق وتر تین رکعات مقرر کر دیئے تھے جن میں سلام صرف آخر میں پھیرا جاتا تھا۔ (طحاوی، ۱/۲۰۲)

☆..... ہم سے حدیث بیان کی عبد الرحمٰنؒ بن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے، اور انہوں نے روایت کی سات (فقہاء تابعین) یعنی سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابو بکر بن عبد الرحمٰن، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے، ان کے علاوہ دوسرے فقیہ اہل صلاح اور صاحب فضل بزرگوں کی موجودگی میں روایت کی، یہ بزرگ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو اس شخص کے قول پر عمل کرتے جو زیادہ ذی رائے اور افضل ہوتا، میں نے جو باتیں ان سے یاد کی ہیں اس طریقہ پر ان میں سے ایک یہ ہے کہ وتر تین رکعت ہیں جن میں سلام فقط آخر ہی میں پھیرا جائے گا۔ (طحاوی، ۱/۲۰۲)

☆... حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہے جن میں صرف آخری رکعت ہی میں سلام پھیرا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۲/۲۹۴)

مسلک احناف:

وتر کے بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ یہ نماز واجب ہے، وتر کی نماز کو ایک تشہد یا دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا صحیح نہیں، بلکہ تین رکعات، دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ (ہدایہ، ۱/۱۴۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وتر تین تین رکعات پڑھنے کی کوئی قید نہیں جتنے چاہے پڑھیں، اور دوسری رکعت پر قعدہ بھی نہ کریں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ وتر دو سلاموں سے پڑھنا افضل ہے،

اور دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا منع ہے۔ نیز تین رکعت وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں ، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعت نہ پڑھے جائیں۔ چنانچہ مولانا یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''الغرض نماز وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ تین خواہ پانچ خواہ سات بیچ میں کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ آخر رکعت میں بیٹھیں اور صرف ایک تشہد سے وتر پڑھ کر سلام پھیریں کیونکہ آنحضرت ﷺ سے وتر میں بیچ کا تشہد ثابت نہیں ہے بلکہ بیچ کا تشہد کرنے میں نماز مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے جناب نبی عربی ﷺ نے تین رکعات وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے''۔ (دستور المتقی ص ۱۴۳)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''وتر میں کمال کا ادنیٰ درجہ تین رکعتیں ہیں دو سلاموں سے یہی افضل ہے، اور اگر گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھیں تو بھی جائز ہے، ایسے ہی اگر تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے، سوائے اس کے کہ دوسری رکعت میں نہ بیٹھے بلکہ اسے لگاتار پڑھے، رہیں تین رکعات وتر دو تشہدوں اور ایک سلام کے ساتھ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے تو اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ نفل فرض یعنی مغرب کے مشابہ نہ ہوں''۔ (نزل الابرار، ۱۴۲/۱)

☆.....نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''اور تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں بلکہ اس سے ممانعت آئی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں''۔

(عرف الجادی، ص ۳۳)

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر تین رکعات ایک سلام کے

ساتھ پڑھتے تھے اور عموماً پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ، دوسری میں سورۂ کافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھنے کا معمول تھا۔ خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی وتر تین رکعات ایک سلام ہی سے پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ عام صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہم کا معمول بھی وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہی پڑھنے کا تھا۔ مدینہ منورہ کے سات بڑے فقہاء اور ان کے علاوہ عام تابعین وتبع تابعین بھی وتر کے تین رکعات ہونے کے قائل تھے، اور حضرت حسن بصریؒ اس پر اہل اسلام کا اجماع بھی نقل فرمارہے ہیں۔

احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے کیونکہ اولاً تو خود آپ سے یہ قعدہ کرنا ثابت ہے جیسا کہ ام عبداللہؓ کی حدیث سے ظاہر ہے۔ دوسرے آپ نے ایک عام قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمایا کہ "ہر نماز کی دوسری رکعت میں التحیات اور تشہد ہے" جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰ سے واضح ہے، اس قاعدہ کے عموم کے تحت وتر میں بھی تشہد اور التحیات ضروری ہوگا۔ تیسرے آپ نے جو نماز وتر کو نماز مغرب سے تشبیہ دی ہے اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ جس طرح مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے اسی طرح وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ واجب ہونا چاہیے۔ چوتھے آنحضرت ﷺ کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرمانا کہ "رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب تو انصراف یعنی نماز ختم کرنے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اس طرح یہ رکعت پہلی دو رکعتوں کو وتر بنادے گی" جیسا کہ حدیث نمبر ۹ سے ظاہر ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ ہے کیونکہ نماز، تشہد پڑھ کر ہی ختم کی جاتی ہے نہ کہ التحیات پڑھے بغیر، اور ظاہر ہے کہ التحیات قعدہ ہی میں پڑھا جاتا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے برعکس حضرات غیر مقلدین فرمارہے ہیں کہ آپ جتنے چاہے وتر پڑھیں، دوسری رکعت پر قعدہ نہ کریں، وتر دو سلاموں سے پڑھنا افضل ہے اور دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا منع ہے، تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں،

تین رکعات وتر پڑھنے کو منع کیا گیا ہے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔ حالانکہ تین رکعات وتر پڑھنے کا تذکرہ صحاح ستہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اگر غیر مقلدین کے اس موقف کی تائید کی جائے تو وہ احادیث' احادیث ہونے سے ہی خارج ہو جائیں گے جن پر آنحضرت ﷺ، خلفاء راشدین صحابہ کرام اور تابعین عمل کرتے آئے ہیں۔ ان تمام امور سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ غیر مقلدین بہت کم احادیث پر عمل کرتے ہیں جبکہ چھوڑتے زیادہ ہیں۔

﴿جماعت فجر کھڑی ہو جانے پر سنتیں پڑھنا﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۵۹۶ تا ۶۰۹ طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔ (بخاری ۱/۱۵۶، مسلم ۱/۲۵۱)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگر چہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔ (ابوداؤد ۱/۱۷۸)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعریؓ) سے روایت ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کے وقت) مسجد میں تشریف لائے، امام نماز میں تھا تو (پہلے) آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔ (طحاوی ۱/۲۵۷)

یہی حدیث ملاحظہ ہو: (معجم طبرانی کبیر ۹/۲۷۷)

(۴)..... حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ ہی میں دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔ (طحاوی ۱/۲۵۹)

(۵)..... حضرت مالک بن مغول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع رحمہ اللہ کو یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کیلئے جگایا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی، آپ اٹھے اور (پہلے) دو رکعتیں پڑھیں۔ (طحاوی، ۱/۲۵۸)

(۶)..... حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کیلئے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے، پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔ (طحاوی، ۱/۲۵۷)

(۷)..... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لاتے تو لوگ فجر کی نماز کی صف باندھے کھڑے ہوتے، آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت (سنت) ادا کرتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے۔ (طحاوی، ۱/۲۵۸)

(۸)..... حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صبح کی دو سنتیں پڑھنے سے پہلے حاضر ہوتے تو آپ نماز پڑھا رہے ہوتے، ہم مسجد کے آخر میں دو سنتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔ (طحاوی، ۱/۲۵۹)

(۹)..... حضرت حصین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ لوگوں کے پاس تشریف لاتے اسی حال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے اور آپ نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہوتی، تو آپ مسجد میں دو رکعت سنت پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔ (طحاوی، ۱/۲۵۸)

(۱۰)..... حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا، آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے مسجد کے دروازے کے پاس دو رکعت سنت ادا کیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۲/۲۵۱)

(۱۱)..... حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے

فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہو تو پہلے وہ سنتیں پڑھ لو اگر چہ امام نماز ہی پڑھا رہا ہو پھر امام کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔(طحاوی، ۱/۲۵۸)

حضرت حسن بصریؒ کی ایسی ہی روایت ملاحظہ ہو: (طحاوی،۱/۲۵۸)

(۱۲)...حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہو تو پہلے وہ پڑھ لو اگر چہ تمہارا خیال ہو کہ تم سے پہلی رکعت فوت ہو جائے گی۔(مصنف ابن ابی شیبہ،۲/۲۵۱)

(۱۳)...حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فجر کی دو رکعت (سنت) اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے۔(مسند احمد،۱/۷۷)

حضرت علیؓ کی یہی روایت ملاحظہ ہو: (ابن ماجہ ص ۸۱)

(۱۴)...حضرت امام مالکؒ حضرت عروہ کے صاحبزادے ہشامؒ سے اور وہ اپنے والد عروہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت کہی جاچکی ہو اور میں وتر پڑھ رہا ہوں۔(مؤطا امام مالک،ص ۱۱۱)

(۱۵)...حضرت امام مالکؒ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک قوم کی امامت کرتے تھے، آپ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کے لئے نکلے تو مؤذن نے صبح کی نماز کی اقامت کہہ دی، آپ نے اسے چپ کروا لیا یہاں تک کہ وتر پڑھے پھر انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔(مؤطا امام مالکؒ ص ۱۱۱)

(۱۶)...حضرت امام مالکؒ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں وتر پڑھوں گا، اگر چہ میں اقامت سن رہا ہوں یا فجر کے بعد۔ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ کی جانب سے شک ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہؓ نے کیا کہا ہے۔(مؤطا امام مالک،ص ۱۱۱)

(۱۷)...حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو

سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں، اور فجر کی دو رکعت سنت کے (کہ وہ جائز ہیں)۔ (السنن الکبری للبیہقی ۴۸۳/۲۔ اعلاء السنن ۹۵/۷)

مسلک احناف:

حنفیہ کے ہاں اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اگر اسے دوسری رکعت کے ملنے کا یقین ہو تو وہ مسجد سے باہر کسی جگہ، ورنہ مسجد کے دروازے کے پاس یا مسجد کے کسی گوشے یا ستون کی آڑ میں جماعت کی صفوں سے ہٹ کر ان سنتوں کو ادا کرے اور پھر جماعت میں شریک ہو جائے، اور جماعت فجر کے بعد قضاء سنتیں پڑھنا جائز نہیں بلکہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھنا چاہیے۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کرنا (بلا کسی تفصیل کے) ناجائز ہے رسول خدا ﷺ کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔ چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

> ''اور کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا کی نافرمانی نہیں ہے جب کہ حضور انور ﷺ نے لاصلوٰۃ فرما کر ہر نماز کی نفی فرما دی''۔ (صلوٰۃ الرسول صہ ۳۴۲)

☆... جماعت غرباء اہل حدیث کے مفتی عبدالستار صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہو:

> ''سوال:۔ زید کہتا ہے کہ جب صبح کی نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں، بکر کہتا ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس کو چاہیے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے، کس کا قول صحیح ہے۔
>
> جواب:۔ زید کا قول صحیح ہے بکر کا غلط ہے بلکہ اغلط ہے، حدیث شریف میں ہے اذا

اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے
اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی، بموجب حدیث ہذا ہر وہ شخص جو صبح کے فرض ہوتے
ہوئے سنتیں پڑھے خدا اور رسول کا نافرمان ہے جیسا کہ آج کل احناف کی جملہ مساجد
میں خصوصاً فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے یہ سراسر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی
ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ
ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین۔" (فتاویٰ ستاریہ ۳/۳۰)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اور کسی بھی نماز کو شروع کرنا جائز نہیں ہے جبکہ فرض نماز کی اقامت ہو جائے
اور اس حکم میں فجر وغیرہ نمازوں کی سنتوں میں کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ ہی یہ فرق
ہو سکتا ہے کہ نمازی وہ سنتیں مسجد میں ادا کرے یا مسجد سے باہر دروازے کے
پاس۔" (نزل الابرار ۱/۱۳۲)

جائزہ:

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی فجر کی سنتیں پڑھنی چاہیے، کیونکہ اول تو حضور ﷺ نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے، دوسرے صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا، چنانچہ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو عثمان نہدی، حضرت مسروق اور حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ سب کا عمل تھا کہ یہ حضرات فجر کی نماز کیلئے جب مسجد میں تشریف لاتے اور فجر کی نماز ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے دو رکعت سنت ادا کر لیتے تھے پھر جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ اور حضرت مجاہدؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہو اور جماعت کھڑی ہو گئی تو اسے چاہیے کہ پہلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو۔

احادیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی اقامت کے وقت فجر کی سنتیں ادا فرما لیتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم تو عین اقامت کے وقت تو وتر بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف حضرات غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز کھڑی ہو جانے پر سنتیں پڑھنا جائز نہیں یہ رسول خدا ﷺ کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے سامنے آنحضرت ﷺ کے عمل اور آپ کے فرامین وارشادات موجود تھے، ان کو احادیث کی سمجھ بھی زیادہ تھی لیکن پھر بھی ان کے قول وعمل سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ سب فجر کی نماز کھڑی ہو جانے پر بھی سنتیں پڑھا کرتے تھے لیکن غیر مقلدین اس عمل کو نافرمانی قرار دے رہے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ غیر مقلدین ان احادیث وآثار کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

﴿فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۰۹ ...... تا ...... ۲۱۲، طبع عشرین﴾

(۱)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ (بخاری ۱/۱۵۵)

(۲)...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے، اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے ورنہ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع کی جاتی۔ (بخاری ۱/۱۵۵)

(۳)...... حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی اس شخص نے جس کی میں تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا رسول پاک ﷺ صبح صادق کے بعد ہلکی سی دو رکعتیں پڑھ کر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن آ کر آپ کو نماز کی اطلاع کرتا۔ آپ اس لئے نہیں لیٹتے کہ یہ سنت ہے بلکہ اس وجہ سے لیٹتے تھے کہ رات کو آپ تھک جاتے تھے (اور) اب کچھ آرام کر لیں۔ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں کو اپنے دائیں پہلو پر لیٹے

ہوئے دیکھتے تھے تو انہیں پتھر مارتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق،۳؍۴۳)

(۴)......حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو فجر کی دو رکعتیں پڑھ کر لیٹا ہوا دیکھا تو فرمایا اسے پتھر مارو۔(مصنف ابن ابی شیبہ،۲؍۲۴۸)

(۵)......ابو صدیق ناجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو فجر کی سنتوں کے بعد لیٹے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ایسا نہ کریں، ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور انہیں بتلاؤ کہ یہ بدعت ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ،۲؍۲۴۹)

(۶)......حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کو کیا ہو گیا کہ (فجر کی) دو رکعت (سنت) پڑھ کر گھوڑے گدھے کی طرح لیٹتا ہے جب سلام پھیر چکے تو بیٹھ جائے پھر نماز پڑھ لے۔(مصنف ابن ابی شیبہ،۲؍۲۴۸)

(۷)......حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر و حضر میں رہا ہوں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹے ہوں۔(مصنف ابن ابی شیبہ،۲؍۲۴۸)

(۸)......حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر فجر کی نماز سے پہلے نہ لیٹو ہاں وتر کے بعد لیٹ جاؤ۔(مصنف ابن ابی شیبہ،۲؍۲۴۸)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک اگر کوئی شخص بطور عادت کے فجر کی سنتیں پڑھ کر فرض پڑھنے سے پہلے لیٹ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس طرح لیٹنے کو سنت سمجھنا درست نہیں ہے۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے۔اور (غیر مقلدین کے امام و مقتدیٰ) علامہ ابن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔چنانچہ غیر مقلدین کے محقق العصر، جناب نواب وحید

الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اور مسنون ہے دائیں پہلو پر لیٹنا فجر کی سنتیں پڑھ کر، ہمارے اصحاب میں سے ابن حزم فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے اور وہ اپنے اس قول میں منفرد ہیں''۔ (نزل الابرار، ۱۲۵/۱)

☆......حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''فجر کی سنتیں پڑھ کر فرضوں سے پہلے دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے''۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۲۵)

☆......نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''اور ان دونوں رکعتوں (فجر کی سنتوں) کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے اور اس کا حکم وارد ہوا ہے۔ (عرف الجادی ص ۳۳)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں:۔

☆......آنحضرت ﷺ کبھی تہجد کے بعد اور کبھی فجر کی سنتوں کے بعد آرام کی غرض سے لیٹ جاتے تھے اور کبھی لیٹنے کے بجائے حضرت عائشہؓ سے گفتگو فرماتے۔

☆......آپ کا یہ لیٹنا بطور عبادت کے نہیں تھا بلکہ بطور عادت کے تھا یعنی آپ چونکہ تہجد کی نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتے اس لئے آرام کی غرض سے لیٹ جاتے تھے۔

☆......صحابہ کرام و تابعین عظام مسجد میں فجر کی سنتیں پڑھ کر، سنت سمجھ کر لیٹنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسے لوگوں کو پتھر مارتے تھے، آپ نے یہ بھی وضاحت فرمادی کہ اس طرح سنتیں پڑھنے کے بعد سنت سمجھ کر لیٹنا بدعت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس طرح سے لیٹنے کو گھوڑے گدھے کے لیٹنے کی طرح قرار دیتے تھے۔ حضرات صحابہ و تابعین کا طرز عمل بتلا رہا ہے کہ یہ عمل سنت نہیں لیکن غیر مقلدین اس کو سنت قرار دے رہے ہیں جو کہ مذکورہ احادیث و آثار کے خلاف ہے۔

﴿فجر کی سنتیں طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۶۱۹ ... تا ۶۲۳ طبع عشرین﴾

(۱)... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ۸۲/۱، مسلم ۲۷۵/۱ واللفظ لمسلم)

(۲) ... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام سے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری ۸۲/۱، مسلم ۲۷۵/۱ واللفظ لمسلم)

(۳) حضرت عطاء بن یزید اللیثی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (بخاری ۸۲/۱، مسلم ۲۷۵/۱ واللفظ لمسلم)

(۴). حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو آپ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتے۔ (مشکل الآثار بحوالہ الجوہر النقی من الختم ۶۵/۱)

آپ ﷺ کا یہی عمل ابوداؤد کی حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے ملاحظہ ہو: (ابوداؤد ۱۸۰/۱)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔ (ترمذی ۹۶/۱)

(۶)... حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فجر کی سنتیں چاشت کے بعد پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۵۵)

(۷). حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھتے تھے۔(موطا امام مالک ص۱۰۳)

(۸) ... حضرت یحیٰی بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں نے فجر کی سنتیں فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو پھر وہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتا ہوں۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز جائز نہیں (سوائے فرض نماز کے)، اگر فجر کی سنتیں فجر کے فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو پھر سورج طلوع ہونے کے بعد زوال آفتاب سے پہلے تک پڑھی جائیں گی۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک اگر فجر کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو فرضوں کے فوراً بعد ادا کر لی جائیں گی۔ چنانچہ مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

> ''اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں''۔(دستور المتقی ص۱۰۳)

☆ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

> ''اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہوئی ہو اور سنتیں آپ نے نہ پڑھی ہوں تو پھر جماعت کے پاس سنتیں مت پڑھنی شروع کریں کیونکہ جماعت کے ہوتے ہوئے پس کوئی نماز نہیں ہوتی آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں پڑھ لیں''۔(صلوٰۃ الرسول ص۲۵۱)

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز جائز

نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں فجر کے فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو پھر سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جائیں۔ یہی آپ کا اپنا معمول بھی تھا، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کا بھی معمول تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو انتہائی متبع سنت صحابی ہیں جب ان کی فجر کی سنتیں رہ جاتی تو سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ اپنا معمول ذکر فرماتے ہیں کہ اگر میری فجر کی سنتیں رہ جاتی ہیں تو میں انہیں سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتا ہوں۔ لیکن ان سب کے برعکس حضرات غیر مقلدین کہتے ہیں کہ جماعت کے ہوتے ہوئے پاس کوئی نماز نہیں ہوتی، لہٰذا فجر کے فرضوں کے وقت سنتیں نہ پڑھی جائیں بلکہ فرضوں سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھ لینی چاہئیں، ظاہر ہے ان کا یہ عمل مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿کیا مغرب سے پہلے نفل پڑھنا سنت ہے؟﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۶۲۳.....تا.....۶۳۰، طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہ (بھی) نہیں دیکھا کہ کسی نے بھی عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو۔ (ابوداؤد، ۱۸۲/۱)

(۲)..... حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ نہیں پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ، بروایت الامام محمد ص ۳۲)

(۳)..... حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔ (مصنف عبدالرزاق، ۴۳۵/۲)

(۴)..... حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر دو اذانوں (یعنی اذان و اقامت) کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔

(کشف الاستار عن زوائد مسند البزار ۱/۳۳۲)

(۵)...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں سوائے اس کے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا ایک مرتبہ آپ نے دو رکعتیں میرے پاس پڑھیں تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کونسی نماز ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی بھول گیا تھا وہ میں نے اب پڑھی ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی کتاب مسند الشامیین بحوالہ نصب الرایہ ۱/۱۴۶)

(۶)..... حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث نقل کی کہ آپ نے فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو تیسری بار آپ نے فرمایا جو چاہے، اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنالیں۔ (بخاری، ۱/۱۵۷)

(۷)...... حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے عرض کیا میں آپ کو ابو تمیم کی تعجب انگیز بات سناؤں؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ دور رسالت میں ہم بھی پڑھا کرتے تھے، میں نے عرض کیا تو اب کیا رکاوٹ پیش آگئی ہے آپ نے فرمایا مصروفیت۔ (بخاری، ۱/۱۵۸)

(۸)..... حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک کہ مغرب کی نماز ستارہ نکلنے سے پہلے پڑھتی رہے گی۔ (مجمع الزوائد ۱/۳۱۰)

(۹) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مغرب کی نماز روزہ دار کے افطار کے وقت پڑھ لو اور ستارے کے نکلنے پر سبقت کرو (یعنی ستارہ نکلنے سے پہلے پہلے پڑھ لو) یہ روایت امام احمد رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے۔ اس روایت کے الفاظ طبرانی میں اس طرح ہیں کہ تم مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی پڑھ لو۔ (مجمع الزوائد ۱/۳۱۰)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا سنت نہیں ہے اگر کوئی سنت سمجھ کر

پڑھے گا تو یہ مکروہ ہوں گے، نیز حضور اکرم ﷺ نے مغرب کی نماز جلدی ادا کر لینے کی تاکید فرمائی ہے، اگر کوئی نفلوں میں لگ کر مغرب کی نماز میں تاخیر کرے گا تو تاخیر مغرب کی وجہ سے بھی یہ مکروہ ہوں گے۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت ہے اور ان کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

> ''قبل نماز مغرب دو رکعت سنت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کو اذان واقامت کے درمیان پڑھنا چاہیے۔۔۔ مغرب کی اذان ختم ہونے کے ساتھ ہی ۔۔۔ درود پڑھنا چاہیے، اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ آخر تک پڑھنا چاہیے پھر سنت شروع کرنی چاہیے اور مغرب کی سنتیں فجر کی سنت کی طرح ہلکی پڑھنی چاہیے''۔ (فتاویٰ علماء حدیث ۴/۲۳۲)

☆ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب رقمطراز ہیں:

> ''مغرب کے پہلے سنتیں پڑھنے والے کو کوئی روکے یا اس کو سنت نہ سمجھے وہ ظالم اور بدعتی ہے''۔ (فتاویٰ علماء حدیث ۴/۲۳۵)

جائزہ:

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنا مسنون نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ کے عمل سے یہ نماز ثابت ہے نہ خلفاء راشدین کے عمل سے، بلکہ آنحضرت ﷺ تو انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔

احادیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام نے یہ نوافل پڑھے ہیں لیکن یہ ابتدائی دور کی بات تھی، دور صحابہ وتابعین ہی میں یہ نفل بالکل متروک ہو گئے تھے ورنہ ان کے پڑھے جانے پر کسی کو تعجب نہ ہوتا جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے۔ احادیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ آنحضرت

علیہ السلام نے مغرب کی نماز جلدی ادا کر لینے کی تاکید فرمائی ہے، اب اگر کوئی نماز سے پہلے نوافل میں لگے گا تو مغرب کی نماز میں تاخیر لازم آ جائے گی اور تاخیر مغرب کی وجہ سے بھی یہ نوافل مکروہ ہوں گے۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کے برعکس غیر مقلدین کے نزدیک یہ نفل پڑھنا سنت ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ ان نفلوں کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے۔ جبکہ ان کا یہ موقف مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز تراویح کا بیان﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۶۳۰۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ ۶۶۸ طبع عشرین﴾

(۱)...... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے تھے لیکن اس سلسلہ میں کوئی تاکیدی حکم نہیں دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے جس نے رمضان (کی راتوں) میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ رسول اللہ علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔ (مسلم،۱/۲۵۹)

(۲)...... حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اکرم علیہ السلام ایک مرتبہ درمیانی رات میں گھر سے تشریف لے گئے آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے (پچھلی رات کی نماز کا) آپس میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہوگئی، پس آپ نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی۔ صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا اور تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ پس آپ علیہ السلام نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہوگئی، اس رات آپ علیہ السلام فجر کی نماز کیلئے ہی تشریف لائے جب نماز ادا کر لی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر

فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔ (بخاری ۱/۲۶۹، مسلم ۱/۲۵۹)

(۳)... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورے مہینے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیئسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی، پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا، آپ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات میں) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح رہ جائے گی۔ حضرت جبیر بن نفیرؒ کہتے ہیں میں نے عرض کیا فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ سحری مراد ہے۔ پھر باقی ایام میں آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔ (ابوداؤد ۱/۱۹۵)

(۴)..... حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد تشریف لائے تو لوگوں کو مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں، ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کو قرآن یاد نہیں ہے ابی بن کعبؓ (نماز میں قرآن) پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا یا یہ فرمایا کہ صحیح کیا اور یہ چیز آپ نے ان کیلئے ناپسند نہیں کی۔ (معرفۃ السنن والآثار للامام البیہقی ۲/۳۹)

(۵)... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۹۴، بیہقی ۲/۴۹۶، معجم طبرانی کبیر،

۳۹۴۳/۱۱ ۔مسند عبد بن حمید،ص ۲۱۸)

(۲)..... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعتیں (۴ عشاء کی اور ۲۰ تراویح کی) پڑھائیں اور تین رکعات وتر پڑھے۔ (تاریخ جرجان لابی قاسم حمزہ بن یوسف السہمی، ص ۲۷۵)

﴿خلفاء راشدین اور کبار صحابہؓ کے تراویح﴾

(۱)..... حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقادر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا تو ایک گروہ اس کی اقتداء کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کردوں تو بہت اچھا ہو، پھر آپ نے اس کا عزم کرلیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کردیا۔ پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمرؓ کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھا ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو، آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔ (بخاری، ۲۶۹/۱)

(۲)..... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں، رات میں لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قرأت نہیں کرسکتے اگر تم رات کو ان پر قرآن پڑھا کرو تو اچھا ہو۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا کہ امیر المومنین پہلے ایسا نہیں ہوا، آپ نے فرمایا مجھے بھی معلوم ہے تاہم یہ ایک اچھی چیز ہے چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ نے لوگوں کو بیس رکعت پڑھائیں۔ (کنز العمال، ۴۰۹/۸)

(۳)..... حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی

بن کعبؓ پر اکٹھا کر دیا تو آپ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔ (ابو داؤد ۲۰۲/۱، سیر اعلام النبلاء ۴۰۰/۱، جامع المسانید والسنن لابی الفداء ابن کثیر ار ۵۵)

ایسی ایک حدیث یحیٰ بن سعیدؒ کی روایت سے مصنف ابن ابی شیبہ (۳۹۳/۲) میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

(۴)۔ حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعات۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳/۲)

(۵)۔۔ حضرت یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں رمضان میں تیئس رکعات پڑھا کرتے تھے (۲۰ تراویح، ۳ وتر)۔ (موطا امام مالک ۹۸/۱، سنن کبریٰ بیہقی ۴۹۶/۲)

(۶)۔۔ حضرت ابن ابی ذئب بواسطہ حضرت یزید بن خصیفہؒ حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ کرامؓ) حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تراویح میں مئین سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ۴۹۶/۲)

حضرت اسد بن عمروؒ حضرت قاضی ابو یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تراویح اور اس سلسلہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور حضرت عمرؓ نے بیس رکعت خود اپنی طرف سے مقرر و متعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے تھے، آپ نے جو بیس (رکعات تراویح کرنے) کا حکم دیا ہے اس کی آپ کے پاس ضرور کوئی اصل تھی اور ضرور رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم تھا۔ (مراقی الفلاح مع حاشیہ ص ۲۲۰)

(۷) حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔ حضرت ابو

عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ۲/۴۹۶)

(۸) حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے جب فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات رہتی تھی۔ امام اعمشؒ فرماتے ہیں کہ آپ (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۷)

﴿بیس رکعات تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع﴾

☆...... حضرت محمد بن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے یزید بن رومان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک میں لوگ تیئس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ اجماع کی مانند ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ۲/۱۶۷)

☆...... حضرت علامہ قسطلانی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جو ہوا اس کو فقہاء نے اجماع کی طرح شمار کیا ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ۳/۵۱۵)

☆...... حضرت ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ۳/۱۹۴)

☆...... پس (تراویح کے بیس رکعات ہونے پر) اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے ایسے ہی حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی۔ (شرح النقایہ ۲/۲۳۱)

☆...... حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں کہ اس اجماع کی بناء پر جو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوا حضرت امام ابو حنیفہ، امام نووی، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور علماء نے یہ مسلک اپنایا ہے (کہ تراویح بیس رکعات ہیں)، اسی کو علامہ ابن عبدالبرؒ نے اختیار کیا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ۳/۷۰۰)

﴿حضرات تابعین وتبع تابعین کے تراویح﴾

☆......حضرت ابوالخصیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہؒ (حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے صحبت یافتہ) رمضان المبارک میں ہماری امامت کرتے تھے، پس وہ پانچ ترویحے بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ۲/۴۹۶)

☆......حضرت سعید بن ابی عبیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہؒ (حضرت علیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے شاگرد) رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

☆......حضرت شتیر بن شکلؒ (حضرت علیؓ کے شاگرد) سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

☆......حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ وتابعین) رمضان المبارک میں پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت ابی یوسف ص ۴۱)

☆......حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ لوگ (صحابہ وتابعین) وتر ملا کر کل تیئس رکعات پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

☆......حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور نبی اکرم ﷺ کے دیگر صحابہ کرامؓ سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔ (ترمذی ۱/۱۶۶)

﴿ائمہ اربعہ کے مذاہب﴾

☆......حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اوز جندیؒ (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہی ہے جو امام حسن بن زیادؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک

میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (مؤکدہ) ہے، اس کا ترک مناسب نہیں، ہر مسجد والوں کیلئے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھائی جائیں، پانچ ترویحے دس سلاموں کے ساتھ، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ (فتاویٰ قاضی خان ۱۱۲/۱)

☆......حضرت قاضی ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے، پس حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ نے وتر کے علاوہ بیس رکعات پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔ اور ابن القاسمؒ نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام مالکؒ ۳۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔ (بدایۃ المجتہد ۱۵۲/۱)

☆......امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں اختلاف کیا ہے، ان میں سے بعض وتر سمیت اکتالیس رکعتوں کے قائل ہیں۔ یہی اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہل مدینہ کا عمل ہے، اور اکثر اہل علم بیس ۲۰ رکعت کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور نبی اکرم ﷺ کے دیگر صحابہ کرام سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوری، حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں کہ وہاں (سب) بیس رکعتیں پڑھتے ہیں۔ (ترمذی ۱۶۶/۱)

☆......حضرت امام مزنیؒ حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے قیام میں مجھے بیس رکعتیں محبوب ہیں کیونکہ یہ حضرت عمرؓ سے منقول ہیں اور لوگ مکہ مکرمہ میں (تراویح) بیس رکعات ہی پڑھتے ہیں اور وتر تین رکعات۔ (مختصر المزنی، ص ۲۱)

☆......امام ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہل

حدیث کا فعل سے تعلق کیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب لوگوں کو حضرت ابی ابن کعبؓ کی اقتداء میں اکٹھا کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھاتے تھے۔ (المغنی لابن قدامہ ۲/۱۶۷)

﴿شیخ عبدالقادر جیلانی، امام ابن تیمیہ اور امام غزالی رحمہم اللہ کا مسلک﴾

☆ ...... شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ فرماتے ہیں:

"نماز تراویح نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت ہے ۔۔۔۔۔ اور یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح پانچ ترویحے ہوں گے ہر چار تراویح کے بعد ایک ترویحہ" (غنیۃ الطالبین ج۲ ص۲۹۳، ۲۹۹)

☆ ...... امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ لوگوں (صحابہ وتابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے لہذا بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے بیس رکعتیں حضرات انصار ومہاجرین کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔"

(فتاوی ابن تیمیہ ۲۳/۱۱۲)

☆ ...... امام ابو حامد غزالی شافعیؒ فرماتے ہیں:

"تراویح بیس رکعات ہیں جن کا طریقہ مشہور و معروف ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔"

(احیاء العلوم ۱/۲۰۱)

﴿علامہ ابن نجیم مصری، علامہ شامی اور علاء الدین حصکفی رحمہم اللہ کا فرمان﴾

☆ ...... علامہ زین العابدین بن نجیم مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صاحب کنز الدقائق کا قول ہے کہ "تراویح بیس رکعتیں ہیں" تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور کا قول ہے کیونکہ مؤطا امام مالکؒ میں حضرت یزید بن

رومان سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں تیئس رکعتیں (مع وتر کے) پڑھتے تھے اور اسی پر مشرق و مغرب کے لوگوں کا عمل ہے۔'' (البحر الرائق ۲/ ۶۶)

☆ علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ فرماتے ہیں:۔

''صاحب درمختار کا قول کہ ''تراویح بیس رکعتیں ہیں'' یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے مشرق و مغرب میں۔'' (الدر المختار مع حاشیہ رد المختار ۲/ ۴۵)

☆ علامہ علاء الدین الحصکفی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تراویح سنت مؤکدہ ہے مردوں اور عورتوں سب کے لئے اجماعاً، کیونکہ اس پر خلفاء راشدین نے مواظبت فرمائی ہے اور تراویح بیس رکعتیں ہیں اور بیس کی حکمت یہ ہے کہ مکمل (بر کسر میم دوم) یعنی تراویح، مکمل (بر فتح میم دوم) یعنی فرائض مع الوتر کے برابر ہو جائیں (کیونکہ فرائض کی کل رکعتیں وتر ملا کر بیس بنتی ہیں)۔'' (الدر المختار مع حاشیہ رد المختار ۲/ ۴۳)

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ کا فرمان﴾

☆ ...... شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''اور جس تعداد پر رکعات تراویح کا معاملہ مستقل ہوا اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں سے وہ تعداد مشہور ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مروی ہے کہ تراویح کے ساتھ وتر ملا کر تیئس رکعتیں ہیں۔'' (ما ثبت بالسنۃ مترجم ص ۲۹۳)

☆ ...... حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تراویح کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سارے سال میں محسنین کے لئے گیارہ رکعتیں مقرر فرمائی ہیں کیونکہ سارے سال عموماً تہجد آٹھ رکعات اور وتر تین رکعات ادا کئے

جاتے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک مسلمان تشبہ بالملکوت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کا اس سے دگنی رکعات سے کم حصہ ہو۔" (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۸)

علامہ عبدالحی لکھنوی کا فرمان

☆..... علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

"تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لئے کہ اس پر خلفاء راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور ﷺ نے مداومت نہیں کی، اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور ﷺ کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہذا جو شخص آٹھ رکعات پر اکتفاء کرے وہ برا کام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک کردی، اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو "بیس رکعت تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے لہذا بیس رکعت تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا" اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔" (تحفۃ الابرار فی احیاء سنۃ سید الابرار ص ۲۰۹، بحوالہ رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۳۵۲)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک تراویح میں بیس رکعات پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اس لئے کہ خلفاء راشدین نے اس پر مواظبت کی ہیں، اور خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے، لہذا جو شخص بیس رکعات پورا نہ کرے وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک کردی۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات پڑھنا سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں بیس یا بیس سے زیادہ رکعات معین کرنے میں بدعت کا خوف ہے بلکہ بیس رکعات پڑھنا ہی بدعت ہے۔ چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بات مہر نیم روز کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پاک تو آٹھ رکعت تراویح ہی ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ نافلہ عبادت ہے"۔ (صلوٰۃ الرسول، صہ ۳۸۵)

☆.....مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

"البتہ بیس یا تیس رکعت کی تعداد معین اور خاص کرنا درست نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے"۔ (دستور المتقی صہ ۱۴۲)

☆.....غیر مقلدین کے ڈاکٹر محمد بشیر صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارے جن علماء نے آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہا ہے وہ ان لوگوں کی تراویح کو کہا گیا ہے جو آٹھ سے زیادہ سنت رسول ﷺ سمجھ کر پڑھتے ہیں اگر نفل سمجھ کر پڑھیں تو پھر ہمارا کوئی عالم ان پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگاتا"۔ (الجا جان صہ ۶۲)

☆.....مولانا عبدالجلیل سامرودی صاحب اپنے ہم مشرب علماء کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

"بڑا تعجب تو مجھے یہ علماء مدرسہ رحمانیہ کے مدرسین پر ہے کہ وہ باوجود ان باتوں سے واقف ہوتے ہوئے رسالہ محدث میں زیادہ آٹھ (تراویح) پر درست لکھتے ہیں اور نوافل قرار دے کر باعث اجر بھی تسلیم کرتے ہیں الی اللہ المشتکی ۔۔۔۔ رہا ۲۰ کو سنت عمری، بدعت عمری کہنا اصلاً غلط ناقابل مسموع ہے۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۰ رکعت نہ ہی فعل عمر سے وارد اور نہ ہی امر فاروق سے ثابت پھر زبردستی حضرت عمر کے متھے تھوپنا کیا انصاف سے مراحل دور نہیں اور نہ ہی رسول کریم ﷺ سے"۔ (فتاوی ستاریہ ۲/۱۹-۲۰)

جائزہ:

مذکورہ احادیث وآثار اور اقوال ائمہ اور مجتہدین سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تراویح کو امت کے لئے مسنون قرار دیا ہے اور اس کی بہت ترغیب دی ہے، جبکہ آپ خود بھی بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ خلفاء راشدین کا معمول بھی بیس رکعات تراویح پڑھنے کا تھا اور حضرت عمر فاروق کے دور میں تو تراویح کے بیس رکعت ہونے پر اجماع بھی ہو گیا تھا کیونکہ جب آپ نے حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں سب صحابہ کرام کو جمع کیا تھا اور حضرت ابی بن کعب کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا تو اس وقت کسی نے بھی آپ کے اس فعل کی کسی بھی درجے میں مخالفت نہیں کی تھی حالانکہ انصار ومہاجرین اور ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہم سب موجود تھے لیکن کسی نے بھی آپ کے اس فعل پر نکیر نہیں کی۔

جلیل القدر تابعین وتبع تابعین بھی اکثر تراویح بیس رکعت ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ایک قول کے مطابق حضرت امام مالک رحمہم اللہ بھی بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔ خیر القرون کے دور میں عہد فاروقی سے لے کر اب سے کچھ پہلے تک تمام مسلمان عالم کم از کم بیس رکعتوں کے قائل تھے اور مشرق ومغرب میں ہر جگہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں۔ مراکز اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، بغداد اور خراسان سب جگہوں میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں۔ مدینہ طیبہ میں خلفاء راشدین تھے، مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح اور اس کے بعد حضرت ابی ملیکہ تھے، کوفہ میں حضرت حارث اعور، علی بن ربیعہ، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تھے، ان سب حضرات کا معمول بیس رکعات تراویح پڑھنے پڑھانے کا تھا، بصرہ میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرة، سعید بن ابی الحسن اور عمران عبدی رحمہم اللہ تھے، بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل تھے، خراسان میں حضرت عبداللہ بن مبارک تھے، یہ سارے حضرات بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

تیسری صدی کے وسط سے پہلے ہی ائمہ اربعہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے وہاں سے فقہی مسالک کی

اشاعت اور ان پر عمل شروع ہو چکا تھا جو آج تک جاری ہے تقریباً ہر صدی کے فقیہ نے کم از کم بیس رکعات ہی کا تذکرہ کیا ہے چھٹی صدی ہجری کے فقیہ و بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی اور حضرت امام غزالی شافعیؒ دونوں نے تراویح بیس رکعات ہی بتلائی ہیں، آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن تیمیہؒ بیس رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں، دسویں صدی ہجری میں علامہ ابن نجیم مصر کے اندر یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ مشرق و مغرب پورے عالم میں ہر جگہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، گیارھویں صدی ہجری میں حضرت علامہ علاء الدین حصکفیؒ شام میں اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ہندوستان میں بیس رکعات ہی بتلاتے ہیں، بارھویں صدی ہجری میں حضرت شاہ ولی اللہؒ ہندوستان میں بیس رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان کے تمام خاندان کا اسی پر عمل ہے، تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں علامہ ابن عابدین شامی ملک شام میں تذکرہ کرتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر جگہ بیس تراویح ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ ہندوستان میں بیس رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع امت اور اقوال ائمہ مجتہدین اور امت کے تقریباً تیرہ سو سالہ عمل کے خلاف حضرات غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہی سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں، بیس یا بیس سے زیادہ رکعات متعین کرنے میں بدعت کا خوف ہے، بلکہ بیس رکعات پڑھنا ہی بدعت ہے، حالانکہ یہ عمل خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، اسی پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی، اسی پر دور صحابہ میں اجماع ہوا، اور اسی پر ساری امت کا عمل ہے، لیکن غیر مقلدین اس کو بدعت کہہ رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ غیر مقلدین بہت سارے مسائل میں احادیث پر عمل نہیں کرتے اور وہ اپنے دعوے میں حق سے بہت دور ہیں جبکہ احناف درحقیقت تمام مسائل میں احادیث پر عمل کرنے والے ہیں اور اپنے دعوے میں حق بجانب ہیں۔

غیر مقلدین اور آٹھ رکعت والی حدیث۔۔۔اس کی حقیقت

حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۴۹۹ تا ۵۰۰، تبیح عشرین

☆ ... حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمنؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز رمضان المبارک میں کیسی ہوتی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعتیں پڑھتے نہ پوچھیے کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں، پھر آپ تین رکعات ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ (بخاری ۱/۱۵۴، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ، ص ۲۶۹، باب فضل من قام رمضان، ص ۲۰۴)

غیر مقلدین حضرات تراویح آٹھ رکعت سنت ثابت کرنے کے لئے اس حدیث کو اپنا مستدل بناتے ہیں اور اس کو بڑے شد و مد کے ساتھ نقل کرتے ہیں، اور بیس رکعت تراویح کی تمام احادیث و آثار کو اس کے مخالف بتا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ ذیل میں اس حدیث سے متعلق دو باتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے، اول یہ کہ اس حدیث مبارک کا تراویح سے تعلق بھی ہے یا نہیں، دوم یہ کہ غیر مقلدین خود بھی اس حدیث پر عامل ہیں یا نہیں۔

﴿پہلی بات﴾

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں

پہلی وجہ:

ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح مراد نہیں لی ہے، ورنہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ہوتا مگر ایسا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں تراویح کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ذکر کئے ہیں لیکن آٹھ رکعات سے متعلق کوئی قول ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا ہے۔

دوسری وجہ:

اکثر محدثین کرام مثلاً امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام مالک، امام

عبدالرزاق، امام ابوعوانہ، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام دارمی، امام ابونصر مروزی رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی کتابوں میں تہجد (قیام اللیل) کے تحت ذکر کیا ہے باوجودیکہ ان کتابوں میں تراویح (قیام رمضان) کے ابواب بھی قائم کیے ہیں، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تہجد کی نماز ہے تراویح کی نہیں۔

تیسری وجہ:

☆... تراویح اس نماز کو کہتے ہیں کہ جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"رمضان کی راتوں میں نماز باجماعت کا نام تراویح ہے"۔ (فتح الباری ص ۲۰۰ ج ۴)

اور جس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے اس سے مراد وہ نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ تہجد ہی کی نماز ہو سکتی ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہیں۔

☆... پھر تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں جبکہ اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔

☆... حدیث میں گیارہ رکعات تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ، جبکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں خود حضور ﷺ نے تین دن پڑھی تھیں وہ جماعت کے ساتھ پڑھی تھیں، ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں تہجد سے ہے۔

چوتھی وجہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسلمہؒ کا سوال سرکار دو عالم ﷺ کی کیفیت سے متعلق تھا تعداد سے متعلق نہ تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ نے آپ کی رات کی نماز میں معمول کی کیفیت ذکر کر کے نماز کی کیفیت بیان فرمائی کہ آپ ﷺ کی نماز کی عمدگی اور اچھائی کا کیا ذکر وہ تو پوچھو ہی مت۔ اگر حضرت ابوسلمہؒ کا سوال نماز کی رکعت کی تعداد کے متعلق

ہوتا تو اول تو وہ لفظ "کم" سے سوال کرتے کیونکہ عدد معلوم کرنے کے لئے "کم" سے سوال ہوتا ہے نہ کہ "کیف" سے۔ دوسرے حضرت عائشہؓ انہیں ان کے سوال کے مطابق تعداد رکعت بتا کر بس کر دیتیں آگے یہ نہ فرماتیں کہ ان کے حسن اور درازی کا تو سوال ہی نہ کر، سیدہ عائشہؓ کا یہ کہنا کہ "ان کے حسن و درازی کا تو سوال ہی نہ کر" یہ بتا رہا ہے کہ ابو سلمہؒ کا سوال کیفیت ہی کے بارے میں تھا تعداد کے بارے میں نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن نصر مروزیؒ نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے "باب عدد الرکعات التی یقوم بھا الامام للناس فی رمضان" یعنی یہ باب ان رکعات کی تعداد کے بیان میں ہے جو امام لوگوں کو رمضان المبارک میں پڑھائے گا۔

اس باب میں امام محمد بن نصر مروزیؒ تراویح کی رکعات کی تعداد بتانے کے لئے بہت سی روایتیں لائے ہیں، لیکن حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کا لانا تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے علم و تحقیق میں بھی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

پانچویں وجہ:

بہت سے آثار صحیحہ سے ثابت ہے کہ خلفاء راشدین کے دور میں تراویح بیس رکعت پڑھی پڑھائی جاتی رہیں اس زمانہ میں سیدہ عائشہؓ حیات تھیں، اگر آپ کی مذکورہ حدیث میں تراویح کا ذکر ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے دیکھتی رہتیں اور یہ نہ کہتیں کہ آنحضرت ﷺ تو آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے تم لوگ بیس رکعات کیوں پڑھتے ہو، لیکن کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہؓ اور ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعت پڑھنے والوں کو روکنا یا ان پر اعتراض کرنا ثابت نہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

﴿دوسری بات﴾

غیر مقلدین حضرات جو مذکورہ حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرنے کی کوشش کرتے

ہیں بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ اس کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ

(۱) ...اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ یہ نماز چار چار رکعات کر کے پڑھتے تھے جبکہ غیر مقلدین دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔

(۲) ...اس حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ کے نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے پڑھانے کا نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ نماز اکیلے پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدین سارے مہینے یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۳) ...اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ کے جواب میں سرور عالم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ اے عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، یہ سوال و جواب ظاہر ہے گھر ہی کی بات ہے کیونکہ حضر میں آپ کا سونا گھر ہی میں ہوتا تھا) لیکن غیر مقلدین سارے رمضان یہ نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔

(۴)... مذکورہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، سونے کے بعد اٹھ کر وتر ادا فرماتے تھے، لیکن غیر مقلدین حضرات تراویح کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی وتر ادا کر لیتے ہیں۔

(۵)... مذکورہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ وتر اکیلے ادا فرماتے تھے جبکہ غیر مقلدین جماعت کے ساتھ وتر ادا کر لیتے ہیں۔

(۶)... اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ سارے سال وتر تین رکعات اور ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدین اکثر ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور جب کبھی تین پڑھتے بھی ہیں تو دو سلاموں سے پڑھتے ہیں۔

﴿تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۶۷۵ تا ۶۹۲ طبع عشرین﴾

موجودہ دور کے غیر مقلدین کے سامنے جب یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشؓ کی حدیث میں تہجد کا ذکر ہے تراویح کا نہیں تو وہ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں ان کو الگ الگ سمجھنا غلط ہے، جو نوافل رمضان سے پہلے تہجد کہلاتے جاتے ہیں انہیں کو رمضان میں تراویح کہا جاتا ہے اور حضور ﷺ سے ایک رات میں تراویح اور تہجد پڑھنا ثابت نہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا اسمٰعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض لوگ تراویح اور تہجد کو دو الگ الگ نمازیں سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی دلیل حدیث میں نہیں ملتی''۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

☆ مولانا حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تراویح کی نماز مع وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی اور نہ ہی وتر پڑھے معلوم ہوا کہ آپ کا قیام اللیل (تہجد) رمضان میں قیام رمضان (تراویح) سے بدل گیا یعنی حضور جو تہجد اور وتر غیر رمضان نیند سے اٹھ کر پڑھتے تھے رمضان میں وہی تہجد اور وتر تراویح کے نام سے نیند سے قبل بعد عشاء پڑھ دیتے تھے''۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۸۹)

یہاں چند امور غور طلب ہیں:

اولاً ...... تو غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ تہجد اور تراویح دونوں میں کوئی فرق نہیں اور جو نماز رمضان سے پہلے تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح کہلاتی ہے بلا دلیل ہے، ان حضرات کے پاس اس پر کوئی نقلی اور عقلی دلیل موجود نہیں، اس لئے کہ ایسی کوئی حدیث نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں جو نماز گیارہ مہینے تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح بن جاتی ہے، اسی طرح یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک ہی نماز جو گیارہ ماہ تہجد کہلائی

جاتی رہی وہ ایک مہینے کے لئے تراویح بن جائے۔

ثانیاً... محدثین اور فقہاء کرام نے کتب حدیث اور فقہ میں تہجد اور تراویح دونوں کے الگ الگ باب قائم کئے ہیں جو اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دونوں میں فرق ہے۔

ثالثاً..... اگر تہجد و تراویح واقعتاً ایک ہی ہیں تو پھر غیر مقلدین کو چاہیے کہ رمضان کی طرح غیر رمضان میں بھی یہی نوافل پڑھا کریں اس لئے کہ سرور عالم ﷺ یہ نوافل بارہ مہینے پڑھا کرتے تھے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

رابعاً..... غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ان احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جن میں رمضان المبارک کی راتوں میں سرکار دو عالم ﷺ کا کثرت سے عبادت کرنا آیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف تراویح ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہو:

(۱)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آجاتا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری مستعدی ظاہر فرماتے، رات کو زندہ کرتے (یعنی رات عبادت میں گزارتے) اور ازواج مطہرات کو بھی جگاتے۔ (بخاری، ۱/۲۷۱، مسلم، ۱/۳۷۲، مسند حمیدی، ۱/۹۷)

(۲)..... حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں (عبادت کے اندر) جو کوشش فرماتے تھے اتنی اس کے علاوہ رمضان کے دیگر عشروں میں نہیں فرماتے تھے۔ (مسلم، ۱/۳۷۲)

(۳)..... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ پوری مستعدی ظاہر فرماتے، اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ (شعب الایمان للبیہقی ۳/۳۱۰)

(۴)..... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ ﷺ کا رنگ بدل جاتا، اور آپ کی نماز زیادہ ہو جاتی، خوب گڑ گڑا کر دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔ (ایضاً)

خامساً..... غیر مقلدین کے اس دعوے سے کہ آپ ﷺ نے تراویح کے بعد تہجد ہرگز نہیں پڑھی،

آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کو تو زیادہ سے زیادہ نماز کی ترغیب دیں اور خود صرف تراویح پڑھ کر بس کر دیں (العیاذ باللہ)۔ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے تو بہت بڑا، لیکن اس کے متعلق ان کے پاس کوئی صریح حدیث موجود نہیں ہے، اس کے برعکس ایسی احادیث ضرور موجود ہیں جن سے سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

﴿سرکار دو عالم ﷺ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا﴾

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں (ایک رات) نماز پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک دوسرے صاحب آئے وہ بھی ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہم ایک گروہ بن گئے، جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسوس فرمایا کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کیا اور اپنے حجرے مبارکہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے وہ نماز پڑھی جو آپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ حضور! کیا آپ نے رات کو ہماری کیفیت اور حالت کو سمجھ لیا تھا، آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی چیز نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا جو میں نے کی۔ (مسلم ۱/۳۵۲)

اس حدیث مبارک سے صاف طور پر یہ ثابت ہو رہا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے رمضان المبارک کی اس رات میں صحابہ کرام کے ساتھ جو نماز پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور جو اس سے فارغ ہو کے حجرہ مبارکہ میں جا کر تنہا پڑھی تھی وہ تہجد تھی، کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ رات کے وقت اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے“۔

(بخاری ۱/۱۰۱)

﴿حضرت طلق بن علیؓ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا﴾

☆ ...حضرت قیس بن طلق فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہاں روزہ افطار کیا، تو آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے، پھر آپ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر باقی رہ گئے تو ایک صاحب کو آگے کر دیا اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے جائز نہیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علیؓ پہلی نماز جو وتر سمیت پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی۔

﴿امام مالک، ابو محمد اور شیخ ابوالحسن زیات رحمہم اللہ کا عمل﴾

☆ ...حضرت محمد بن محمد عبدری المعروف بہ ابن الحاجؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جب کہ آپ لوگوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے اور امام تین وتر درمیان میں سلام پھیرے بغیر پڑھاتا تو آپ فرماتے کہ ''جب لوگ پڑھنے لگتے ہیں تو میں نکل آتا ہوں اور انہیں چھوڑ دیتا ہوں'' پس لوگوں کے لئے امام مالکؒ کے اس امر میں اسوہ اور نمونہ عمل ہیں کہ وہ لوگوں کے ساتھ (تراویح کے بعد) وتر نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر میں نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد وتر پڑھے، میرے آقا ابو محمدؒ مسجد میں لوگوں کے ساتھ ہی تراویح کے بعد وتر پڑھتے اور گھر آ کر جتنی توفیق ہوتی نوافل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ وتر نہ پڑھتے، اور وہ فرماتے تھے کہ میرے شیخ ابوالحسن زیاتؒ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (المدخل لابن الحاج ۲/۲۹۹)

﴿حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا عمل﴾

☆...... حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں:

''رمضان کی چاندنی رات حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں ان کے شاگرد

واصحاب اکٹھے ہو جاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد) میں نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔'' (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ۴۹۰،ر۲۵۳)

امام بخاریؒ کے متعلق یہی بات نواب وحید الزمان صاحب نے تیسیر الباری (۱ر۲۹) میں اور مولانا عبدالسلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری (ص۸۷) میں بھی لکھی ہیں۔

﴿میاں نذیر حسین صاحب کا عمل﴾

☆..... غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے سوانح نگار مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں:

''(میاں صاحب) لیالی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالت قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیہ، محدث، جو آپ کے شاگرد رشید تھے تین سپارے روزانہ سناتے ترتیل وتجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبدالسلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے)''۔ (الحیاۃ بعد المماۃ ص۱۳۸)

مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سرکار دو عالم ﷺ نے صرف تراویح پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے، حضرت طلق بن علیؓ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام بخاریؒ، ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین اور غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے، پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ ''تہجد اور تراویح دونوں ایک ہی چیز ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ نے تراویح کے بعد تہجد ہرگز نہیں پڑھی'' حقیقت کے خلاف ہے۔

﴿تراویح اور تہجد کے درمیان فرق ہے﴾

(۱) تہجد کی مشروعیت قرآن کریم سے ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے یہ خاص آپ کے لیے ایک زائد چیز ہے''۔ (القرآن، ۱۷: ۷۹)

جبکہ تراویح کی مشروعیت حدیث پاک سے ہوئی ہے، ارشاد ہے:

''رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے اور اس کے قیام (تراویح) کو میں نے تمہارے لیے مسنون کیا ہے''۔ (ابن ماجہ ص ۹۵)

(۲)......سرکار دو عالم ﷺ تہجد ہمیشہ آخیر رات میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ

''رسول اللہ ﷺ رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے آپ نے فرمایا جب کہ مرغ کی اذان سنتے تھے''۔ (بخاری، ۱۵۲/۱)

اس کے برعکس نماز تراویح آپ ﷺ، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء امت نے ہمیشہ شروع رات ہی میں پڑھی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابوطیب سندی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''(جملہ فقام بنا ......الخ) اس بات میں ظاہر ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کے سامنے نوافل (تراویح) شروع رات میں پڑھے تھے سو اس میں جمہور کے لیے دلیل ہے کہ تراویح شروع رات میں جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئیں''۔ (شرح ترمذی، ابوطیب سندی ۱۴۹/۲)

(۳)...... تراویح کو سرور عالم ﷺ نے اہتمام سے جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا فرمایا، لیکن تہجد آپ ہمیشہ اکیلے پڑھا کرتے تھے، ہاں اگر کوئی از خود شامل ہو جاتا تو اس کی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

(۴)......تراویح عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے جبکہ تہجد سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

(۵) تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن سنتِ خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن تہجد میں تلاوتِ قرآن کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔

(۶) تہجد (وتر کے ساتھ) کم از کم سات رکعات اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات منقول ہیں (دیکھئے ابوداؤد ۱/۱۹۳، طحاوی ۱/۱۹۶) جبکہ تراویح کم از کم بیس رکعات پڑھنا مسنون ہیں۔

(۷) تراویح سال بھر میں صرف ایک مہینہ پڑھی جاتی ہیں لیکن تہجد بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے۔

(۸) تراویح کے بعد وتر کا جماعت کے ساتھ پڑھنا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن اگر وتر تہجد کے بعد پڑھیں تو ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۹) نماز تراویح دیگر نمازوں کی طرح اسلام کے ظاہری شعار میں داخل ہے لیکن نماز تہجد اسلام کے ظاہری شعار میں داخل نہیں۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا:

''جس نماز کو سوتے رہ کر گزار دیتے ہو (تہجد) وہ اس نماز سے بہتر ہے جو پڑھ کر سوتے ہو (یعنی تراویح)''۔(بخاری ۱/۲۶۹)

اس سے بھی تہجد اور تراویح کا فرق واضح ہے۔

(۱۱) تہجد میں تداعی (لوگوں کو تہجد کی نماز باجماعت کے لیے بلانا) جائز نہیں اور تراویح میں تداعی ہوتی ہے۔

﴿حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا قول﴾

☆ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

''یہ جو مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان، غیر رمضان گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان برابر تھی اس کو صلوٰۃ اللیل کہتے تھے لیکن تراویح کی نماز اس کے علاوہ ہے ان حضرات کی عرف میں اس کا نام قیام رمضان تھا چنانچہ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس

میں آپ کا رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کے اندر زیادہ کوشش کرنا آیا ہے"۔ (حاشیہ ماثبت بالسنۃ ص ۱۹۹)

﴿مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کا قول﴾

مسجد چینیاں والی لاہور کے خطیب، مولانا عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے) تراویح کی نماز کو مکروہ سمجھتے تھے اس پر انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا تھا "لسان الصدق لاثبات کراھۃ التراویح" ان کا کہنا تھا کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز کے دو نام ہیں الگ الگ نہیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ان کی تردید فرمائی ہے کہ تراویح اور تہجد دونوں کو ایک سمجھنا غلط اور بلا دلیل ہے۔ چنانچہ موصوف رقمطراز ہیں:

> "ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی۔ ناقل) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کچھ کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں، یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوے پر بھی دلیل کوئی نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کا معنی نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا قاموس میں ہے تہجد استیقظ، نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے جو ذیل میں درج ہے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ، آنحضرت ﷺ گیارہ رکعتیں ہی رمضان اور غیر رمضان میں پڑھتے تھے۔
>
> رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ نے اول شب تراویح پڑھی تھیں ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو فرمان خداوندی فتہجد کی تعمیل نہ

ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے حضرت عائشہؓ نے عام طور پر نفی کر دی کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں میں حضور ﷺ نے اسی اول شب کی نماز کو قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے کر کے نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا، دیکھو جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں، جمعہ کے واسطے کئی ایک شرائط ہیں جو ظہر کے لیے نہیں''۔

(اہلحدیث کا مذہب ص ۹۶)

☆ … مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

''جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی''۔

(فتاویٰ ثنائیہ ۱/۴۳۶)

مذکورہ عقلی ونقلی دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں، خود سرکار دو عالم ﷺ، صحابہ کرام اور دیگر بزرگان دین حضرت امام بخاریؒ وغیرہ تراویح کے ساتھ تہجد بھی پڑھتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ صرف احناف ہی ان دونوں نمازوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے بلکہ غیر مقلدین کے اکابر بھی الگ الگ سمجھتے ہیں، میاں نذیر حسین صاحب تو باقاعدہ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے، مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں کو ایک سمجھنے والے پہلے شخص عبداللہ چکڑالوی ہیں جو پہلے غیر مقلد اور چینیاں والی مسجد کے خطیب تھے بعد

میں منکر حدیث ہو گئے تھے۔ موجودہ دور کے غیر مقلدین غالباً انہیں کی تقلید میں تہجد اور تراویح کو ایک سمجھنے لگے ہیں۔ اس پوری تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تہجد اور تراویح ایک چیز نہیں جیسا کہ غیر مقلدین سمجھ رہے ہیں بلکہ دونوں الگ الگ نمازیں ہیں جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔

قضا نمازوں کا ادا کرنا ضروری ہے

حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۶۹۲ ... تا ..... ۷۰۱ طبع عشرین

(۱)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آ جائے تو پڑھ لے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے سوائے اس کے۔ اس حدیث میں حضرت قتادہ نے یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں "واقم الصلوٰة لذکری" کہ نماز قائم کر میری یاد کے لئے۔ (بخاری ۱/۸۴، مسلم ۱/۲۴۱، واللفظ لمسلم)

(۲)..... حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا غفلت کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آ جائے تو پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز قائم کر میری یاد کیلئے۔ (مسلم ۱/۲۴۱)

(۳)..... حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ غزوہ خندق کے موقع پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے بھی عصر نہیں پڑھی۔ ہم مقام بطحان میں پہنچ کر ٹھہرے آپ ﷺ نے وضو فرمایا، ہم نے بھی اسی طرح نماز کیلئے وضو کیا آپ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔ (بخاری ۱/۸۳، مسلم ۱/۲۲۷)

(۴)..... حضرت ابو عبیدہؒ اپنے والد حضرت ابن مسعودؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چار نمازیں پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رات کا اتنا حصہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے

اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی، پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی، پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی، پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔ (ترمذی ۱/۴۳)

(۵)..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے پھر امام کے ہمراہ دوسری نماز پڑھتے ہوئے اسے یاد آئے تو جب امام سلام پھیریں تو اسے چاہیے کہ پہلے بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔ (مؤطا امام مالک، ص ۱۵۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک قضا نمازوں کی ادائیگی ہر حال میں ضروری ہے اگر نماز قضا ہو جائے جان بوجھ کر ہو یا بھول کر ہو یا سوتے رہ جانے کی وجہ سے، کسی بھی حال میں وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ (ہدایہ ۱/۱۷۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے۔ چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کوئی دیدہ و دانستہ نمازیں چھوڑ دیں اور پھر اس کی قضا کرنا چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسے آدمی کیلئے توبہ واستغفار کافی ہے۔ (دستور المتقی ص ۱۴۹)

☆..... حافظ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

''بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہو جو آسانی سے ادا ہو سکتی ہو تو کرلی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہو جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے''۔ (فتاویٰ اہل حدیث ۱/۶۱۵)

☆..... جماعت غرباء اہل حدیث کے سابق امام، مفتی عبدالستار صاحب رقمطراز ہیں:

''لیکن سوال یہ ہے کہ نماز قضا کیوں ہوئی اصل یہ ہے کہ عمداً چھوڑی ہے شروع میں نہ قضا کرنے کا حکم ہے اور نہ اس کی کوئی صورت ہے، انسان سو جائے تو جب

بیدار ہو وہی اس کا وقت ہے اگر بھول جائے تو جب یاد آئے وہی اسکا وقت ہے،
اگر بے ہوش ہو جائے تو جب ہوش میں آ جائے وہی اس کا وقت ہے پھر قضاء
ہو جانے کی صورت کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ قضا کی عذر بنا کر چھوڑی ہے جس کی
قضا نہیں اس پر جرم ہے کہ وہ کافر ہو گیا اس لئے مسلمان توبہ کر کے ہووے"۔

(فتاویٰ ستاریہ ۱۵۴/۳)

☆ ... غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"پہلی صورت جس میں کسی عذر کے بغیر کسل انکاری سے نماز ترک ہوئی عمداً ترک
میں شامل ہے اس کے لئے کوئی قضا نہیں، یہ چیز من ترک الصلوٰۃ متعمدا
میں شامل ہے اس کا توبہ نصوح کے علاوہ کوئی علاج نہیں"۔ (رسول اکرم کی نماز، ص ۱۱۵)

جائزہ:

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے جان بوجھ کر ہو،
بھول کر ہو یا سوتے رہ جانے کی وجہ سے ہو، ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی بلکہ اس کی ادائیگی ضروری ہے
کیونکہ آنحضرت ﷺ سوتے رہ جانے یا بھول جانے کی وجہ سے قضاء ہونے والی نماز کی ادائیگی کا
حکم دے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جب ان اعذار کی بناء پر قضاء ہونے والی نمازوں کی ادا
ضروری ہے تو بغیر عذر کے جان بوجھ کر قضاء ہو جانے والی نماز کی ادائیگی بطریق اولیٰ ضروری
ہوگی۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اقیموا الصلوٰۃ" قضاء اور ادا سب نمازوں کو شامل ہے، کہ ادا پڑھے
یا قضا نماز بہرحال پڑھنی پڑے گی۔ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا
اور ظاہر ہے کہ قرضہ ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، تو نماز کا قرضہ بغیر پڑھے کیسے ساقط
ہو جائے، حضور سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں:

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔ (نسائی ۲/۲۰)

☆ ... مزید ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔ (بخاری، ۱/۲۶۲)

☆..... امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو فرض نماز فوت ہو جائے اس کی قضا ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو مثلاً سو گیا یا بھول گیا یا بغیر عذر کے، اور حدیث میں جو بھول جانے کا قید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اسی سبب سے بیان ہوئی ہے اور اس لئے بھی کہ جب عذر والے شخص پر قضا واجب ہے تو وہ شخص جس کا کوئی عذر بھی نہیں اس پر بطریق اولیٰ واجب ہوگی، یہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ کے باب سے ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''اسے چاہیے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے'' یہ استحباب پر محمول ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو عذر کی وجہ سے مؤخر کر کے پڑھنا بھی جائز ہے صحیح قول کے مطابق۔ اس کا بیان اور اس کی دلیل گزر چکی اور بعض اہل ظاہر نے شذوذ کیا ہے جو یہ کہا ہے کہ بغیر عذر کے فوت ہو جانے والی نماز کی قضاء واجب نہیں ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ فوت شدہ نماز اس سے بڑی ہے کہ آدمی اسے قضا کر کے اس کی معصیت سے نکلے۔ یہ اس قائل کی غلطی اور جہالت ہے۔'' (نووی: ۲۳۸)

فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے ضروری ہونے پر اجماع امت بھی ہے، چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ لکھتے ہیں:

''فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے۔'' (رحمۃ الامۃ، ص ۳۶)

لیکن ان تمام احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضاء نہیں ہے صرف توبہ و استغفار کافی ہے، جبکہ ان کا یہ عمل مذکورہ بالا احادیث کے خلاف ہے۔

﴿سجدۂ سہو کا وجوب اور اس کا طریقہ﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۱۰۷...تا...۹۰۷، طبع عشرین﴾

(۱)......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میں سے جب کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صحیح کے لیے سوچ بچار کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔ (بخاری، ۵۸/۱)

(۲) ....حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جسے اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔ (مسند احمد، ۲۰۵/۱۔ نسائی، ۱۴۰/۱۔ ابو داؤد، ۱۴۸/۱)

(۳) .. حضرت ثوبانؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر سہو کے لیے دو سجدے ہیں سلام پھیرنے کے بعد۔ (ابو داؤد، ۱۴۹/۱)

(۴) .. حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا، پھر بیٹھے بیٹھے دو سجدۂ سہو کیے پھر سلام پھیرا۔ (نسائی، ۱۴۹/۱)

(۵) ....حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی تو آپ کو سہو ہو گیا، آپ نے دو سجدۂ سہو کیے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا۔ (ابو داؤد، ۱۴۹/۱۔ ترمذی، ۹۰/۱)

(۶).... حضرت زیادؓ بن علاقہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ہمیں نماز پڑھائی تو (بھولے سے) دوسری رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے ہم نے سبحان اللہ کہا تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا اور اپنی نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو دو سجدۂ سہو کیے پھر نماز سے فارغ ہو کر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ میں نے کیا۔ (ابو داؤد، ۱۴۸/۱۔ ترمذی، ۸۳/۱۔ مسند احمد، ۲۴۷/۴)

(۷).. حضرت علقمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دو سجدۂ سہو کیے سلام پھیرنے کے بعد، اور ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ (ابن ماجہ ص ۸۶)

(۸) حضرت ابوعبیدہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب قعدہ کی جگہ قیام کرلے یا قیام کی جگہ قعدہ کرے یا دو رکعتوں میں سلام پھیرے تو اسے چاہیے کہ نماز پوری کر کے سلام پھیرے پھر دو سجدہ سہو کر کے التحیات پڑھے اور سلام پھیرے۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱/۱۳۰)

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہیں۔ (طحاوی ۱/۲۹۹)

(۱۰) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے (بھولے سے) دو رکعتوں ہی میں سلام پھیر دیا، لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کی، پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدۂ سہو کیے۔ سلام کے بعد حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گیا اور ان سے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایسے کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔ (ایضاً)

(۱۱) حضرت عبدالرحمٰن بن حنظلہ بن راہب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے (ایک مرتبہ) مغرب کی نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں بالکل قرأت نہیں کی، دوسری رکعت میں آپ نے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت دو مرتبہ پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدۂ سہو کیے۔ (ایضاً ص۴۰۸)

(۱۲) حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو میں پہلے سلام پھیرے پھر سجدہ سہو کرے پھر سلام پھیرے۔ (ایضاً ص۲۹۹)

(۱۳) حضرت انسؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جسے نماز میں وہم ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ زیادتی کی ہے یا کمی کی ہے فرمایا کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدہ سہو کرے۔ (ایضاً)

(۱۴) حضرت قیس بن حازمؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں سعد بن مالکؓ نے نماز پڑھائی تو آپ (بھولے سے) پہلی دو رکعتوں ہی میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا اور کھڑے ہی رہے پھر (نماز پوری کر کے) سلام پھیرا اور دو سجدۂ سہو کیے۔

(ایضاً ص۲۹۹)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز میں سہو ہو جانے پر سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیریں، پھر دو سجدے کر کے دوبارہ تشہد پڑھیں اور دونوں طرف سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں۔ (ہدایہ ۱۶۴/۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدۂ سہو آخری قعدہ میں سلام پھیرنے سے قبل ہی کرنا چاہیے اور سجدہ سہو کرنے کے بعد تشہد بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائیں پھر اٹھ کر جلسے میں بیٹھ کر دوسرا سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کا حکم ہے اس لیے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے قبل کرنے چاہئیں"۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۳۱۲)

☆ ..... مولانا خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

"سہو یعنی نماز میں بھول جانے سے دو سجدے نماز کے بعد سلام سے پہلے ادا کرنے ہوتے ہیں"۔ (صلوٰۃ النبی ص ۳۵)

☆ ..... مزید لکھتے ہیں:

"لیکن جو احناف میں رائج ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر پھر سہو کے سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنا تو یہ سنت سے ثابت نہیں"۔ (صلوٰۃ النبی ص ۲۵۲)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ سجدہ سہو کرنا واجب ہے اور یہ آخری قعدہ میں سلام پھیرنے کے بعد کیا جاتا ہے نیز سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ تشہد اور پھر سلام پھیرا جائے گا کیونکہ سرکار دوعالم ﷺ نے نماز میں سہو ہو جانے پر سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کرنے کا حکم

دیا ہے، نیز آپ کا (دوبارہ تشہد پڑھ کر سلام پھیرنے کا) عمل بھی ان احادیث سے ثابت ہو رہا ہے، اسی طرح جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اسی پر تھا، حضرت عبد اللہ بن عباس، عمران بن حصین، حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

لیکن اس قدر احادیث و آثار کی موجودگی میں بھی غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہی کرنا چاہیے اور سجدہ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھنی چاہیے اس لیے کہ یہ سنت سے ثابت نہیں ہے حالانکہ یہ باتیں مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہی ہیں، اس سے یہ ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کا مسلک مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿مقتدی کے لیے سجدہ سہو نہیں ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۵۱۷ تا ۵۱۴، طبع عشرین﴾

(۱) ....حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو نہیں ہے، اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر اور جو اس کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو ہے اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے، اس کی طرف سے امام کافی ہے۔ (دارقطنی ا ر ۳۷۷)

(۲) . حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب تم امام کے پیچھے بھول جاؤ اور امام محفوظ رہے تو تم پر سجدہ سہو نہیں ہے اور اگر امام بھول جائے اور تم محفوظ رہو تو تم پر سجدہ سہو ہوگا! اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو تم بھی سجدہ نہ کرو اور اسی طرح اگر سارے مقتدی بھی بھول جائیں تو کسی پر بھی سجدہ سہو نہیں ہوگا اور اگر امام بھول جائے تو سب پر ہوگا۔ (کتاب الآثار ص ۳۷)

☆.....علامہ محمد بن عبدالرحمن شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو وہ بالاتفاق سجدہ سہو نہیں کرے گا''۔

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۴۳)

☆ ..... اس اجماع کو امام ابو بکر بن محمد بن ابراہیم بن منذر نیشا پوری رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مقتدی پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہے''۔ (الاجماع صہ ۳۰)

مسلک احناف:

احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی نماز میں سہو آ جائے تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم نہیں ہے، اس کے برعکس اگر امام کی نماز میں سہو آ جائے تو امام پر بھی اور تمام مقتدیوں پر بھی سجدہ سہو لازم ہو جائے گا۔ (ہدایہ ۱/۱۶۹۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی کو نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اس سے سجدۂ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''اگر مقتدی کو امام کے پیچھے خود اپنی طرف سے سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو اس سہو میں داخل ہونے کی بناء پر واجب ہو گا کیونکہ سجدۂ سہو کے دلائل مقتدی کو بھی شامل ہیں اور مقتدی سے امام کی ہمراہی میں خود اپنے سہو سے سجدۂ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں آئی''۔ (بدور الاہلہ صہ ۶۹)

جائزہ:

مذکورہ حدیث اور اثر دونوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر مقتدی کو دوران نماز سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے اس کی طرف سے امام ہی کافی ہے، حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں کہ امام اگر محفوظ رہے اور مقتدی کو بھول ہو جائے تو مقتدی پر سجدۂ سہو نہیں ہے، اسی پر اجماع امت بھی ہے۔ لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی کو نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اس سے سجدۂ سہو ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں، حالانکہ اوپر ایک حدیث

مرفوع، ایک جلیل القدر تابعی کا اثر اور اجماع امت کا ذکر کیا گیا، یہ تین دلائل موجود ہیں، اس لیے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کا مسلک ان تین دلائل کے خلاف ہے۔

سجدۂ تلاوت کے لیے وضو کرنا شرط ہے

حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۷۰۱ ج ۱۴۱۷ھ طبع عشرین

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی۔ (ترمذی ۱:۳)

(۲) حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی سجدۂ تلاوت طہارت کے بغیر نہ کرے۔ (بیہقی ج۲، ۳۲۵)

مسلک احناف:

احناف کے ہاں سجدۂ تلاوت کے لیے وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ سجدۂ تلاوت من جملہ نماز ہے اس لیے نماز کی طرح سجدۂ تلاوت کے لیے بھی وضو کرنا شرط ہے۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدۂ تلاوت بغیر وضو کے بھی جائز ہے چنانچہ مولانا یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ سجدہ وضو کے ساتھ کرنا بہتر ہے لیکن بے وضو بھی جائز اور درست ہے''۔

(دستور المتقی، ص ۴۲)

☆ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اور سجدۂ تلاوت بغیر وضو کے بھی جائز ہے البتہ اس کے لیے طہارت مستحب ہے''۔

(نزل الابرار ۱/۷۸)

فتاویٰ نذیریہ (۱/۵۷۰) پر بھی بغیر وضو کے سجدۂ تلاوت جائز ہونے کا فتویٰ موجود ہے جس پر

غیر مقلدین کے اکابر مثلاً میاں نذیر حسین صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب، محمد ابوالحسن صاحب اور محمد حسین بٹالوی صاحب وغیرہم کے دستخط موجود ہیں۔

جائزہ:

مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے لیے طہارت شرط ہے، طہارت کے بغیر سجدۂ تلاوت جائز نہیں۔ کیونکہ سجدۂ تلاوت من جملہ صلوٰۃ ہے کیونکہ اس میں نماز کی طرح نیت بھی شرط ہے ستر عورت بھی شرط ہے، استقبال قبلہ بھی ضروری ہے، اس میں تکبیر بھی ہے تسبیح بھی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی نماز بھی بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی، تو جب نماز کے لیے طہارت ضروری ہے تو سجدۂ تلاوت کے لیے بھی ضروری ہوگی اور جس طرح کوئی نماز بغیر طہارت کے جائز نہیں اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی بغیر تلاوت کے جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ فتویٰ دیا کہ کوئی شخص بغیر طہارت کے سجدۂ تلاوت نہ کرے۔ لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدۂ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے اور درست ہے، ظاہر ہے ان کا یہ مسئلہ بھی مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿قصر کی نماز کی مسافت﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۲۱۷ ... تا ... ۲۲۰، طبع عشرین﴾

(۱) ..... حضرت عبدالرحمٰنؒ بن ابی بکرہ اپنے والد حضرت ابو بکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کیلئے تین دن، تین راتیں اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائی ہے۔ (صحیح ابن حبان، ۲۰۰۱/۲)

(۲) ..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سفر نہ کرے کوئی عورت تین دن کا محرم کے بغیر۔ (بخاری، ۱/۱۴۷)

یہ حدیث مسلم شریف میں بھی مکرر آیا ہے ملاحظہ ہو (مسلم، ۱/۴۳۴)

(۳)..... حضرت علی بن ربیعہ والبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کتنی مسافت پر نماز قصر کرنی چاہیے، آپ نے فرمایا کہ سویدا کو جانتے ہو، میں نے عرض کیا کہ جانتا تو نہیں لیکن اس کے بارے میں سنا ہے، فرمایا وہ تین درمیانی راتوں کی مسافت پر ہے، جب ہم وہاں جاتے ہیں تو نماز میں قصر کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار لابی امام ابی حنیفہ ص ۳۹)

(۴)... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین رات کی مسافت (کے سفر) میں نماز قصر کی جائے۔

(کنز العمال ۲۲۴۳۸)

(۵)... حضرت سالم بن عبداللہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ذات نصب تک سفر کیا تو آپ نے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ مدینہ طیبہ اور ذات نصب کے درمیان چار برید (۴۸ میل) کا فاصلہ ہے۔ (موطا امام مالک ۱/۱۴۰)

(۶) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو رکعت پڑھتے تھے (قصر کرتے تھے) اور روزہ افطار کرتے تھے چار برید یا اس سے زیادہ برید پر۔ (بیہقی ۳/۱۳۷)

(۷)... (حضرت امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ) حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نماز میں قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے ۴ برید پر، جو ۱۶ فرسخ (۴۸ میل) کے ہوتے ہیں۔ (بخاری ۱/۱۴۷)

(۸) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں عرفہ کی مسافت میں قصر کرسکتا ہوں، فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا کہ "مر" کی مسافت میں قصر کرسکتا ہوں، فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا طائف اور عسفان کی مسافت میں قصر کرسکتا ہوں فرمایا ہاں، ان کی مسافت اڑتالیس میل ہے ہاتھ سے گرہ لگا کر (شمار کرکے) دکھایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۴۵۔ مسند امام شافعی ۱/۱۸۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک قصر کی نماز کی مسافت تین دن اور تین رات پیدل چلنا ہے جس کا

اندازہ اس زمانہ میں ۴۸ میل (سوا ستتر کلو میٹر) لگایا گیا ہے۔ ۴۸ میل سے کم مسافت پر سفر کی نماز نہیں ہوگی۔ (ہدایہ ۳/۱۷۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قصر کی مسافت تین میل یا نو میل ہے۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۱/۶۳۰)

☆..... غیر مقلدین کے مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں:

''نماز قصر تین یا نو میل پر کر سکتا ہے''۔ (فتاویٰ ستاریہ ۲/۵۷)

☆..... غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نو میل پر قصر درست ہے''۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۰۶)

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قصر کی نماز کی مسافت تین دن اور تین راتیں ہیں، آنحضرت ﷺ کے فرمان، حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال سے مسافتِ قصر کی تحدید ۴ برد (۱۶ فرسخ یا ۴۸ میل) ثابت ہو رہی ہے اور اسی پر صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ عمل پیرا ہیں۔ لیکن ان سب کے برعکس غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ مسافتِ قصر تین میل یا نو میل ہے اور زیادہ صحیح نو میل ہے لہٰذا غیر مقلدین کے مسلک اور مذکورہ احادیث و آثار میں تضاد ظاہر ہے۔

قصر کی مدت کتنی ہے؟

(حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۴۴۳ سے [illegible] ۴۵۵ تک [illegible])

(۱) حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرما لیتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۵)

حضرت مجاہد کی ایسی حدیث ملاحظہ ہو کتاب الحجۃ امام محمد (ج ۱ ص ۱۶۷)

(۲) حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تم مسافر ہو اور اپنے جی میں کسی جگہ کو پندرہ دن ٹھہرنے کے لیے وطن بنا لو تو نماز پوری پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو (کہ کتنے دن ٹھہرنا ہے) تو قصر کرو۔ (کتاب الآثار ص ۳۹)

(۳) حضرت مجاہد حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کرلو تو پھر نماز پوری پڑھو۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۳۰۳)

(۴) حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی شہر میں آؤ اور اس میں پندرہ دن ٹھہرو تو نماز پوری پڑھو۔ (کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۱۷۰)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک مسافر اگر کسی مقام پر پندرہ یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلے تو پھر نماز پوری پڑھے گا قصر نہیں کرے گا اور اگر پندرہ دن سے کم کی نیت کی تو قصر کرے گا۔ (ہدایہ ص ۱۴۸ ج ۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مسافر جب کسی جگہ چار دن ٹھہرنے کی نیت کرلے تو قصر ختم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

”محدثین کے نزدیک بحکم حدیث تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز

ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ رہے گا''۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ۱/۲۰۱)

جائزہ:

مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ کسی جگہ پندرہ دن کی نیت اقامت کرنے سے نماز پوری پڑھی جائے گی اور قصر کا حکم اٹھ جائے گا، جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا اور اسی پر فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے پندرہ دن کی یہ تعیین کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں عقل و رائے کو دخل ہو یا ان حضرات نے اپنی طرف سے یہ تعیین کر لی ہو اس لیے یہی کہا جائے گا کہ ضرور ان حضرات نے سرکار دو عالم ﷺ سے سن کر یا آپ کے عمل کو دیکھ کر ہی یہ تعیین کی ہیں لہٰذا ان کے یہ فتاویٰ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوں گے، اسی طرح جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب بھی صحیح روایت کے مطابق اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

لیکن ان آثار کے خلاف غیر مقلدین پندرہ دن کے بجائے چار دن کی نیت اقامت کرنے پر قصر ختم ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے جبکہ چار روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر جائز نہیں رہے گا، ظاہر ہے ان کا یہ موقف مذکورہ آثار کے خلاف ہے۔

دوران سفر نماز میں قصر کرنا واجب ہے

(حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۴۲۶ تا ۴۲۷، طبع عشرین)

(۱)..... حضرت عیسیٰ بن حفص فرماتے ہیں کہ میرے والد حفص نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ رہا، آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، اور میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا وہ بھی ایسے ہی کرتے تھے۔ (بخاری، ۱/۱۴۹)

(۲)... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سفر میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ رہا

آپ نے نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا لیا، اور میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلا لیا، میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں، میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلا لیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک تمہارے لئے رسول پاک ﷺ کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے۔ (مسلم، ۲۴۲/۱)

(۳)... حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں جس نے سنت (یعنی اسی طریقہ) کو چھوڑا تحقیق اس نے کفر کیا۔ (رواہ ابن حزم سند صحیح، عمدۃ القاری ۱۳۳/۷)

(۴)... حضرت ابوالکنود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ دو رکعتیں ہیں جو آسمان سے اتری ہیں چاہو تو ان کو رد کر دو۔ (مجمع الزوائد ۱۵۳/۲)

(۵)..... حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نمر کے خواہرزادے فرماتے ہیں کہ نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر کی نماز میں اضافہ ہو گیا اور سفر کی نماز یونہی برقرار رکھی گئی۔ (مجمع الزوائد ۱۵۴/۲)

(۶)... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نماز ابتداءً دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں سفر کی نماز برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز پوری کر دی گئی۔ (بخاری، ۱۴۸/۱)

(۷)... حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے آیت کریمہ "لیس علیکم جناح... الآیۃ" کے بارے میں عرض کیا کہ اب تو لوگ امن میں ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا تمہیں عجیب لگی ہے وہ بات جو مجھے عجیب لگی تھی، میں نے رسول پاک ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہٰذا تم اس کے صدقے کو قبول کرو۔ (مسلم، ۲۴۱/۱)

(۸)... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفر کی نماز دو رکعات ہیں، جمعہ کی نماز دو رکعات

ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو دو رکعات ہیں جو پوری ہیں کم نہیں محمد ﷺ کی زبانی۔ (ابن ماجہ، ص۷۶، نسائی، ۱/۱۶۲)

(۹)...حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبانی حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی ہے۔ (مسلم، ۱/۲۴۱)

(۱۰)...حضرت موسیٰ بن سلمہ حذلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور میں نے امام کے ساتھ نماز نہ پڑھی ہو تو کیسے نماز پڑھوں، آپ نے فرمایا دو رکعتیں، یہی سنت ہے ابوالقاسم ﷺ کی۔ (مسلم، ۱/۲۴۱)

(۱۱)...حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ گئے اس حال میں کہ آپ سوائے رب العالمین کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور آپ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں۔ (ترمذی، ۱/۱۲۲)

(۱۲)...حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کیا ہے سب نے مدینہ طیبہ سے جاتے اور واپس مدینہ طیبہ آنے تک دو رکعتیں ہی پڑھیں سفر کے دوران بھی اور مکہ مکرمہ میں اقامت کے دوران بھی۔ (مجمع الزوائد، ۲/۱۵۶)

(۱۳)...حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم فلاں صاحب کے ساتھ سفر میں تھے انہوں نے ہمیں نماز پڑھانے سے انکار کیا بجز اس صورت کے کہ وہ چار چار رکعت پڑھائیں گے، رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ایسی صورت میں تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (الدرایہ الکبریٰ، ۱/۱۲۱)

(۱۴)...حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں وہ اپنی نماز لوٹائے۔ (معجم طبرانی کبیر، ۹/۲۸۹)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک دوران سفر نماز میں قصر کرنا صرف افضل نہیں بلکہ ضروری اور واجب ہے

اور یہ رخصت بھی نہیں عزیمت ہے، لہٰذا اگر کسی نے سفر میں قصر کے بجائے پوری نماز پڑھی تو اس نماز کا اعادہ کرنا اس پر واجب ہوگا۔ (ہدایہ ۱/۱۴۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک دوران سفر نماز میں قصر کرنا صرف افضل ہے واجب اور ضروری نہیں، لہٰذا کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے لکھا:

"سفر میں قصر کرنا افضل ہے جس نماز کے چار فرض ہوں وہ پڑھے جائیں صبح اور مغرب کی نماز قصر نہیں ہوں گی وہ بدستور دو اور تین رکعات پڑھی جائیں گی اگر کوئی پوری نماز ادا کرنا چاہے تو بھی درست ہے"۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۰۸)

☆ ..... نواب وحید الزمان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"زیادہ صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ قصر افضل ہے"۔ (نزل الابرار ۱/۱۲۸)

☆ ..... موصوف ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

"مسافر کیلئے چار رکعت والی نماز میں قصر کرنا افضل ہے اور اگر چار رکعات پوری پڑھے تو بھی جائز ہے"۔ (کنز الحقائق ص ۴۳)

☆ ..... مولانا خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ ایک مسئلہ ہے کہ کیا مسافر شخص نماز پوری پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا افضل کیا چیز ہے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ مسافر کو قصر کرنا افضل ہے ---- گویا کہ افضل اگرچہ مسافر کیلئے قصر ہے لیکن اتمام منع نہیں ہے خصوصاً جبکہ کوئی مصلحت درپیش ہو"۔

(صلوٰۃ النبی، ص ۲۸۷)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے معلوم ہو رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین نے ہمیشہ

سفر میں قصر ہی کیا ہے، نیز آپ نے سفر میں قصر نہ کرنے کو کفران نعمت اور قصر سے انکار کو گمراہی قرار دیا ہے، کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ نے دوران سفر نماز پوری پڑھی ہے، حضور ﷺ اور خلفاء راشدین کا دوران سفر نماز میں قصر پر بغیر ترک کے مواظبت فرمانا نیز اس کے ترک پر وعید فرمانا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دوران سفر قصر کرنا عزیمت اور واجب ہے، نیز آنحضرت ﷺ قصر کو اللہ تعالیٰ کا صدقہ قرار دے کر اس کے قبول کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ سفر کی نماز دو رکعت ہے، اللہ تعالیٰ نے سفر کی نماز دو رکعت ہی فرض کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سفر میں اگر کوئی چار رکعت پڑھ لے تو اس نماز کے دہرانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان سب باتوں سے یہی واضح ہوتا ہے کہ قصر افضل نہیں بلکہ واجب ہے۔

لیکن ان تمام باتوں کے برعکس حضرات غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ دوران سفر قصر کرنا صرف افضل ہے اگر کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے، حالانکہ حضور پاک ﷺ، خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے نقل سے قصر کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اتمام جائز نہیں چنانچہ یہاں بھی غیر مقلدین احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

﴿نماز قصر کے ساتھ سنتیں پڑھنی چاہیے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۴۳۸ ۔ تا ۔ ۴۴۸ طبع عشرین﴾

(۱) حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سفروں میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔ (ترمذی، ۱۲۳)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں نماز پڑھی ہے میں نے آپ کے ساتھ حضر میں ظہر کی چار رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، ایسے ہی عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا، مغرب کی نماز سفر و حضر میں برابر ہے، یہ کل تین رکعتیں ہیں

جو نہ کم ہوتی ہیں نہ بڑھتی ہیں اور یہ دن کے وتر ہیں، ان کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

(ترمذی ۱/۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایسی ہی حدیث ملاحظہ ہو: (طحاوی ۱/۲۸۵)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تمہیں گھوڑے دوڑاتے ہوئے پیچھے چار رہے ہوں۔ (مسند احمد ۲/۴۰۵، ابوداؤد ۱/۱۷۹)

(۴) حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ دوران سفر رات میں نفل فرما رہے تھے اپنی سواری کی پشت پر، وہ سواری آپ کو لے کر جس طرف کا بھی رخ کرتی۔ (بخاری ۱/۱۴۹، مسلم ۱/۲۴۴)

(۵) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فتح مکہ کے دن (غسل کے لئے) پانی منگوایا، ام ہانی اور ام سلیم رضی اللہ عنہما یعنی انس بن مالکؓ کی والدہ نے چادر سے پردہ کئے رکھا، پھر آپ (غسل کرکے) ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے اور چاشت کی چھ رکعتیں پڑھیں۔ (مجمع الزوائد ۲/۲۳۸)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول پاک ﷺ کیلئے فرض کی گئی ہیں حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت، پس جیسے نماز سے پہلے اور نماز کے بعد یہاں نفل پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نفل پڑھا کرتے ہیں۔ (طحاوی ۱/۲۸۷)

(۷) حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نوافل پڑھا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۴۳)

☆ ... امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اہل علم نے اس بات میں اختلاف کیا ہے، نبی اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ کا مذہب ہے کہ آدمی سفر میں نفل پڑھے، امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں اور اہل علم کی ایک جماعت نے نماز سے

پہلے اور بعد میں نفل پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھا اور مراد اس سے کہ جس نے سفر میں نفل نہیں پڑھے یہ ہے کہ اس نے رخصت کو قبول کیا اور جو کوئی نفل پڑھے تو اس کیلئے بہت ثواب ہے اور یہ قول اکثر اہل علم کا ہے وہ سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے اور پسند کرتے ہیں''۔ (ترمذی، ۱۲۳/۱)

☆ ... حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دوران سفر مطلق نوافل کے استحباب پر تو سب علماء کا اتفاق ہے البتہ سنن مؤکدہ کے بارے میں اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دوسروں نے تو انہیں چھوڑ دیا، امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور جمہور علماء ان کے پڑھنے کو مستحب جانتے ہیں''۔

(نووی شرح مسلم، ۲۴۲/۱)

☆ ... علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے دوران سفر نوافل پڑھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ کے صحابہ کرامؓ سفر کرتے تھے تو فرض نماز سے پہلے اور بعد میں نفل بھی پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے''۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ۱۳۰/۱)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک مسافر کو حالت اطمینان میں جب کوئی تشویش اور جلدی نہ ہو تو فرض نمازوں میں قصر کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرنی چاہئیں، کیونکہ حضور پاک ﷺ اور صحابہ کرام دوران سفر فرائض کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرلیا کرتے تھے۔

مسلک اہل حدیث:

مذکورہ مسئلہ میں غیر مقلدین بغیر کسی تفصیل کے اس بات کے قائل ہیں کہ دوران سفر سنتیں معاف ہیں اس لئے ان کا نہ پڑھنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ سفر میں سنتیں نفل سب معاف ہیں"۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۴)

☆ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اور مسافر کیلئے سنن مؤکدہ کا پڑھنا مسنون نہیں ہے سوائے فجر اور وتر کے اور اگر کوئی پڑھ لے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں تاہم اولیٰ و بہتر نہ پڑھنا ہی ہے"۔ (نزل الابرار، ار ۱۵۰)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر کو حالت اطمینان میں قصر کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرنی چاہئیں، کیونکہ حضور سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا سفر میں یہی معمول تھا، چنانچہ حضرت عامر بن ربیعہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہما کی احادیث سے آپ کا دوران سفر تہجد اور چاشت کی نماز پڑھنا ثابت ہو رہا ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے بیان سے ثابت ہو رہا ہے کہ عام صحابہ کرامؓ کا معمول سفر میں نوافل پڑھنے کا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عام ضابطہ ذکر فرمایا کہ جیسے حضر میں فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل پڑھے جائیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم مسافرت میں سنن و نوافل ادا کر لیا کرتے تھے، حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق عام اہل علم اور امام نووی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جمہور علماء اس کے قائل ہیں کہ مسافرت کی حالت میں سنن و نوافل پڑھنے چاہئیں۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کے برعکس حضرات غیر مقلدین اس بات کے

قائل ہیں کہ دوران سفر سنتیں معاف ہیں ان کا نہ پڑھنا اولی اور بہتر ہے، چنانچہ یہ لوگ دوران سفر سنن ونوافل چھوڑ دیتے ہیں اور اگر کوئی پڑھے تو اس سے الجھتے ہیں اور اسے روک کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث سے ثابت نہیں، حالانکہ ان کا یہ طرز عمل مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۳۸۷.....تا.....۳۹۷، طبع عشرین﴾

(۱) ..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مقام قباء میں قبیلہ) بنو عمرو بن عوف کے یہاں نزول اجلال فرمایا اور یہ ماہ ربیع الاول کے پیر کا دن تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے، انصار میں سے جو بھی آتا جس نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کو دھوپ لگنے لگی، حضرت ابوبکرؓ اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنی چادر سے آپ پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔ رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں دس رات سے کچھ اوپر (حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق چودہ رات) قیام فرمارہے تھے، اور آپ نے وہاں اس مسجد (مسجد قباء) کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ اس میں نماز پڑھتے رہے پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ چلنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے پاس آکر بیٹھ گئی، اس جگہ اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ جگہ دو یتیم بچوں سہیل اور سہل جو اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے ان کی کھجوریں خشک کرنے کی جگہ تھی، جس وقت آپ کی سواری آپ کو لے کر اس جگہ بیٹھی تو آپ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہوگی، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اس جگہ کا ان سے بھاؤ کرنے لگے تاکہ آپ وہاں مسجد بنائیں، وہ دونوں بچے کہنے لگے ہم آپ کو یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہبہ کو قبول کرنے سے انکار فرمایا اور ان سے وہ جگہ خرید لی پھر وہاں مسجد بنائی۔ (بخاری، ۱/۵۵۵)

(۲)... حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کے حج کے سلسلہ میں ایک لمبی حدیث میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں تشریف لائے تو آپ نے ایک قبہ دیکھا جو آپ کے لئے دھاری دار چادر سے بنایا گیا تھا، آپ اس میں تشریف فرما ہو گئے حتیٰ کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے (اپنی اونٹنی) قصویٰ کے لانے کا حکم دیا چنانچہ وہ کجاوہ ڈال کر حاضر کر دی گئی، آپ نے بطن وادی پہنچ کر لوگوں سے خطاب فرمایا پھر حضرت بلالؓ نے اذان کہی، پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی (حضرت بلالؓ نے) پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔ (مسلم ۱/۳۹۷)

(۳)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باہر کے لوگ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اپنی اپنی منازل اور عوالی سے نوبت بہ نوبت یعنی باری باری آتے تھے۔ (بخاری ۱/۱۲۳)

(۴)..... حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے کے بعد سب سے پہلے بحرین کے ایک شہر جواثی میں عبد القیس کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔ (بخاری ۱/۱۲۲)

(۵)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے قصر سے بمقام زاویہ جو بصرہ شہر سے چھ میل دور تھا رہتے تھے کبھی وہ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ (ایضاً ص ۱۲۳)

(۶) حضرت ابو البختریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ جمعہ پڑھنے کے لیے زاویہ سے تشریف لاتے جو بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۰۲)

(۷)۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جس پر جمعہ واجب ہے اسی پر غسل ہے اور جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ پڑھ کر گھر واپس آ سکتا ہو۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۲/۴۶۵)

(۸) حضرت ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر میں حاضر ہوا عید کی نماز پڑھنے کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ، آپ تشریف لائے نماز پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا اس دن تمہاری دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں ہیں، اہل عوالی میں سے جو چاہے کہ وہ جمعہ کی نماز کا انتظار کرے تو وہ کرے اور جو یہ چاہے کہ واپس چلا جائے تو میری طرف سے اسے اجازت ہے۔ (موطا امام مالک ص ۱۶۵)

(۹) حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے جمعہ اور تشریق (عید) مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۶۸)

یہی حدیث ملاحظہ ہو (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۴/ ۳۴۲)

(۱۰)..... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل قریہ (گاؤں اور دیہات والوں) پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ شہر والوں پر ہی ہے جیسے شہر مدائن۔ (ایضاً)

(۱۱)..... امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما مقام شجرہ میں ہوتے تھے چھ میل سے کم فاصلہ پر، وہ کبھی تو جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور کبھی جمعہ چھوڑ دیتے تھے اور یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ ان دونوں حضرات میں سے کوئی مقام عقیق پر ہوتا تھا تو کبھی وہ جمعہ چھوڑ بھی دیتا تھا اور کبھی جمعہ کے لیے حاضر بھی ہوتا تھا۔ اور روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ طائف سے دو میل کے فاصلے پر تھے وہ کبھی جمعہ کے لیے تشریف لاتے تھے اور کبھی جمعہ چھوڑ دیتے تھے۔ (کتاب الام ۱/ ۱۹۲)

(۱۲)..... حضرت ہشام، حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا جمعہ شہروں ہی میں ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۰۱)

(۱۳)..... حضرت ابوبکر بن محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے ذوالحلیفہ والوں کو پیغام بھیجا کہ تم وہاں جمعہ قائم نہ کرو بلکہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آ کر جمعہ پڑھو۔ (ایضاً)

(۱۴)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین لشکروں میں جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔ (ایضاً)

(۱۵)..... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے جمعہ اور تشریق (عید) مگر بڑے شہر میں۔ (ایضاً)

(۱۶)..... حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کو بھی یہی فرماتے سنا ہے (کہ جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے مگر بڑے شہر میں)۔ (ایضاً)

مسلک احناف:

احناف کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے لیے بڑے شہر کا ہونا شرط ہے، چھوٹی بستی یا چھوٹے گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں جائز نہیں ہیں۔ (ہدایہ ۱/ ۱۷۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے اور گاؤں میں جمعہ روکنے والے گنہگار ہیں، اس کا خمیازہ آخرت میں ان کو بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے جو لوگ گاؤں والوں پر ساقط کرتے ہیں وہ اللہ کے فرض سے لوگوں کو روک رہے ہیں اس کا خمیازہ آخرت میں ان کو بھگتنا پڑے گا۔'' (دستور المتقی ص ۱۵۹)

☆.....حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سے ثابت ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے، اگر لوگ گاؤں میں جمعہ نہ پڑھیں گے تو گنہگار رہوں گے۔'' (صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۹)

☆.....میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ جمعہ پڑھنے کے لیے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ شرعی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں اور خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں۔'' (فتاویٰ نذیریہ ۱/ ۵۷۷)

جائزہ:

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز بڑے شہر ہی میں جائز ہے چھوٹی بستی یا چھوٹے گاؤں میں جائز نہیں کیونکہ پہلی حدیث..... سے ثابت ہو رہا ہے کہ سر

کاررو عالم ﷺ مکہ سے ہجرت فرمانے کے بعد مقام قباء(جو کہ مدینہ طیبہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے) پہنچے اور وہاں مسجد کی بناء ڈالی تو آپ نے وہاں پر حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق چودہ شب قیام فرمایا۔ اس قیام کے دوران دو جمعے آپ پر آئے مگر آپ نے نماز جمعہ ادا نہیں فرمائی باوجودیکہ نماز جمعہ فرض ہو چکی تھی، اگر آپ مسافر تھے تو قباء والے تو مسافر نہیں تھے ان کو جمعہ پڑھنے کا حکم تو دے دیتے۔ اور بالفرض قباء والوں پر نماز جمعہ اگر فرض تھی تو آپ قباء میں نماز جمعہ ضرور قائم فرماتے (کیونکہ مسافر کے لیے جمعہ پڑھنا جائز ہے) لیکن نہ آپ نے خود جمعہ قائم فرمایا نہ قباء والوں کو حکم دیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قباء میں نماز جمعہ درست ہی نہ تھی (کیونکہ قباء آبادی سے دور واقع تھی) اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں والوں پر نماز جمعہ فرض ہی نہیں ہے۔

دوسری حدیث...... سے ثابت ہو رہا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کی نویں تاریخ کو مقام عرفات میں وقوف فرمایا تو وہاں آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی حالانکہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ یہ دن جمعہ کا دن تھا ملاحظہ ہو: معرفۃ السنن والآثار (۲/۳۳۳)۔ اہل مکہ پر نماز جمعہ فرض ہونے کے باوجود انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھی، اس لیے کہ غیر آبادی کی وجہ سے مقام عرفات نماز جمعہ کا محل ہی نہ تھا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل قریہ پر نماز جمعہ فرض نہیں۔

تیسری حدیث...... سے ثابت ہو رہا ہے کہ اہل عوالی جمعہ میں شریک ہونے کے لیے مدینہ طیبہ میں باریاں مقرر کر کے آتے تھے، لیکن اپنے ہاں عوالی میں جمعہ نہ کرواتے، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ چوتھی حدیث...... سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کے شہر جواثا میں قائم ہوا، اور یہ جمعہ ہجرت کے آٹھ سال بعد قائم ہوا ہے، حالانکہ اتنی مدت میں سینکڑوں اہل عوالی واہل قریہ مسلمان ہو چکے تھے، اسلام دور دراز کی بستیوں تک پہنچ چکا تھا لیکن پھر بھی مسجد نبوی کے سوا کسی اور جگہ نماز جمعہ نہیں ہوئی یہاں تک کہ موضع قباء جو مدینہ طیبہ سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا، جہاں سرکار دو عالم ﷺ ہر ہفتہ تشریف لے جاتے

تھے، جس کی بنیاد خود آپ نے رکھی، جس کی شان میں قرآن مجید میں "اسس علی التقوی" وارد ہوا، ایسی متبرک مسجد میں بھی سرکار دو عالم ﷺ نے جمعہ قائم نہیں فرمایا۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قبا وغیرہ مقامات میں جمعہ نہ ہونا بلکہ مسجد نبوی کے بعد جواثا میں ہجرت کے آٹھ سال بعد پہلا جمعہ قائم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مواضع اقامت جمعہ کے محل نہ تھے اور چھوٹی بستیوں اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔

پانچویں اور چھٹی حدیث ... سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت انسؓ شہر بصرہ سے چھ میل دور زاویہ نامی بستی میں رہتے تھے، جب آپ نے جمعہ پڑھنا ہوتا تو وہاں سے بصرہ تشریف لا کر جمعہ ادا فرماتے تھے اور اگر آپ وہیں رہتے تو جمعہ ادا نہ فرماتے۔ یہ بھی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ ساتویں حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس شخص پر جو شہر سے اتنی دور رہتا ہو کہ شام تک گھر واپس نہ آسکے جمعہ فرض نہیں، اس سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر جگہ ہر مقام پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ آٹھویں حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عید کی نماز کے بعد لوگوں کو اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے تو جمعہ کا انتظار کرے اور جس کا جی چاہے تو گھر واپس چلا جائے۔ ظاہر ہے اس کی وجہ یہی تھی کہ اہل بادیہ ہونے کی وجہ سے ان پر نماز جمعہ فرض نہ تھی اس لیے آپ نے انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی۔

حدیث نمبر ۹۔۱۰۔۱۲۔۱۵۔۱۶ ... سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، کیونکہ اگر جائز ہوتا تو خلیفہ راشد حضرت علیؓ، جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور اجلہ تابعین حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ جمعہ صرف شہر ہی میں ہو سکتا ہے کیونکہ کسی جگہ نماز کا ہونا یا نہ ہونا یہ ایسا امر نہیں کہ جس میں اپنی رائے وقیاس کو دخل ہو، ضرور ان حضرات تک سرکار دو عالم ﷺ سے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت پہنچی ہوگی جس کی وجہ سے ان حضرات نے یہ بات کہی۔

حدیث نمبر ۱۱ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت سعید بن زید، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم جب شہر سے باہر گاؤں دیہات میں ہوتے تھے تو اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر آ کر جمعہ پڑھتے ورنہ اپنے مستقر پر رہتے اور جمعہ نہ پڑھتے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بادیہ پر جمعہ فرض ہے اور نہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز ہے ورنہ یہ حضرات جمعہ کروا لیتے۔ حدیث نمبر ۱۳ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابو بکر بن محمد کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہیں اس لیے وہ اہل ذوالحلیفہ کو مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ذوالحلیفہ میں جمعہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ حدیث نمبر ۱۴ سے ثابت ہو رہا ہے کہ دور صحابہ و تابعین میں فوجی لشکروں میں جو کہ عموماً شہر سے باہر ہوتے ہیں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ ہر جگہ فرض نہیں ورنہ یہ لوگ جہاں ہوتے وہیں جمعہ کروا لیتے۔

یہ وہ تصریحات ہیں جن کے پیش نظر فقہاء کرام نے اقامت جمعہ کے لیے مصر (شہر) کی شرط لگائی، یہ فقہاء کی اپنی اختراع نہیں بلکہ مذکورہ احادیث و آثار ہیں جن کی بناء پر یہ شرط لگانا ناگزیر ہے۔ دوسری طرف ان تمام احادیث و آثار کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ گاؤں میں جمعہ فرض ہے خواہ گاؤں چھوٹا ہو یا بڑا، اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے والے گنہگار ہیں اس کا خمیازہ ان کو آخرت میں بھگتنا پڑے گا ظاہر ہے غیر مقلدین کا یہ مسلک مذکورہ تمام احادیث و آثار کے خلاف ہے۔

﴿جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۷۶۳ تا ۷۸۰، طبع عشرین﴾

☆ یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ واذکروا اللّٰہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ (القرآن ۶۲/۹،۱۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف

لیکو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ، اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔ (آسان ترجمہ قرآن (۳/۱۷۳۵) مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

(۱) ...حضرت سعید بن العاص کی آل کے ایک مولی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ وہ بستیاں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان میں ہیں ان میں جمعہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر کوئی ان پر امیر مقرر ہو تو وہ انہیں جمعہ پڑھا دے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۳/۳۲۲)

(۲)..... حضرت جعفر بن برقان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت عدی بن عدی کو لکھا کہ ایسی بستیوں والے جو ستونوں والے نہ ہوں جو منتقل ہوتے رہتے ہیں تو آپ ان پر ایک امیر مقرر کر دیجئے جو انہیں جمعہ پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۰۲، معرفۃ السنن والآثار ۳/۳۲۲)

(۳)..... حضرت ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اقامت جمعہ کے بارے میں سوال سے متعلق خط لکھا جن دنوں آپ بحرین میں عامل تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم جہاں بھی ہو جمعہ قائم کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ بحوالہ معرفۃ السنن والآثار ۳/۳۲۳)

(۴)... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ایک دن خطبہ دیا تو فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے میری اس جگہ میں اس گھڑی میں میرے اس مہینے میں اس سال میں قیامت تک کے لیے، جس نے بلا عذر جمعہ چھوڑا امام عادل یا امام جائر (ظالم) کے ہوتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اسے دلجمعی اور استحکام نصیب نہ فرمائے اور اس کے کاروبار میں برکت نہ ہو۔ خبردار ایسے شخص کی نماز قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا حج قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کی کوئی نیکی قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا کوئی صدقہ قبول نہیں۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۹۹)

(۵) ....حضرت قاسم بن ولید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جمعہ (کی نماز) جائز نہیں ہے مگر امام کے ساتھ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۰۵)

(۶)۔۔۔حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں بادشاہ کے ذمہ ہیں زکوٰۃ (کی وصولی)، نماز (جمعہ) کی اقامت، حدود کی اقامت اور قضاء۔ (ایضا ۹؍۵۵۴)

(۷)۔۔۔حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ کے ذمہ ہے زکوٰۃ کی وصولی، جمعہ کی اقامت اور حدود کی اقامت۔ (ایضا)

(۸)۔۔۔حضرت طارق بن شہابؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں۔ (ابوداؤد ۱؍۱۵۳)

(۹)۔۔۔حضرت ام عبداللہ دوسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ واجب ہے ہر قریہ والوں پر اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ ہوں اور قریہ سے مراد شہر ہے۔ (دارقطنی ۲؍۷)

(۱۰)۔۔۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے خطبہ پالیا تو جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور جس نے خطبہ نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار رکعتیں پڑھے اور جس نے رکوع نہیں پایا وہ سجدہ کو شمار میں نہ لائے یہاں تک کہ رکوع کو پالے۔ (معجم طبرانی کبیر ۹؍۳۰۹)

(۱۱)۔۔۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار رکعتیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲؍۱۲۸، مصنف عبدالرزاق ۳؍۲۳۷)

(۱۲)۔۔۔حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جمعہ خطبہ کے بغیر جائز نہیں ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پائے وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱؍۱۵۸)

☆۔۔۔حضرت ابوبکر بن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنت یونہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کا نائب اس کے حکم سے۔۔۔۔۔ حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ قائم کرے جمعہ مگر وہی جو حدود قائم کرتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں سلطان کے ذمہ ہیں اقامت حدود، اقامت جمعہ اور زکوٰۃ کی وصولی، چوتھی بات راوی بھول گیا، حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ جائز نہیں ہوتا مگر امیر اور خطبہ کے ساتھ۔

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ابن المنذر ۴/۱۱۳)

☆…… حضرت محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ فرماتے ہیں:

''فقہاء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جمعہ کے انعقاد کے لیے دونوں خطبے شرط ہیں پس جمعہ صحیح نہیں ہوگا یہاں تک کہ دو خطبے اس پر مقدم نہ کرے۔'' (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ، ص ۴۰)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز جمعہ اور عام نمازوں میں فرق ہے، نماز جمعہ کے لیے چند شرائط ہیں جن کے بغیر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، مثلاً بڑے شہر کا ہونا، امیر یا اس کے نائب کا ہونا، جماعت کا ہونا اور نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنا وغیرہ اقامت جمعہ کی شرائط میں سے ہیں۔ (ہدایہ ۱/۱۶۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں، فقہاء کرام جو جمعہ کی شرطیں عائد کرتے ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں اور یہ سب بے کار ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں:

''جمعہ کی نماز دوسری نمازوں ہی کی طرح ہے ان کے خلاف نہیں ہے (یعنی اس میں اور دوسری نمازوں میں فرق نہیں ہے)۔'' (الدرر البہیۃ مع شرح الروضۃ الندیۃ ۱/۱۳۴)

☆…… نواب صدیق حسن خان صاحب اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

''جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے مخالف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے مخالف ہونے پر دلالت کرے، اور اس کلام میں اشارہ ہے اس کی تردید کی طرف جو یہ کہا گیا ہے کہ وجوب جمعہ کی شرط ہے امام اعظم (امیر یا اس کے نائب) کا ہونا، مصر جامع اور مخصوص عدد کا ہونا، کیونکہ یہ شرطیں ایسی ہیں کہ کوئی دلیل ایسی نہیں ہے کہ وہ ان کے مستحب ہونے کا

فائدہ دے، چہ جائیکہ واجب ہونے کا، چہ جائیکہ شرط ہونے کا، بلکہ اگر دو آدمیوں نے کسی ایسی جگہ جمعہ کی جماعت کرلی جہاں ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا تو انہوں نے وہی کیا جو ان پر واجب تھا ان میں سے اگر ایک نے خطبہ دے لیا تو دونوں نے سنت پر عمل کرلیا اور کسی نے بھی خطبہ نہ دیا تو بھی کیا ہے کہ خطبہ فقط سنت ہی ہے اور اگر طارق بن شہابؓ کی وہ حدیث نہ ہوتی جو قریب ہی گذری جس سے ہر مسلمان پر جمعہ کا وجوب جماعت کے ساتھ مقید ہوتا اور حضور علیہ السلام کا اپنے زمانہ میں بغیر جماعت کے قائم نہ کرنا معلوم ہوتا ہے... تو نماز جمعہ کا دیگر نمازوں کی طرح اکیلے پڑھ لینا جائز ہوتا۔" (الروضۃ الندیۃ ۱/۱۳۴)

☆..... جناب نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

"امام، مصر جامع، مسجد جامع، حمام اور چار افراد یا اس سے زیادہ چالیس افراد کے حاضر ہونے کی شرط لگانا اور اس کے علاوہ دوسری شرطیں لگانا کہ جن کے ذکر میں اہل فقہ مصروف ہیں، خرافہ کی بات سے زیادہ نہیں (یعنی بے کار باتیں ہیں)۔ اور اس عبادت میں کثرت سے تعینات کا ہونا اور ان شرطوں میں مذاہب (فقہیہ) کا کثیر ہونا یہ سب اوپر سے گر کر مر جانے والے جانور اور درندہ کے کھائے ہوئے جانور کے درمیان جمع کرنے کے قبیل سے ہے اور ان شرائط کا اعتبار کرنا بلا دلیل ہے قرآن وسنت، شرع وعقل اور عرف ان میں سے کوئی دلیل ان پر نہیں، جمعہ کی نماز دو آدمیوں کے لیے بھی جائز ہے ایک امام ہو جائے دوسرا مقتدی اور خطبہ سنت ہے، واجب اور صحت جمعہ کی شرط نہیں۔" (عرف جادی ص ۱۳۱)

☆..... جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار صاحب رقمطراز ہیں:

"اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں جو برادران احناف نے لگائی ہیں وہ سب بے دلیل ہیں اور جمعہ کی نماز اور نمازوں کی طرح ہے، صرف جماعت کی بس

میں شرط ہے یعنی امام کے سوا کم از کم ایک آدمی اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا۔" (فتاویٰ ستاریہ ۱/۷۵)

جائزہ:

مذکورہ آیات کریمہ، احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی نماز اور عام نمازوں میں فرق ہے، انعقاد جمعہ کے لیے چند شرطیں ہیں جن کے بغیر جمعہ جائز نہیں، وہ شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ......اقامت جمعہ کے لیے مصر جامع یعنی بڑے شہر کا ہونا شرط ہے، گاؤں اور دیہات میں جمعہ جائز نہیں، کیونکہ سورۂ جمعہ کی مذکورہ آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ شہر والوں ہی کے واسطے ہے جس میں اذان کے وقت خرید و فروخت چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور خرید و فروخت یعنی تجارت شہر ہی میں ہوتی ہے۔ پس جب آیات (جمعہ) کے مخاطب اہل شہر ہیں تو جمعہ کی نماز کے لیے شہر کا ہونا بھی ضروری ہوگا (اس سے متعلق احادیث پیچھے گذر چکی ہیں)۔

☆ ....اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کے نائب کا ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ سرور عالم ﷺ نے امام یعنی امیر کے ہوتے ہوئے جمعہ نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں فرق ہے، کیونکہ جمعہ کے ترک پر وعید اس وقت ہے جبکہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کا نائب موجود ہو اور دیگر نمازوں کے ترک پر وعید ہر حال میں ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اقامت جمعہ کے لیے امام یا اس کے نائب کا ہونا شرط ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۴ سے ظاہر ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان واقع بستیوں میں اقامت جمعہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے اسے امیر کی شرط سے مشروط فرمایا جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت عدی بن عدیؒ کو اہل قریہ پر امیر مقرر کرنے کا حکم دیا جو انہیں جمعہ پڑھائے، حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرین کے عامل (گورنر) تھے، ان کے باوجود آپ نے حضرت عمرؓ سے اقامت جمعہ کی اجازت

چاہی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم بحیثیت امیر جہاں چاہو جمعہ قائم کر سکتے ہو، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن امام کے بغیر جمعہ جائز نہیں، حضرت حسن بصریؒ اور حضرت عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ اقامت جمعہ، اقامت حدود اور زکوٰۃ کی وصولی وغیرہ یہ سب سلطان وقت کے ذمہ ہیں، حضرت سلیمان بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ وہی قائم کر سکتا ہے جو حدود قائم کرتا ہے، حضرت حبیب بن ثابتؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ امیر اور خطبہ کے بغیر جائز نہیں۔ اس پوری تفصیل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کے نائب کا ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر بن منذرؒ فرماتے ہیں کہ "سنت یونہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کی اجازت سے اس کا نائب۔"

☆......اقامت جمعہ کے لیے جماعت کا ہونا بھی شرط ہے جماعت کے بغیر جمعہ جائز نہیں اور جماعت میں امام کے سوا تین افراد کا ہونا ضروری ہے اس کے بغیر جماعت متصور نہ ہو گی، اقامت جمعہ کے لیے جماعت کی شرط مذکورہ آیت سے مستفاد ہو رہی ہے کیونکہ اس میں جمعہ کی با جماعت ادائیگی کا ہی ذکر ہے۔ جبکہ سرکار دو عالم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا کہ جمعہ حق اور واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں، اس کے علاوہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سرکار دو عالم ﷺ، خلفاء راشدین، صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی بغیر جماعت کے جمعہ پڑھا ہو۔ ان تمام باتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے، اور اس پر اجماع امت بھی ہے۔ چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "میں کہتا ہوں کہ جماعت جمعہ کی شرائط میں سے ہے اس لیے کہ جمعہ جماعت سے مشتق ہے، اور امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ منفرد کا جمعہ پڑھنا صحیح نہیں سوائے اس کے جو ابن حزم نے محلیٰ میں بعض لوگوں سے ذکر کیا ہے کہ منفرد ظہر کی طرح جمعہ پڑھ سکتا ہے۔" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ۳: ۳۴۳)

جمعہ کی جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین افراد کا ہونا بھی مذکورہ آیت سے مستفاد ہو رہا

ہے کیونکہ اس میں ذکر اللہ یعنی خطبہ کی طرف سعی کرنے کا حکم بصیغہ جمع ہے، اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے، اس لیے جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین افراد ہونے چاہئیں۔ اور یہ حکم مذکورہ حدیث نمبر ۱۰ سے بھی ثابت ہو رہا ہے جس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ واجب ہے ہر قریہ والوں پر اگر چہ ان میں چار ہی آدمی ہوں۔

☆...۱۱ اقامت جمعہ کے لیے خطبہ پڑھنا بھی شرط ہے خطبہ کے بغیر جمعہ جائز نہیں، یہ شرط بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان "فاسعوا الی ذکر اللّٰہ" سے مستفاد ہو رہی ہے، کیونکہ اس میں بالاتفاق سب کے نزدیک ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے، نیز کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سرکار دو عالم ﷺ، خلفاء راشدین یا صحابہ کرام نے بغیر خطبہ کے کبھی جمعہ پڑھا ہو، اور حضرت عمر فاروقؓ کا یہ فرمانا کہ خطبہ جمعہ دو رکعتوں کی جگہ ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پائے وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فرمانا کہ جس نے خطبہ پالیا وہ دو رکعت پڑھے اور جس نے نہیں پایا وہ چار پڑھے، اور حضرت ابن شہاب زہریؒ کا یہ فرمانا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ ہوتا ہی نہیں لہٰذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً: حقیقتاً خطبہ نہ پانے سے مراد یہ ہے کہ نفس خطبہ فوت ہو جائے اور حکماً خطبہ نہ پانے سے مراد یہ ہے کہ جماعت بھی فوت ہو جائے، جماعت کو پانے والا حکماً خطبہ کو پانے والا شمار ہوگا) وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے، ان تمام امور سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے۔ اور خطبہ کے شرط ہونے پر اجماع امت بھی ہے جیسا کہ حضرت محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ کے بیان سے معلوم ہوا، جبکہ مذکورہ سارے شرائط پر تقریباً تیرہ سو سال سے امت کا توارث اور تعامل بھی چلا آرہا ہے۔

لیکن مذکورہ آیات کریمہ، احادیث و آثار اور امت کے توارث و تعامل اور اجماع امت کے برعکس غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ کی نماز دیگر نمازوں سے مختلف نہیں ہے، جمعہ کی نماز کے لیے جماعت کی شرط کے علاوہ باقی شرائط کو اتنے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے بھی بے دلیل قرار دے رہے ہیں اور ان کو حدیث خرافہ اور مردار جانوروں کو جمع کرنے سے تشبیہ دیتے ہیں، ظاہر ہے

غیر مقلدین کا یہ مسلک مذکورہ تمام احادیث وآثار اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

جمعہ اور ظہر دونوں نمازوں کا وقت ایک ہی ہے

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۷۸۱ ...... تا ...... ۷۸۵ طبع عشرین﴾

(۱)...... حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔ (بخاری ۱/۱۲۳)

(۲)...... حضرت سلمہ بن اکوعؓ کے صاحبزادے ایاس رحمہ اللہ اپنے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ ادا کرتے جبکہ سورج ڈھل جاتا، پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔ (مسلم ۱/۲۸۳)

یہی حدیث حضرت جابرؓ کی روایت سے ملاحظہ ہو معجم طبرانی اوسط بحوالہ التلخیص الحبیر (۲/۵۹)۔

(۳)...... حضرت مالک بن ابی عامرؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی چادر کو دیکھا کرتا تھا جو مسجد کی مغربی دیوار پر ڈالی جاتی تھی، جب پوری چادر کو دیوار کا سایہ ڈھانپ لیتا تو حضرت عمر بن خطابؓ تشریف لاتے اور جمعہ پڑھاتے۔ مالک بن ابی عامرؒ کہتے ہیں کہ پھر ہم جمعہ کے بعد لوٹتے اور دوپہر کا قیلولہ کرتے۔ (موطا امام مالک صہ ۶)

(۴)...... حضرت ابو العمیس عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۰۸)

(۵)...... حضرت سماک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جمعہ سورج ڈھل جانے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (ایضاً)

(۶)...... حضرت ولیدؒ بن عیزار فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کی نماز بہترین طریقہ سے پڑھانے والا کوئی امام حضرت عمرو بن حریثؓ سے بڑھ کر نہیں دیکھا، آپ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔ (ایضاً ص ۱۰۹)

(۷)...... حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے۔ (ایضاً ص ۱۰۸)

(۸)...حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔ (ایضاً ص۱۰۹)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک جمعہ کی نماز کا اصل وقت وہ ہے جو ظہر کی نماز کا وقت ہے اور ظہر کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے، یعنی جمعہ اور ظہر دونوں نمازوں کا وقت ایک ہی ہے، اگر کسی نے زوال سے پہلے جمعہ پڑھا تو اس کا جمعہ نہیں ہوگا۔ (ہدایہ ۱/۱۷۸۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے، اور ان میں سے بعض کہہ رہے ہیں کہ جمعہ کا وقت تو سورج کے نیزہ بھر بلند ہو جانے سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

> "اور تحقیق ایسی حدیث بھی آئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے جائز ہے (کچھ آگے چل کر آپ نے جمعہ کے زوال سے پہلے جائز ہونے کو حق قرار دیا ہے)۔" (الروضۃ الندیہ ۱/۱۳۷)

☆.....نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

> "نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے البتہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔"
> (العرف الجادی فی شرح الرسول ص۲۸)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> "جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب کہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو جائے (یعنی عید کی نماز کے اول وقت سے) اور ظہر کے اخیر وقت تک رہتا ہے۔" (نزل الابرار ۱/۱۵۰)

جائزہ:

اوپر ذکر کردہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے کیونکہ

سرکار دو عالم ﷺ، خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے جلیل القدر تابعین حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے جمعہ کا وقت بتانے کے لیے اس طرح باب قائم کیا ہے "باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس و كذالك يذكر عن عمر و علي والنعمان بن بشير و عمرو بن حريث" (یعنی جمعہ کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور ایسے ہی ذکر کیا جاتا ہے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے)، ان چاروں بزرگوں کی روایات اوپر ذکر کر دی گئی ہیں۔ انہیں احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا وقت ہے لہٰذا اگر کوئی جمعہ ظہر کے وقت یعنی زوال سے پہلے پڑھے گا تو اس کا جمعہ نہیں ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز زوال سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے اور بعض اسے عید کی نماز سے ملادیتے ہیں کہ عید کی نماز کے اول وقت سے شروع ہوکر ظہر کے آخیر وقت تک رہتا ہے، جبکہ ان کا یہ موقف مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

اذان جمعہ منبر کے قریب اور خطبہ عربی زبان میں دینا ضروری ہے

(حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۷۹۰..... تا ..... ۸۰۶، طبع عشرین)

(۱)..... حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرماتے تو حضرت بلالؓ اذان دیتے، پھر جب آپ منبر سے نیچے تشریف لاتے تو اقامت کہتے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی اسی طرح ہوتا تھا۔

(نسائی، ۱/۱۵۷، مسند احمد ۳/۴۴۹)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دو خطبے دیتے تھے جب آپ منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور (پہلا) خطبہ ارشاد فرماتے اور کوئی کلام نہ کرتے، پھر کھڑے ہوکر (دوسرا) خطبہ ارشاد

فرماتے۔ (ابوداؤد ۱/۱۵۶)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے، پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہوتے جیسا کہ تم اب کرتے ہو۔ (بخاری ۱/۱۲۵، مسلم ۱/۲۸۳)

(۴)۔۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔ (بخاری ۱/۱۲۷)

(۵)۔۔۔۔حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو خطبے ہوتے تھے دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے، ان میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے۔ (مسلم ۱/۲۸۳)

(۶)۔۔۔۔حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمارؓ نے ہمیں خطبہ دیا تو بہت مختصر اور انتہائی بلیغ خطبہ دیا، جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا اے ابوالیقظان آپ نے نہایت بلیغ اور مختصر خطبہ دیا اگر آپ اسے ذرا طویل کرتے تو اچھا ہوتا، حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمی کا نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے سو تم نماز کو لمبا کرو اور خطبہ کو مختصر، اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ (ایضاص ۲۸۶)

(۷)۔۔۔حضرت ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابتداءً منبر پر تشریف فرماتے، پھر جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے یہاں تک کہ جب خطبہ پورا فرمالیتے تو استغفر اللہ کہتے اور نیچے تشریف لاکر نماز پڑھاتے۔ حضرت ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھڑے ہوتے تھے تو لاٹھی پکڑ کر اس پر ٹیک لگاتے تھے اس حال میں کہ آپ منبر پر کھڑے ہوتے، پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (مراسیل ابوداؤد مع سنن ابی داؤد ص ۷)

(۸)۔۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۲۸، مصنف عبدالرزاق ۳/۲۳۷)

(۹)۔۔۔حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو خطبے کی وجہ سے کم کی گئیں۔

(المدونۃ الکبریٰ:۱/۱۵۸)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے دینا مسنون ہے، اور جمعہ کے دونوں خطبے عربی زبان میں دینا ضروری ہے، عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (ہدایہ ۱/۱۸۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کے لیے کوئی جگہ متعین نہیں ہے، اور اس اذان کو منبر کے نزدیک کہلوانا خلاف سنت بلکہ بدعت ہے، اور خطبہ جمعہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے ترجمان الاعتصام کے مفتی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ اذان وقت خطبہ دروازہ مسجد یا امام کے سامنے کسی بلند جگہ پر کہلوانی چاہیے، جیسے اور اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہیں ویسے یہ اذان بھی کہلانا چاہیے، منبر کے نزدیک اس اذان کو کہلانا خلاف سنت ہے بلکہ بدعت ہے۔" (فتاویٰ علماء حدیث ۲/۹۰ء)

☆...... غیر مقلدین کے مجتہد العصر حافظ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

"اذان سے مقصود اعلان ہے خواہ پہلی ہو یا خطبہ کی، پس جو جگہ اعلان کے لیے زیادہ مناسب ہے وہاں ہونی چاہیے اگر امام کے سامنے موزوں جگہ ہو تو سامنے دی جائے ورنہ کوئی اور جگہ موزوں دیکھ لی جائے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف۔" (فتاویٰ اہل حدیث ۲/۱۰۵)

☆...... حافظ صاحب خطبہ جمعہ کی بابت لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ کہ خطبہ عام وعظوں کی طرح ایک وعظ ہے خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا ہو خطیب کو اس میں کلام وغیرہ جائز ہے، زبان کی پابندی اس میں ضروری نہیں کیونکہ

خطبہ کی غرض کے خلاف بلکہ خطبہ کے لفظ کے خلاف ہے کیونکہ خطبہ خطاب ہے جو سامعین کی زبان میں ہوتا ہے۔ الخ" (فتاویٰ اہلحدیث، ۲/۴۲)

☆...... جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی عبدالغفار صاحب سے سوال ہوا کہ

"زید کہتا ہے کہ خطبہ جمعہ اپنی مادری زبان میں کہنا جائز ہے بکر کہتا ہے کہ جائز نہیں، کون حق پر ہے؟"

موصوف نے جواب دیا کہ

"زید حق پر ہے کیونکہ خطبہ کی غرض اور مقصد جو ہے اس پر نظر ڈالنی چاہیے خطبہ بیان کرنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں اور سن کر شریعت محمدی کے حامل ہو جائیں، بخلاف اس کے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور امام کھڑا ہوا عربی میں خطبہ پڑھ رہا ہو اور سامعین پتھر کے بتوں کی طرح بیٹھے ہوں اور کچھ ان کے پلے نہ پڑے تو کیا خاک عمل کریں گے سامعین کو غیر زبان میں وعظ وتذکیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔" (فتاویٰ ستاریہ، ۲/۲۰)

جائزہ:

اوپر ذکر کردہ احادیث وآثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں:

☆...... جب امام خطبہ جمعہ کے لیے آئے تو پہلے منبر پر بیٹھے، یہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے۔

☆...... جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منبر کے پاس امام کے سامنے اذان دے، یہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل ہے، اسی پر اجماع ہے، اور اسی پر چودہ صدیوں سے توارث وتعامل جاری ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر بن منذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اور جس پر علماء امصار کا عمل ہے وہ وہی ہے کہ ائمہ مساجد کیا کرتے ہیں یعنی جب امام ابتداءً منبر پر چڑھتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے اور امام کے پیچھے بیٹھے مؤذن اذان دیتا ہے، پھر جب مؤذن اذان سے فارغ ہوتا ہے تو امام کھڑے ہو کر (پہلا)

خطبہ دیتا ہے پھر بیٹھ جاتا ہے اور اس حالت میں نہ کسی کو مخاطب کرتا ہے نہ کلام کرتا ہے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتا ہے، پھر دوسرے خطبے سے فارغ ہو کر منبر سے اتر آتا ہے۔" (الاوسط ۵۹/۴)

☆......شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی لکھتے ہیں:

"اور (مسنون ہے) منبر پر بیٹھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے، اور (مسنون ہے) اذان دینا امام کے سامنے، اسی پر (امت کا) توارث جاری ہے مثل اقامت کے جو کہ خطبہ کے بعد ہوتی ہے۔" (نور الایضاح مع حاشیۃ الطحاوی ص ۳۲)

☆ امام کو چاہیے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے دے، پہلا خطبہ پڑھ کر تھوڑی دیر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دے، حضور ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

☆......خطبہ جمعہ نماز جمعہ سے مختصر ہونا چاہیے، حضور اکرم ﷺ کا یہی حکم ہے۔

☆...... جمعہ کے دونوں خطبے عربی زبان میں ہونے چاہئیں، عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس کی چند وجوہات ہیں:۔

پہلی وجہ...... یہ ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ذکر اللہ ہے، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے خطبہ کو ذکر اللہ ہی سے تعبیر فرمایا ہے، ارشاد ہے:

"جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو۔" (القرآن۔۹:۶۲)

اس آیت میں اکثر مفسرین نے "ذکر اللہ" سے خطبہ جمعہ مراد لیا ہے۔ ایسے ہی سرکار دو عالم ﷺ نے بھی خطبہ جمعہ کو ذکر اللہ سے تعبیر فرمایا ہے ملاحظہ ہو (بخاری ۱/۱۲۷۔ مسلم ۱/۲۸۲)

خطبہ جمعہ ان چیزوں کو شامل ہوتا ہے: حمد سے شروع کرنا، اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا، کلمہ شہادتین کا پڑھنا، سرور عالم ﷺ پر درود بھیجنا، وعظ و نصیحت کرنا، قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنا، دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا، دوسرے خطبے میں دوبارہ الحمد، ثناء اور درود پڑھنا، تمام مسلمان مردوں عورتوں کے لیے دعا مانگنا، اور دونوں خطبوں کو مختصر کرنا۔ ان چیزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبے کا

اصلی مقصود ذکر اللہ ہے، وعظ و تبلیغ اس کے مقاصد اصلیہ میں داخل نہیں اس لیے کہ ان چیزوں کا وعظ و تبلیغ سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح فقہاء کرام کا کہنا بھی یہی ہے کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے، چنانچہ شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی ؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے۔'' (مبسوط ۲/۲۲)

مذکورہ تمام امور سے جب خطبہ کا ذکر اللہ ہونا ثابت ہو گیا تو جس طرح تعوذ، تسمیہ، تحمید، ثناء، التحیات وغیرہ ذکر اللہ ہیں اور بالاتفاق ان کے لیے عربی زبان استعمال ہوتی ہے ایسے ہی خطبہ جمعہ کے لیے عربی زبان ہونا ضروری ہوگا، غیر عربی زبان میں خطبہ درست نہ ہوگا۔

دوسری وجہ..... خطبہ، نماز جمعہ کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے، جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو رکعتیں خطبہ کی وجہ سے کم کی گئیں جیسا کہ مذکورہ آثار سے ظاہر ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جو افعال و حرکات بحالت نماز ممنوع ہیں ان میں سے اکثر خطبہ میں بھی حرام ہیں جیسے کھانا، پینا، بولنا یہاں تک کہ سلام کا جواب دینا اور ذکر و تسبیح بھی جائز نہیں، اور بہت سے احکام جو نماز کے ہیں وہ خطبہ کے بھی ہیں۔ ان تمام باتوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خطبہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے، جب ایسا ہے تو نماز کی طرح خطبہ کو بھی عربی زبان میں دینا ضروری ہوگا۔

تیسری وجہ..... خطبہ جمعہ بالاجماع شرط صلوٰۃ ہے اس لیے جو زبان صلوٰۃ (نماز جمعہ) کی ہے وہی زبان شرط یعنی خطبہ کی بھی ہونی چاہیے۔

چوتھی وجہ..... نبی کریم سرور عالم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ خطبہ مختصر اور نماز کو لمبا کرو، اس لحاظ سے اگر گھنٹے آدھ کی تقریر کو خطبہ قرار دیا جائے تو سرکار دو عالم ﷺ کے اس فرمان کی مخالفت لازم آئے گی۔

پانچویں وجہ..... سرکار دو عالم ﷺ، خلفاء راشدین، صحابہ و تابعین اور تبع تابعین نے ہمیشہ خطبہ میں عربی زبان پر مواظبت فرمائی ہیں، باوجود اس بات کے ان کے خطبوں میں عرب کے علاوہ عجم کے لوگ بھی کثرت سے شریک ہوتے تھے لیکن عجمی زبان جاننے کے باوجود سارے عربی زبان میں خطبہ دیا کرتے تھے۔

ساری امت کے تعامل، توارث اور مواظبت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرون سابقہ کی طرح آج بھی خطبہ جمعہ عربی زبان میں ہونا چاہیے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہیں کہ خطبہ کا خاص عربی زبان میں ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ تمام مسلمانوں کا مشرق و مغرب میں ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے باوجودیکہ بہت سے ممالک میں ان کے مخاطب عجمی لوگ ہوتے تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''مسوی مصفی شرح مؤطا امام مالک (۱/۱۵۴)''

یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ شافعی اور امام رافعیؒ شافعی خطبہ جمعہ کے عربی میں ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔ چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں:

''اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ خطبہ عربی میں ہو۔'' (کتاب الاذکار ص ۱۰۴)

☆ ......علامہ زبیدیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ'' اور کیا سارے خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے؟'' اس میں دو وجہیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے پس اگر کوئی ایسا آدمی حاضرین میں نہ ہو جو عربی پڑھ سکے تو عربی کے سوا دوسری زبان میں خطبہ پڑھے، اور ان پر واجب ہوگا کہ عربی سیکھیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے اور ان کا جمعہ بھی نہیں ہوگا۔'' (اتحاف السادۃ المتقین ۳/۲۶۸)

احناف میں سے حضرت قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ بھی خطبہ کے عربی زبان میں ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''ردالمحتار (۱/۱۴۷)''۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے فرمایا کہ خطبہ کا عربی میں ہونا شرط نہیں لہٰذا اگر عجمی زبان میں خطبہ دیا تو نماز کے حق میں جائز تو ہوگا کہ نماز کے ادا کرنے کے لیے جو شرط ہے وہ پوری ہو جائے گی اور نماز ہو جائے گی، لیکن مطلقاً مباح نہیں ہوگا۔ آپ نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا چونکہ اس سنت کے خلاف ہے جو سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد سے متواتر اور مسلسل چلی آرہی ہے اس لیے یہ مکروہ تحریمی ہوگا، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو

"عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ (۲۰۰/۱)۔"

لیکن ان تمام امور کے برعکس غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کی کوئی جگہ متعین نہیں ہے البتہ منبر کے نزدیک یہ اذان کہلوانا خلاف سنت بلکہ بدعت ہے، اور جمعہ کے دن خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی دیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کا یہ دستور ہے کہ ان کا خطیب جمعہ کے وقت منبر پر آ کر بیٹھتا ہے، پھر اذان ہوتی ہے تو وہ اٹھ کر اردو میں تقریر شروع کر دیتا ہے، آدھ پون گھنٹے تقریر کر کے بیٹھ جاتا ہے اور پھر کھڑے ہو کر عربی کا ایک ہی خطبہ پڑھ کر نیچے آ جاتا ہے اور نماز پڑھاتا ہے، ظاہر ہے غیر مقلدین کا یہ طرز عمل مذکورہ احادیث وآثار، اجماع اور تعامل وتوارث امت کے خلاف ہے۔

﴿دوران خطبہ کلام کرنا یا نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۸۰۶..... تا ..... ۸۲۳، طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہو سکے صفائی کرے، پھر تیل لگائے یا خوشبو ہو تو وہ لگائے، پھر جمعہ کے لیے جائے تو دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لیے نکل آئے تو خاموش رہے تو ایسے شخص کے اس جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری، ۱۲۴/۱)

یہی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے مسلم (۲۸۳/۱) میں اور حضرت نبیشہ ہذلیؓ کی روایت سے مسند احمد (۷۵/۵) میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

(۲)..... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں، اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے، پھر اس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی

ہے جو گائے پیش کرتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی، اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (بخاری، ۱/۱۲۷، مسلم، ۱/۲۸۷)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا کہ خاموش رہ اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو و بے کار کام کیا۔ (بخاری، ۱/۱۲۷)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام کے خطبہ دینے کی حالت میں جو بات کرے وہ ایسے ہے جیسے گدھے نے کتابیں اٹھا رکھی ہوں، اور جو اس سے کہے کہ چپ رہ تو اس کا جمعہ ہی نہیں۔ (مسند احمد، ۱/۲۳۰)

(۵)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں اس وقت داخل ہو جب امام منبر پر ہو تو اس صورت میں نہ نماز جائز ہے نہ کلام جب تک کہ امام (خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔ (مجمع الزوائد، ۲/۱۸۴)

(۶)..... حضرت ابن شہاب زہریؒ حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انہیں خبر دی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب تشریف لاتے جب حضرت عمر تشریف لا کر منبر پر بیٹھ جاتے اور مؤذن اذان کہتے تو (ثعلبہؓ کہتے ہیں کہ) ہم بیٹھے بیٹھے بات کر لیا کرتے تھے، پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور حضرت عمرؓ خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تو ہم خاموش ہو جاتے اور ہم میں سے کوئی شخص کلام نہ کرتا، حضرت ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ امام کا نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔ (مؤطا امام مالک ص ۸۸)

(۷)..... حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا (اس دور میں جمعہ کے دن ایسا ہوتا تھا کہ) جب امام جمعہ کے دن

خطبہ کے لیے نکل آتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۱)

(۸)...... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں، ایک وہ شخص جو جمعہ میں سکون، وقار اور خاموشی کے ساتھ حاضر ہوا، یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس کے جمعہ سے جمعہ تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور تین دن مزید کے بھی۔ دوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں شریک ہو کر لغو کام کرتا ہے، اس کا حصہ تو یہی لغو و بیکار کام ہے۔ اور تیسرا وہ شخص ہے جس نے امام کے (خطبہ کے لیے) نکلنے کے بعد نماز پڑھی، اس کی یہ نماز سنت کے مطابق نہیں، اللہ چاہے تو اس کو (ثواب) دے اور چاہے تو نہ دے۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۲۱۰)

(۹)...... حضرت حارث رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱/۱۵۴)

(۱۰) حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ امام کے خطبہ کے لیے نکلنے کے بعد نماز پڑھنے اور کلام کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۱)

(۱۱) ...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے سوال کیا کہ خطبہ کے دوران آدمی نماز پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر سب ہی پڑھنے لگے تو کیا یہ ٹھیک ہوگا؟ (مصنف عبدالرزاق ۲/۲۳۵)

(۱۲)...... حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے اور امام کے آنے کا وقت ہو جاتا تو اس کے آنے سے پہلے ہی نماز بس کر کے بیٹھ جاتے۔ (ایضاً صفحہ ۲۱۰)

(۱۳)...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے (خطبہ کے وقت) منبر پر ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا گناہ ہے۔ (طحاوی ۱/۲۳۵)

(۱۴)...... حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی شریحؒ جب جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور امام ابھی خطبہ کے لیے نہ نکلا ہوتا تو آپ دو رکعتیں (تحیۃ المسجد) پڑھ لیتے تھے، اور اگر امام خطبہ کے

لیے آ چکا ہوتا تو گوٹھ مار کر بیٹھ جاتے امام کی طرف توجہ فرماتے دائیں بائیں التفات نہ فرماتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۶، مصنف عبدالرزاق ۳/۲۴۵)

(۱۵) حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہؒ سے پوچھا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس وقت آتا ہے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہوتا ہے اور اس شخص نے (تحیۃ المسجد یا سنت) نماز نہیں پڑھی تو کیا وہ اس حالت میں پڑھ لے؟ آپ نے فرمایا کہ جتنی میں تو ایسی صورت میں بیٹھ جاتا ہوں (نماز نہیں پڑھتا)۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۲۴۵)

(۱۶)... حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لیے نکل کر آ چکا ہو تو پھر اس کے خطبہ سے فارغ ہونے تک کوئی شخص نماز نہ پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۱)

(۱۷)..... حضرت ہشام بن عروہ رحمہا اللہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے تو پھر کوئی نماز جائز نہیں۔

(ایضاً)

(۱۸) حضرت معمرؒ حضرت ابن شہاب زہریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ (انہوں نے فرمایا) جو شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۱، طحاوی ۱/۲۵۴)

(۱۹)..... حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا امام کا خطبہ کے لیے نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو بند کر دیتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ص، مصنف ابن ابی شیبہ ص)

(۲۰)... حضرت لیث رحمہ اللہ حضرت مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (طحاوی ۱/۲۵۵)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک جمعہ کے دن امام کا خطبہ شروع کرنے کے بعد نہ نماز (تحیۃ المسجد یا سنتیں)

پڑھنا صحیح ہے اور نہ باتیں کرنا، بلکہ خطبہ کے دوران نماز یا کلام کرنا دونوں مکروہ تحریمی ہے۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۶۴، طبع ۱۴۰۶ھ)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آنے والے لوگوں کو نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ بیٹھنے سے پہلے ہلکی سی دو رکعتیں پڑھنی ضروری ہیں۔ چنانچہ مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

"اثنائے خطبہ میں جو لوگ آئیں انہیں ہلکی سی دو رکعتیں بیٹھنے سے پہلے پڑھ لینی ضروری ہیں۔" (دستور المتقی ص ۱۴۳)

جائزہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران نماز پڑھنا اور باتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے، پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے نماز پڑھنے کی حد، خطبہ سے پہلے تک ارشاد فرمائی ہے جس کا معنی یہ ہیں کہ جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرتا ہے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام کے نکل آنے کے بعد فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ کر ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں، جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد استماع خطبہ کے سوا دوسرے کسی عمل خیر کی گنجائش نہیں، نہ نماز کی نہ کلام کی۔

تیسری اور چوتھی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ کسی کو خاموش کرنے کے واسطے بھی کلام کرنا جائز نہیں اور جس نے کیا تو اس کا جمعہ باقی نہیں رہتا، حالانکہ یہ امر بالمعروف کے زمرے میں آتا ہے جو کہ بشرط قدرت واجب ہے، جب یہ جائز نہیں تو خطبہ کے دوران نماز (تحیۃ المسجد وغیرہ) میں مشغول ہو جانا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا کیونکہ اس کا درجہ تو ایک مستحب کا ہے، دوسرے یہ "خاموش" کہنے سے بڑھ کر استماع خطبہ میں خلل ڈالنے والا ہے۔ جبکہ پانچویں حدیث میں صاف طور پر سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ دوران خطبہ نہ نماز جائز ہے نہ کلام۔

چھٹی اور ساتویں حدیث...... سے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں صحابہ کرام کا معمول ظاہر ہو رہا ہے کہ خطبہ کے شروع ہونے سے پہلے تک نماز پڑھتے رہتے تھے، جب امام خطبہ شروع کر دیتا تو نماز اور بات چیت بند کر دیتے تھے۔ جبکہ آٹھویں حدیث ..... میں حضرت علیؓ نے دوران خطبہ نماز پڑھنے کو واضح طور پر خلاف سنت قرار دیا۔

اسی طرح حدیث نمبر (۹۔۱۰۔۱۱۔۲۰)..... سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم دوران خطبہ نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ حدیث نمبر ۱۳ ..... سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دے رہے ہیں۔ حدیث نمبر (۱۴۔۱۵)..... سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت قاضی شریح اور حضرت ابوقتادہ رحمہما اللہ خطبہ کے دوران نماز نہیں پڑھتے تھے۔ حدیث نمبر (۱۶۔۱۷۔۱۸۔۱۹)..... سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابن سیرین، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت سعید بن المسیب رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز جائز نہیں۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دوران خطبہ جو لوگ آئیں انہیں ہلکی سی دو رکعتیں بیٹھنے سے پہلے پڑھ لینی ضروری ہیں حالانکہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ دوران خطبہ نماز پڑھنے سے روک رہے ہیں، اور حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے شاگرد حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں، ایک صحابی حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ اسے گناہ قرار دیتے ہیں، اور جلیل القدر تابعین اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں کہ خطبہ کے دوران نماز جائز نہیں، لیکن غیر مقلدین اس عمل کو ضروری قرار دے رہے ہیں، ظاہر ہے ان کا یہ عمل مذکورہ احادیث وآثار کے خلاف ہے۔

﴿نماز جمعہ کیلئے دو اذانیں دینا مسنون ہیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۷۸۵۔۔۔تا۔۔۔۷۹۰ طبع عشرین﴾

☆۔۔۔۔۔حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا، پھر جب عثمانؓ کا دور خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا، چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی اور پھر یہ ایک مستقل سنت بن گئی۔(بخاری،۱/۱۲۵،۱۔ ابوداؤد،۱/۱۵۵۔نسائی،۱/۱۵۶)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک جمعہ کیلئے دو اذانیں دینا مسنون ہیں، پہلی اذان حضرت عثمانؓ کی سنت ہے اور دوسری اذان سرور عالم ﷺ کی سنت ہے اور آپ نے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم بھی دیا ہے اس لئے جمعہ کے لئے دو اذانیں دینا مسنون ہیں۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ کے دن پہلی اذان دینا حضور ﷺ سے ثابت نہیں اس لئے سنت بھی نہیں، اور مسجد میں اس کے دیئے جانے کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے روکتے بھی ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد صاحب جونا گڑھی لکھتے ہیں:

> ''حضور ﷺ کے زمانہ اور آپ کے بعد دو خلیفوں کے زمانہ میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا ہاں حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کیلئے زوراء بازار کی بلند جگہ کہوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں، پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں اور کسی طرح جائز نہیں''۔(فتاویٰ ستاریہ،۳/۸۵)

☆...... مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب دہلوی رقمطراز ہیں:

''اب مسجد میں دواذان کہنا بدعت ہے۔'' (فتاویٰ ستاریہ ۳؍۸۷)

☆...... غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ ''الاعتصام'' کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

''جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے دو اذان کی ضرورت نہیں ـــــ لہٰذا اذان عثمانی جسکو پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے''۔ (فتاویٰ علماء حدیث ۲؍۱۷۹)

جائزہ:

جمعہ کی پہلی اذان خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے حکم سے جاری ہوئی جس پر تمام صحابہ کرامؓ نے اجماع کیا، اور چودہ صدیوں سے تمام ممالک اسلامیہ میں بلانکیر دی جارہی ہے، جس سے کسی امام، فقیہ یا مجتہد نے اختلاف نہیں کیا، لیکن آج وہ اذان مسجد میں ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین اس کو بدعت قرار دے رہے ہیں حالانکہ خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرام کا عمل اور جس پر ساری امت کا توارث وتعامل ہو وہ بدعت نہیں بلکہ عین سنت ہوتا ہے، غیر مقلدین کے اس طرز عمل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کا عمل احادیث پر نہیں بلکہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں پڑھنی ضروری ہیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث صفحہ نمبر ۸۲۴ ...... تا ......۸۳۱ طبع عشرین﴾

(۱)...... حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد، اور ان رکعتوں میں (دو رکعتوں پر سلام پھیر کر) فصل نہیں کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد ۲؍۱۹۵)

(۲)...... حضرت ابو ہریرہؓ رسول پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے دن جو نماز پڑھے وہ چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد۔ (رواہ النجار بحوالہ کنز العمال ۷؍۴۰۹)

(۳) ..... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص تم میں سے جمعہ پڑھے تو اسے چاہیے کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔ (مسلم ۱/ ۲۸۸)

(۴) حضرت سالمؒ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری ۱/ ۱۲۸۔ مسلم ۱/ ۲۸۸ واللفظ لمسلم)

(۵) ..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اپنے گھر میں۔ (ابوداؤد ۱/ ۱۶۱)

(۶) ..... حضرت قتادہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/ ۲۴۷)

(۷) ..... حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں حتیٰ کہ ہم نے حضرت علیؓ کا قول سنا کہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھو، حضرت ابو عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ پھر ہم چھ رکعتیں ہی پڑھنے لگے۔ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔ (معجم طبرانی کبیر ۹/ ۳۱۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۳۲)

(۸) ..... حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب جمعہ پڑھتے تو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے، پہلے دو رکعتیں پھر چار رکعتیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۳۲۔ ترمذی ۱/ ۱۱۷)

(۹) ..... حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۳۲)

(۱۰) ..... حضرت محمد بن منتشرؒ حضرت مسروقؒ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مسروقؒ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے پہلے دو رکعتیں پھر چار۔ (ایضاً)

☆ ..... امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ کے بعد پہلے دو پھر چار رکعت

پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (ترمذی ار۱۱۷)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں کل دس رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ ہیں، چار رکعت نماز جمعہ سے پہلے اور چھ رکعت نماز جمعہ کے بعد ہیں۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین جمعہ کے بعد کی چھ سنتوں میں، دو اور چار رکعات پڑھنے میں اختیار دیتے ہیں کہ چاہے دو پڑھ لے اور چاہے تو چار پڑھ لے، لیکن ان کا عمل بالعموم دو رکعات پڑھنے کا ہے۔ چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پاک کے مطابق جمعہ کے بعد دو یا (چار) سنتیں پڑھنا اپنا معمول بنالو''۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۹۶)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

'' جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھنا اسے چاہیے کہ وہ مسجد میں تو چار پڑھے، گھر میں پڑھے تو چاہے دو پڑھ لے، چاہے چھ، اور جمعہ سے پہلے سنت مؤکدہ کوئی نہیں ہیں ''۔ (نزل الابرار ار۱۵۴)

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی دس سنتیں ہیں، چار رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ سے پہلے اور چھ رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ کے بعد، کیونکہ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپ چار رکعات جمعہ سے پہلے اور چار رکعات جمعہ کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور آپ صحابہ کرامؓ کو بھی اس کا حکم دیتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل اسی پر تھا، لیکن بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے، اغلب یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں حضور ﷺ ان چار رکعتوں کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے جو آپ کا معمول تھیں اور جن کی

آپ امت کو تعلیم دیتے تھے۔

اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علیؓ لوگوں کو یہ حکم دیا کرتے تھے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کریں، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور حضور پاک ﷺ کے قول وفعل ہی سے اخذ کر کے یہ حکم دیا کرتے تھے کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ آپ حضور پاک ﷺ کے قول وفعل کے خلاف اپنی رائے وقیاس سے کوئی حکم دیں اور نہ ہی یہ کوئی ایسی چیز ہے جس میں رائے وقیاس کو دخل ہو، اس لئے یہی کہا جائے گا کہ آپ نے یا تو حضور ﷺ کو چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہے۔۔۔دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو صحابہ کرامؓ میں انتہائی متبع سنت صحابی شمار کیے جاتے ہیں، ان کا معمول بھی جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے ہی کا تھا، یقینی بات ہے کہ آپ نے بھی یا تو حضور پاک ﷺ کو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہوگا یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہوگی۔ بہر کیف حضرت علیؓ کا حکم اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل نیز خود حضور پاک ﷺ کا چار پر عمل اور امت کو اس کی تعلیم، یہ سب اس بات کے قرائن ہیں کہ حضور پاک ﷺ جمعہ کے بعد چار رکعات کے ساتھ ہی دو رکعت پڑھا کرتے تھے، عام صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی تھا کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے، لہٰذا جمعہ کے دن نماز سے پہلے چار رکعات اور نماز کے بعد چھ رکعات کل دس رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔

لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے کوئی سنت مؤکدہ نہیں ہے اور جمعہ کے بعد اختیار ہے چاہے دو پڑھے، چاہے چار پڑھے، چنانچہ یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ وہ جمعہ کے دن دو رکعت پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور چھ رکعت پڑھنے والوں سے الجھتے ہیں کہ تم چھ کیوں پڑھتے ہو دو پڑھا کرو، جبکہ ان کا طرز عمل دو رکعت ہی پڑھنے کا ہے اور یہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿ جمعہ اور عید کے جمع ہونے پر دونوں پڑھنا ضروری ہیں ﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۸۳۲ تا ۸۴۴ طبع عشرین﴾

(۱)......امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابو عبیدؒ نے کہ وہ عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز

کے لئے حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ حاضر ہوئے آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے لوگوں رسول اللہ ﷺ نے تم کو ان دونوں عیدوں کے روزے رکھنے سے منع کیا ہے ان دونوں میں سے ایک تو عید الفطر ہے، دوسری وہ ہے جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

ابو عبیدؒ کہتے ہیں پھر میں عید کی نماز کے لئے حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ حاضر ہوا، یہ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا، آپ نے بھی خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، فرمایا لوگوں یہ ایسا دن ہے جس میں تمہارے لئے دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں ہیں اہل عوالی میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔ (بخاری ۱/۸۳۵، موطا امام مالک، ص ۱۹۵)

(۲) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے زمانے میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں تو آپ نے فرمایا اہل عوالی میں سے جو (نماز جمعہ کیلئے) بیٹھنا چاہے وہ بیٹھ جائے بغیر کسی تنگی کے۔ (کتاب الام ۱/۲۳۹)

(۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ عیدین اور جمع کی نماز میں " سبح اسم ربک الاعلی" اور "هل اتاک حدیث الغاشیة" پڑھتے تھے بسا اوقات عید اور جمع ایک ہی دن اکٹھے ہو جاتے تو بھی آپ دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے۔ (ترمذی ۱/۱۱۹، نسائی ۱/۸۰۲)

☆ حضرت امام محمدؒ بروایت قاضی ابو یوسفؒ، حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب دو عیدیں (عید اور جمعہ) ایک دن اکٹھی ہو جائیں تو اول سنت ہے (یعنی اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے) اور دوسری عید (جمعہ) فرض ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہیں کیا جا سکتا۔ (جامع الصغیر ص ۱۱۳)

☆......حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب عید الفطر کا دن جمعہ کا دن ہو تو عید کی نماز امام پڑھائے جس وقت نماز جائز ہو جاتی ہے، پھر جو شہر والے نہیں ہیں ان کو اجازت دے دے کہ وہ اگر

چاہیں تو اپنے اہل کی طرف واپس چلے جائیں اور جمعہ پڑھنے کیلئے واپس نہ آئیں اور انہیں اختیار ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے کیلئے ٹھہرے رہیں یا جانے کے بعد اگر قدرت ہو تو جمعہ پڑھنے کیلئے واپس آجائیں اور جمعہ ادا کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے (انشاء اللہ)۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں اور کسی شہری کیلئے جائز نہیں کہ بغیر کسی شدید عذر کے جمعہ ترک کرے اگرچہ عید ہی کا دن کیوں نہ ہو، اسی طرح عیدالاضحیٰ کا حکم ہے کسی اختلاف کے بغیر جب ایسے شہر میں ہو جہاں جمعہ جائز ہوتا ہے اور عید کی نماز پڑھی جاتی ہے (کہ جمعہ بھی پڑھے اور عید کی نماز بھی پڑھے، گاؤں دیہات والوں کیلئے اختیار ہے) اور اہل منیٰ عیدالاضحیٰ اور جمعہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ منیٰ مصر (شہر) نہیں ہے۔ (کتاب الام ۱/۲۳۵)

☆ علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

''محلی اور اشراف میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا فرمایا تمہارے اس دن میں دو عیدیں جمع ہو گئیں ہیں پس اہل عوالی میں سے جو شخص پسند کرتا ہے جمعہ کے انتظار کو وہ جمع کا انتظار کرے اور جو اپنے گھر واپس جانا چاہے چلا جائے میری طرف سے اسے اجازت ہے، ہم جمع کی نماز ادا کریں گے حضرت عثمانؓ کا قول انا مجمعون : کہ ہم تو جمعہ کی نماز ضرور ادا کریں گے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جمعہ کا ترک جائز نہیں۔ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور ظہر کی نماز کا ساقط ہونا عید کی نماز کی وجہ سے یہ متروک، مہجور، غیر معتمد ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور حضرت عثمانؓ کا ترک جمعہ کی اجازت دینا اہل عوالی اور ان کیلئے ہے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے۔'' (البنایہ فی شرح الہدایہ ۲/۱۰۱۹)

☆...... علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

''اور جب جمعہ کے دن عید ہو جائے تو پہلے عید کی نماز پڑھے پھر جمعہ کی نماز لازماً پڑھے، اور کوئی حدیث اس کے خلاف میں صحیح نہیں ہے۔ ابو محمد (ابن

حزم) کہتے ہیں کہ جمع فرض ہے اور عید تطوع ہے اور تطوع فرض کو ساقط نہیں کرتا۔"

(المحلی لابن حزم م ۹۳/۳)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک اگر کسی دن جمعہ اور عید دونوں جمع ہو جائیں تو عید کی نماز اپنی جگہ پڑھنا واجب ہے اور جمعہ کی نماز اپنی جگہ پڑھنا فرض ہے، کوئی ایک نماز دوسری کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

(ہدایہ ۱/۱۶۸۔۱۷۰۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جس دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں اس دن جمع کی نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جمعہ کی نماز میں رخصت ہوتی ہے چاہے کوئی پڑھے یا نہ پڑھے۔ چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

"اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ میں رخصت ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ رخصت تمام لوگوں اور امام کیلئے عام ہیں"۔ (عرف الجادی ص ۴۲)

☆.....نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اور جمعہ کی، عید کے دن رخصت ہے شہر والوں اور غیر شہر والوں سب کے لئے اگر چاہے تو عید اور جمعہ دونوں پڑھ لیں، چاہیں تو صرف عید پڑھ لیں اور جمعہ نہ پڑھیں، البتہ ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے، حق بات یہ ہے کہ اس دن ظہر نہ پڑھنا بھی جائز ہے"۔ (نزل الابرار ۱/۱۵۵)

☆.....میاں نذیر حسین صاحب سے ایک سوال ہوا:

"اگر اتفاق سے عید و جمعہ دونوں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو اس میں جمعہ کے پڑھنے میں رخصت ہے یا نہیں، زید ایسے دنوں میں جمعہ نہیں ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک سنت مردہ کو زندہ کرتا ہوں یہ کہنا کیسا ہے؟"

اسی سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولانا عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں:

''جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاویں تو اس دن اختیار ہے جس کا جی چاہے جمعہ پڑھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے اور ایسے دنوں میں زید جو نماز ادا نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے''۔ (فتاویٰ نذیریہ ۱/۵۷۳)

نوٹ:۔ یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کا بھی مصدقہ ہے۔

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں اگر کسی دن جمعہ اور عید اکٹھے ہو جاتے تو آپ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے، البتہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں (گاؤں دیہات والے) انہیں آپ جانے کی اجازت دے دیتے تھے، شہر والے سب آپ کے ساتھ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے، خلیفہ راشد سیدنا عثمانؓ کا معمول بھی یہی تھا، ائمہ مجتہدینؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر جمعہ و عید ایک دن میں اکٹھے ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھی جائے گی۔ علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ ان لوگوں کے قول کو جو نماز عید کی وجہ سے نماز جمعہ کی سقوط کے قائل ہیں متروک، مہجور، نا قابل اعتماد اور نا قابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔

لیکن ان سب سے قطع نظر کر کے غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر ایک دن میں جمعہ اور عید جمع ہو جائیں تو جمعہ کی نماز میں رخصت ہے جس کا مطلب ہے کہ کوئی پڑھ لے تو بھی ٹھیک نہ پڑھے تو بھی ٹھیک، بلکہ ان کے نزدیک اس دن جمعہ نہ پڑھنا مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے، اور نواب وحید الزمان صاحب تو اس دن کے ظہر کی نماز نہ پڑھنے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں جو کہ واضح طور پر مذکورہ احادیث کے مخالف ہے۔

﴿غیر مقلدین اور تکثیر صلوٰۃ﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۸۴۲۔۔۔۔تا۔۔۔۔۸۴۳، طبع عشرین﴾

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کثرت نماز کو پسند نہیں کرتے کیونکہ

☆۔۔۔۔۔۔۔فرض نمازوں کے بعد نوافل یہ نہیں پڑھتے الا ماشاء اللہ

☆۔۔۔۔۔۔۔شب برات میں نوافل پڑھنے کو یہ بدعت قرار دیتے ہیں۔(فتاویٰ ستاریہ ۱/۵۹)

☆۔۔۔۔۔۔۔وتر تین کے بجائے ایک رکعت پڑھنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

☆۔۔۔۔۔۔۔تراویح میں رکعات کے بجائے آٹھ رکعات پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔

☆۔۔۔۔۔۔۔تراویح کے بعد تہجد پڑھنے کو یہ اچھا نہیں سمجھتے۔

☆۔۔۔۔۔۔۔مسافر کیلئے حالت فرصت واطمینان میں بھی سنتیں پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔

☆۔۔۔۔۔۔۔اگر کسی منافی صلوٰۃ عمل کرنے سے نماز فاسد بھی ہو جائے تاہم صرف سجدہ سہو پر اکتفاء کر لینے کو یہ کافی سمجھتے ہیں، اسے لوٹانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔

☆۔۔۔۔۔۔۔اگر بے وضو یا جنبی امام نماز پڑھا دے تو ان کے یہاں مقتدیوں کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

☆۔۔۔۔۔۔۔کسی نے جان بوجھ کر نمازیں نہ پڑھی ہوں تو ان نمازوں کی ان کے یہاں قضا نہیں ہے صرف توبہ واستغفار کو کافی سمجھتے ہیں۔

☆۔۔۔۔۔۔۔جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد چھ رکعات کے بجائے صرف دو رکعات پڑھتے ہیں۔

☆۔۔۔۔۔۔۔جمعہ اور عید دونوں ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی نماز میں ان کے یہاں رخصت ہے مرضی ہے پڑھو یا نہ پڑھو۔

﴿عیدین کی زائد تکبیرات چھ ہیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۸۴۳۔۔۔۔تا۔۔۔۔۸۵۶، طبع عشرین﴾

(۱)......ابو عبدالرحمن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی نے بتلایا کہ رسول پاک ﷺ نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں، آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔ (طحاوی ۲، ۲/۳۲۸)

(۲) ..... حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے قاصد نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ دونوں عیدوں میں (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہتے تھے سوائے تکبیر تحریمہ کے۔ (طحاوی ۲، ۲/۳۲۹)

(۳)... حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی تھے، حضرت سعید بن عاصؓ نے ان دونوں بزرگوں سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں تکبیر کے متعلق سوال کیا، یہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو اور وہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو، حضرت حذیفہؓ نے ان سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھو، چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا تو فرمایا چار تکبیریں کہے (بشمول تکبیر رکوع کے) پھر قرأت کرے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرلے، پھر دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو اور قرأت کرے پھر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہے قرأت کے بعد۔ (مصنف عبدالرزاق ۳، ۲۹۳/۳، معجم طبرانی کبیر ۹، ۳۰۳/۹)

(۴) .... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ (عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں، رکوع کی تکبیر اور تکبیر تحریمہ کو ملا کر، اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں ہیں رکوع والی تکبیر ملا کر۔ (مصنف عبدالرزاق ۳، ۲۹۳/۳)

(۵)...... حضرت کردوسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نو نو تکبیریں کہتے تھے، آپ نماز شروع فرماتے تو (بشمول تکبیر تحریمہ کے) چار تکبیریں کہتے، پھر قرأت کرتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے پھر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو قرأت سے ابتداء کرتے، پھر چار

تکبیریں کہتے اور ان چار میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے۔ (معجم طبرانی کبیر، ۹/۳۰۴)

(۶) ... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عید میں چار تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں۔ (ایضاً، ۹/۳۰۵)

(۷) ..... حضرت عامر شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی تکبیریں نو ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں رکعتوں میں قرأت پے در پے کرے۔ (طحاوی، ۲/۳۳۹)

(۸) ..... حضرت حمادؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ پس ان سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار تکبیریں۔ (ایضاً، ۳۳۳)

(۹) ... حضرت عبداللہ بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں اور دونوں (رکعتوں میں) قرأتیں پے در پے کیں، حضرت عبداللہ بن حارثؒ فرماتے ہیں میں حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۲۹۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۷۶)

(۱۰) ... حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن ماہک نے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ چار تکبیریں کہتے تھے دونوں رکوعوں کی تکبیروں کے علاوہ۔ (طحاوی ۲/۳۴۰)

(۱۱) ... حضرت قتادہؒ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں ہیں، اور دونوں قرأتیں پے در پے ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۷۴)

(۱۲) .... حضرت محمد بن سیرینؒ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۷۴)

(۱۳)۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ حضرت اسود اور حضرت مسروقؒ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری میں چار بشمول تکبیر رکوع کے)۔ (ایضاً)

(۱۴)۔ حضرت ہشامؒ حضرت حسن بصریؒ اور حضرت محمد بن سیرینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ (ایضاً ۱۷۵/۲)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں واجب ہیں۔ تین پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور قرأت سے پہلے، اور تین دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے۔ (ہدایہ ۱/۱۸۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں بارہ ہیں جبکہ صرف چھ تکبیروں کو زائد ماننا بدعت اور گمراہی ہے۔ (العیاذ باللہ)۔ چنانچہ جماعت اہلحدیث کے ایک مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> ''صورت مرقومہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں شریعت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی بعض صحابہ سے ثابت ہیں جیسا کہ جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے، اور تیرہ بھی بعض وقت کہنی ثابت ہے جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے اور جو ماسوا ان کے ہیں سب بدعت ہیں کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ میں نہ ہو، اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ کر عوام الناس میں مروج کر دیں تو معلوم ہوا کہ یہ جو آج کل لوگوں میں صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں یہ بالکل بدعت اور سب گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے۔۔۔۔ اور جو یہ چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہیں، خدا اور رسول

کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے، اور نیز معلوم ہوا کہ یہ تمام دنیا میں عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہیں، اور دوسری رکعت میں تکبیروں سے قبل پڑھی جاتی ہے سو یہ غلط اور خلاف سنت نبوی ہے بلکہ سنت یوں ہے کہ قرأت تکبیروں کے بعد دونوں رکعتوں میں ہونی چاہیے"۔ (فتاوی نذیریہ ۱۹۰)

جائزہ:

آنحضرت ﷺ کا عیدین کی نماز میں دونوں رکعتوں میں چھ زائد تکبیریں کہنا متعدد احادیث سے ثابت ہے، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عیدین کی نماز میں تکبیرات کہنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے چار تکبیریں بشمول تکبیر تحریمہ کے کہی جائیں اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں بشمول تکبیر رکوع کے قرأت کے بعد کہی جائیں، اسی پر آپ کا عمل ہے، حضرت عمرؓ کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی پر اتفاق رائے ثابت ہے، چنانچہ آپ نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں اسی پر قیاس کر کے مقرر فرمائیں، دیگر صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سب اسی کے قائل و فاعل ہیں، اسی طرح جلیل القدر تابعینؒ حضرت سعید بن المسیب، اسود بن یزید، مسروق، حسن بصری، ابن سیرین رحمہم اللہ سب اسی کے قائل و فاعل ہیں۔ لیکن غیر مقلدین عیدین کی نماز کی دونوں رکعتوں میں چھ زائد تکبیروں کو بدعت قرار دے رہے ہیں، جبکہ خود چھ تکبیرات کے برعکس بارہ زائد تکبیرات کے قائل ہیں، جس کے ثبوت میں ان کے پاس ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع حدیث نہیں ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ غیر مقلدین کا مسلک احادیث کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے۔

﴿نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھنا جائز نہیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۸۶۱ ... تا ... ۸۷۶، طبع عشرین﴾

(۱)... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔ (ابوداؤد ۲/۱۰۰، ابن ماجہ ص ۱۰۹)

(۲)... حضرت امام مالکؒ حضرت سعید مقبریؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بخدا میں تمہیں ضرور بتلاؤں گا، میں جنازہ والے گھر سے ہی جنازہ کیساتھ ہو لیتا ہوں، جب جنازہ (نماز کے لئے) رکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد وثناء کرتا ہوں، آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں پھر یہ دعا پڑھتا ہوں: اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔ (موطا امام مالک ۱/۲۰۹)

(۳)... حضرت امام مالکؒ حضرت نافعؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔ (ایضاً ۱/۲۱۰)

(۴) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصہ کی بھی قراءت نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ۱/۳۱۳)

(۵)... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھاتے تو اللہ کی حمد وثناء سے ابتداء کرتے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے، پھر یہ دعا مانگتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَحْيَائِنَا وَاَمْوَاتِنَا وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاجْعَلْ قُلُوْبَنَا عَلٰى قُلُوْبِ خِيَارِنَا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۵)

(۶)... حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں اللہ کی حمد وثناء سے ابتداء کرے۔ دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرے، اور

چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۵، مصنف عبدالرزاق ۳/۴۹۱)

(۷)… حضرت ابراہیم نخعیؒ اور امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۹)

(۸)… حضرت ابو طاؤس اپنے والد طاؤس اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ نماز جنازہ میں قرأت کا انکار کرتے تھے۔ (ایضاً)

(۹) …حضرت ابو المنہالؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہ الریاحیؒ سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ سورۂ فاتحہ صرف رکوع وسجود والی نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ (ایضاً)

(۱۰)… حضرت سحنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن قاسمؒ سے دریافت کیا کہ حضرت امام مالکؒ کے قول میں میت پر کیا پڑھنا چاہیے؟ فرمایا میت کیلئے دعاء، میں نے کہا کیا امام مالک کے قول کے مطابق نماز جنازہ میں قرأت ہوتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ بہت سے اہل علم مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبید ہ بن فضالہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم اور حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت یحیٰ بن سعید رحمہم اللہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ ابن وہب فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں اس پر عمل نہیں، نماز جنازہ صرف دعاء ہے، میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔ (مدونۃ الکبریٰ ۱/۱۰۶)

مسلک احناف:

نماز جنازہ میت کے حق میں درحقیقت دعا واستغفار ہے اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا نبی کریم ﷺ پر درود اور پھر میت کیلئے دعا ہونی چاہیے، نماز جنازہ میں (فاتحہ یا کسی دوسری سورت کا) قرأت کرنا خلاف سنت ہے ہاں اگر کوئی بطور حمد وثناء کے یا بطور دعاء کے سورۃ فاتحہ پڑھے تو

اس کی گنجائش ہے۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، کسی نے اگر نہ پڑھی تو نماز اس کی باطل ہوگی، اور ان میں سے بعض کے قول کے مطابق نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا شرط ہے جس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوگی۔ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

> ''نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد دعائے ماثورہ پڑھ کر امام اور مقتدی کو سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔۔۔ اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی۔ (فتاویٰ علماء حدیث، ۵:۱۹۵)

☆...نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''چونکہ نماز جنازہ بھی نمازوں میں سے ایک نماز ہے جن کے بارے میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اس لئے اتنی بات ہی نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے کیلئے بلکہ شرط ہونے کیلئے کہ جس کے نہ پائے جانے سے نماز ہی نہ ہو، کافی ہے۔ (بدورالاہلہ ۱:۹۲)

جائزہ:

آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدینؓ سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا یا اس کا حکم دینا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ وہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے، اسی طرح دیگر جلیل القدر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام بھی نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں تھے، خیر القرون میں مراکز اسلام، مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ میں کہیں اس کا رواج نہیں تھا، مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالکؒ اور مدینہ کے سات فقہاء میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہم

اللہ بھی نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں تھے، مکہ مکرمہ کے امام حضرت عطاء بن ابی رباح بھی نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں تھے۔ کوفہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ، امام شعبی، ابراہیم نخعی، میمون بن مہران اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ بھی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کے قائل نہیں تھے، بصرہ کے امام حضرت محمد بن سیرینؒ جو حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے فیض یافتہ ہیں وہ بھی نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں تھے۔

ان امور سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ خیر القرون میں، نماز جنازہ میں قرأت کا بالکل رواج ہی نہیں تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو فرض یا شرط قرار دینا تو کجا سنت قرار دینا بھی صحیح نہیں، کیونکہ اگر یہ سنت ہوتی تو خیر القرون میں اس کا رواج ضرور ہوتا۔ جبکہ غیر مقلدین ایسے عمل کو جس کا سنت قرار دینا بھی محل نظر ہے فرض بلکہ شرط کا درجہ دے کر یہ فتویٰ لگا رہے ہیں کہ اگر نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز ہی نہیں ہوگی، حالانکہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں تھے۔ اگر غیر مقلدین کا یہ فتویٰ مان لیا جائے تو یہ بات لازم آئے گی کہ مذکورہ سارے حضرات کی نمازیں صحیح نہیں تھیں (العیاذ باللہ)۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کی نمازیں بالکل صحیح تھیں اور مذکورہ احادیث کے مطابق تھیں، ہاں غیر مقلدین کا مسلک ان احادیث کے خلاف ہے۔

بغیر عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۸۸۲ تا ۸۹۲، طبع عشرین

(۱)... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کیلئے کوئی اجر نہیں ہے۔ (ابوداؤد ۲/۹۸، ابن ماجہ ص ۱۱۰، مصنف عبدالرزاق ۳/۵۲۷)

(۲)... حضرت صالح مولیٰ توامہؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کیلئے کوئی اجر نہیں ہے، حضرت صالح

فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو پایا ہیں دیکھا کہ وہ جب نماز جنازہ کے لئے آتے اور انہیں نماز جنازہ کے لیے مسجد کے سوا کوئی جگہ نہ ملتی تو واپس ہو جاتے اور مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ (منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ۱/۱۶۵)

(۳)......حضرت صالح مولیٰ توامہؒ ان صحابہ و تابعین سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو پایا ہیں کہ جب نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جاتی تو وہ واپس چلے جاتے تھے، مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۶۵)

(۴).. حضرت کثیر بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ (عہد نبوی میں) کسی بھی جنازہ کی نماز مسجد نبوی ﷺ میں نہیں پڑھی گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۶۵۔ مصنف عبدالرزاق ۳/۵۲۷)

(۵).. حضرت ابن ابی ذئبؒ سعید بن ابی سعید مقبری (متوفی ۱۲۵ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان بن حکم کے سپاہیوں کو، لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکتے اور نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔ (وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ۲/۵۳۱)

(۶)......حضرت کثیر بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سپاہیوں کو نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے سے روکتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ایضا)

(۷).. ...حضرت ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی تھی تو رسول اللہ ﷺ بموقع دفن نماز پڑھانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، جب رسول اللہ ﷺ کا وجود بھاری ہو گیا (اور آپ کیلئے جانا دشوار ہو گیا) تو صحابہ کرام نے میت کو آپ کے مکان کے قریب ہی لے جانا شروع کر دیا، رسول اللہ ﷺ اپنے مکان کے قریب موضع جنائز میں نماز جنازہ پڑھاتے، یہی دستور آج تک چلا آ رہا ہے۔ (ایضا ۲/۵۳۲)

(۸)......حضرت ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سعید بن المسیبؒ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا نبی اکرم ﷺ نے مصلیٰ جنائز میں لوگوں کی صف بندی کی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ (بخاری ۱/۱۷۷)

☆... حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھے جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر نماز جنازہ کیلئے مسجد کے قریب جنازہ رکھا جائے تو پھر اس شخص کیلئے نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو مسجد میں ہو اور جنازہ پڑھانے والے امام کی اتباع میں جنازہ پڑھے (اور خود امام بھی مسجد سے باہر کھڑا ہو)، یہ بھی اس وقت ہے جبکہ مسجد باہر کی جگہ جنازہ پڑھنے والوں کی وجہ سے تنگ ہو جائے۔ (المدونۃ الکبریٰ، ۱۷۷/۱)

☆... حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، ایسے ہی پہنچا ہے ہمیں حضرت ابوہریرہؓ سے، مدینہ طیبہ میں موضع جنائز مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) سے باہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ (موطا امام محمد، ص ۱۶۵)

﴿علامہ ابن قیمؒ کی تحقیق﴾

☆... علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

> "درست بات وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنے کا ہے مگر یہ کہ کوئی عذر پیش آجائے، اور دونوں امر جائز ہیں لیکن افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ۱/۱۳۰)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک مسجد میں کسی عذر کے بغیر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، اگر کوئی سخت عذر پیش آجائے تو اس بات کی گنجائش ہے کہ لوگ اندر مسجد میں کھڑے ہو کر نماز جنازہ ادا کریں جبکہ جنازہ مسجد سے باہر رکھا گیا ہو اور امام بھی مسجد سے باہر کھڑا ہو۔ (ہدایہ ۱/۱۹۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ سنت بھی ہے اور اس

ہے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے۔ چنانچہ جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں

''کتاب وسنت کی رو سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ودرست بلکہ مسنون ہے''۔ (فتاویٰ ستاریہ ۲۵/۲)

☆... ''ظفر المبین'' کے مؤلف مولانا محی الدین لاہوری صاحب لکھتے ہیں:

''پس معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے''۔ (ظفر المبین ص ۵۳ بحوالہ فتاویٰ ستاریہ ۲/۲۱)

جائزہ:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ پڑھنے کیلئے مسجد نبوی سے باہر ایک جگہ مقرر تھی جسے موضع جنائز اور مصلی جنائز کہا جاتا تھا آپ ﷺ کا معمول مبارک اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا تھا، اسی جگہ آپ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کیلئے کوئی اجر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام موضع جنائز میں جگہ تنگ اور نہ ہونے کی وجہ سے واپس تو چلے جاتے تھے مگر مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت کثیر بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ دور رسالت میں کسی کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی گئی، دور صحابہ کرامؓ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور مروان بن الحکم نے پہرے دار مقرر کر رکھے تھے تاکہ وہ لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کریں، ان سب باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز حالانکہ سنت ہے جبکہ ان کا یہ موقف مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ ہے﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث، صفحہ نمبر ۸۵۷ ..... تا ..... ۸۷۱، طبع عشرین﴾

(۱)..... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔ (ترمذی ۲۰۶/۱۔ دارقطنی ۷۵/۲۔ بیہقی ۳۸/۴)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (دارقطنی ۷۵/۲)

(۳)..... حضرت ولید بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کو دیکھا ہے وہ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر (پہلی) تکبیر کہتے تھے پھر باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۶/۳)

(۴)..... حضرت حسن بن عبیداللہ سے مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۷/۳)

☆..... حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف تکبیر ہی میں کیا جائے۔ حضرت ابن القاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ آپ کے پاس حاضر ہوا آپ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کیا ہو۔ ابن القاسمؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱۷۶/۱)

☆..... علامہ ابن حزمؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ”رفع یدین نہ کیا جائے نماز جنازہ میں سوائے پہلی تکبیر کے، کیونکہ پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع یدین کے لئے کوئی نص نہیں آئی، اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے، حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔“ (المحلی ۱۸۱/۳)

☆ قاضی شوکانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں جو دلیل بننے کے قابل ہو اور صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال حجت نہیں ہیں لہٰذا مناسب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرنے پر اقتصار کیا جائے"۔ (نیل الاوطار ۴/۶۷)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر کے وقت کرنا چاہیے جبکہ باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کے نزدیک نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیے، ان کے نزدیک نہ صرف یہ کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ مولانا عبیداللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

"تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے البتہ بعض صحابہ کرامؓ سے ضرور ثابت ہے اس موقوف روایت و نیز بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے، بدعت یا ممنوع نہیں"۔ (فتاوی ثنائیہ ۱/۵۰۶)

☆ ...مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب رقمطراز ہیں:

"جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے"۔ (فتاوی ثنائیہ ۱/۵۰۶)

جائزہ:

احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر میں کرنا چاہیے باقی تکبیروں میں نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ کا عمل ایسا ہی تھا نیز علامہ ابن حزمؒ اور قاضی

شوکانی کے بقول کسی صحیح ،صریح حدیث سے آپ کا باقی تکبیروں میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔

جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جلیل القدر تابعین ابراہیم نخعی ،حسن بن عبد اللہ رحمہما اللہ بھی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے ،حضرت سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام مالک، ابن حزم اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین نماز جنازہ میں ہر تکبیر میں رفع یدین کرنے کو مستحب قرار دے رہے ہیں جو کہ مذکورہ احادیث کے خلاف ہے۔

﴿نماز جنازہ میں دعائیں آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں﴾

﴿حدیث اور اہلحدیث ،صفحہ نمبر ۸۷۷ ... تا ۸۸۲ ،طبع عشرین﴾

☆......ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ إنہ لا یحب المعتدین۔(القرآن ،۵۵/۷)

ترجمہ: تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔ یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(آسان ترجمہ قرآن (۱/۴۹۰) مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

(۱)......حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھی جائے ،پھر تین تکبیریں کہی جائیں جن میں سے آخری کے بعد سلام پھیرا جائے۔(نسائی ،۱/۲۱۸)

(۲)۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ،حضرت ابوبکرؓ ،حضرت عمرؓ نے ہمارے لئے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔(ابن ماجہ ،ص ۹۔ مسند احمد ،۳/۳۵۷)

☆...... حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمدؒ نے ابوزبیر کے طریق سے حضرت جابر بن عبد اللہ سے حدیث نقل کی ہے کہ "ہمارے لئے نماز جنازہ کی دعاء میں رسول اللہ ﷺ ، حضرت ابوبکرؓ ،حضرت عمرؓ نے کچھ مقرر نہیں کیا" اس حدیث میں لفظ "باح" کی تفسیر "قدر" سے کی ہے (یعنی مقرر نہیں کیا) لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں "باح" کے معنی "جھر" کے ہیں

(گویا معنی یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ میں دعاء اونچی آواز سے نہیں پڑھی۔ (التلخیص الحبیر ۱۴۳/۲)

☆ امام نوویؒ فرماتے ہیں

''ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نماز جنازہ دن میں پڑھی جائے تو قرأت آہستہ ہوگی اور اگر رات میں پڑھی جائے تو اس بارے میں دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ جو صحیح ہے اور جس پر جمہور کا عمل ہے یہ ہے کہ رات میں بھی آہستہ ہی ہوگی، دوسری وجہ جہر کی ہے، رہا معاملہ دعاء کا تو وہ تو بغیر کسی اختلاف کے آہستہ ہی پڑھی جائے گی۔ (نووی شرح مہذب ۱۸۱/۵)

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں:

''نماز جنازہ میں قرأت اور دعاء آہستہ پڑھی جائے گی اور اس سلسلہ میں ہم اہل علم کے درمیان کوئی خلاف نہیں پاتے۔'' (المغنی لابن قدامہ، ۴۸۹/۲)

☆ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں

''جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں جہراً پڑھنا مستحب نہیں ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس قول سے جو پیچھے گزرا کہ بخاری ہے یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے جہراً اس لئے پڑھا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے اور جمہور نے حضرت ابوامامہؓ کے اس قول (سراً فی نفسہ) سے بھی استدلال کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے جی میں آہستہ پڑھے۔ (نیل الاوطار ۶۶/۲)

مسلک احناف:

احناف کے نزدیک نماز جنازہ حقیقتاً میت کیلئے دعاء ہے اور دعاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ گڑگڑا کر اور چپکے چپکے مانگو اس لئے نماز جنازہ میں ثناء، درود، دعاء وغیرہ سب آہستہ آواز سے پڑھی جائیں گی۔

مسلک اہل حدیث:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ کو بلند آواز کے ساتھ پڑھنا افضل، قوی بلکہ مسنون ہے، چنانچہ مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی لکھتے ہیں:

”دلائل کے لحاظ سے بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل اور قوی ہے“۔ (فتاوی علماء حدیث ۱۵۲/۵)

☆ ....حافظ احمد صاحب پٹوی لکھتے ہیں:

”جنازہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت با آواز بلند پڑھنا جائز بلکہ سنت ہے“۔ (فتاوی ثنائیہ ۵۶/۲)

جائزہ:

احادیث و آثار سے ثابت ہورہا ہے کہ نماز جنازہ میں ثنا، درود اور دعا وغیرہ سب آہستہ آواز سے پڑھی جائیں گی، حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیفؓ نے اسی کو سنت قرار دیا ہے، اور جابر عبداللہؓ کی حدیث مبارک میں آنے والے لفظ ”اسماع“ کی تفسیر ابن حجر عسقلانیؒ کے فرمان کے مطابق ”جہر“ ہے، اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں جہر نہیں کیا، اس لحاظ سے نماز جنازہ کے اندر ثنا، درود اور دعا، وغیرہ کے آہستہ آواز سے پڑھنے کا مسنون ہونا ظاہر ہے، حضرت امام نووی شافعیؒ، حضرت ابن قدامہ حنبلی اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ کے بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں دُعا، وغیرہ کے آہستہ آواز سے پڑھنے پر اجماع ہے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔

ان ساری دلائل کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اونچی آواز سے جنازہ پڑھنا جائز ہی نہ ہو لیکن غیر مقلدین ان سب سے قطع نظر کرکے اونچی آواز سے جنازہ پڑھنے کو قوی اور افضل بلکہ سنت قرار دے رہے ہیں، حالانکہ خدا اور رسول کے عمل اور ساری امت کے عمل کے خلاف کوئی عمل سنت اور افضل نہیں ہوتا۔ ہماری بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اہل سنت کے چاروں طبقوں حنفی، مالکی، شافعی،

حنبلی میں سے کوئی بھی اونچی آواز سے جنازہ پڑھنے کا قائل نہیں ، تو ایسا عمل جس پر اہل سنت میں سے کسی بھی مسلک کا عمل نہ ہو وہ افضل ، قوی اور مسنون کیسے ہو سکتا ہے ، اس لیے یہ بات ثابت ہو گئی کہ غیر مقلدین کا موقف احادیث ، آثار اور ساری امت کے عمل کے خلاف ہے جبکہ مسلک احناف احادیث و آثار کے عین مطابق ہے۔

نوٹ : یاد رہے کہ غیر مقلدین اس عمل میں شیعوں کی تقلید کرتے ہیں کیونکہ صرف شیعہ ہی نماز جنازہ اونچی آواز سے پڑھنے کے قائل ہیں۔